قال اللہ تعالیٰ

انزل اللہ علیک الکتب والحکمۃ

بعہد ہمایوں رستم زمان اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

حسنات الاخبار

سنہ ۱۳۵۷ھ

معروف بہ

تاریخ الحدیث

مصنفہٗ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند، مولوی فاضل، مصنف اربعین اعظم، تاریخ الورث

درود شریف ... قدوری کا بیان محمود اور قریشی الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

قاضی عبدالصمد صارم سیوہاروی

فہرست مضامین تاریخ الحدیث

أنزل الله عليك الكتب والحكمة

حسنات الاخبار

۱۳۵۴ھ

المعروف بہ

تاریخ اہلحدیث

مصنفہ

قاضی عبدالصمد صارم مصنف اربعین اعظم و سودیشی اُردو
و ضروری کہانیاں و محمود اور فردوسی و رکن ادارۂ علمیہ حیدرآباد دکن
ابن
قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور حال مقیم حیدرآباد دکن

باہتمام حکیم ذکی احمد خان

جید برقی پریس واقع بلیماران دہلی میں طبع ہوئی

قیمت فی جلد علاوہ محصولڈاک عہ (دوروپیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرض فقیر بر آستانۂ رسولِ کبیر

کریمُ السجایا جمیلُ الشیم نبیُّ البرایا شفیعُ الامم

ایک حقیر غلام ہدیۂ اخلاص و نیاز پیش کرنے کو حاضر ہے

گو قابل سرکار نہیں تحفہ ہمارا
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

من از امتاں کمترین خاک تو
بدین لاغری صید فتراک تو

قاضی عبد الصمد صارم سیوہاروی
رکن ادارۂ علمیہ
رجب المرجب ۱۳۵۴ ہجری

علمائے کرام کی رائیں

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبیٔ زر اگرچہ بڑھتے ہے تو صرّاف کی نظر چڑھکر

(۱) جناب مولانا مفتی عبداللطیف صاحب صدر شعبہ دینیات پرفیسر جامعہ عثمانیہ

ضرورت تھی بلکہ شدید ضرورت تھی کہ علم حدیث کی تاریخ مرتب ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ قاضی عبدالصمد صاحب نے اِس ضرورت کو پورا کردیا، باوجود اختصار ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے، طرز بیان دلچسپ اور عبارت سلیس ہے۔ مطالب کو اس طرح واضح کیا ہے کہ عام و خاص یکساں مستفید ہو سکتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب سے بہتوں کے خیالات کی اصلاح ہوگی۔ خداوند ذوالجلال اس کتاب کو قبول فرمائے اور مصنف علام کو دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے۔ مسلمانوں کو اس قسم کی تصانیف و مصنفین کی قدر شناسی کی توفیق رفیق کرے۔

(۲) جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی صدر دار المصنفین اعظم گڈھ

ہماری زبان میں ایک ایسی تصنیف کی سخت ضرورت تھی جو تدوین حدیث و فنون حدیث کی تاریخ پر مشتمل ہو۔ مولوی قاضی عبدالصمد صاحب سیوہاروی نے یہ کتاب لکھکر اس ضرورت کو پورا کیا ہے مصنف نے بڑی تلاش و محنت سے اس کام کو انجام دیا ہے اور مباحث متعلقہ کے ہر پہلو پر معلومات فراہم کئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔

(۳) جناب مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی

جامع الشمائل شمس الافاضل مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب سیوہاروی ہندوستان کے اُن مشاہیر علماء میں سے ہیں جنکی وسعت نظر، تبحر علمی، فنی قابلیت، تاریخی واقفیت اہل علم کے نزدیک مسلّم ہے۔ جن حضرات کو آپ کی تصانیف کے مطالعہ کا موقع ملا ہے وہ آپ کی خصوصیات

اور بلند معیار سے واقف ہیں۔ ممدوح کے قابل فخر فرزند جناب مولانا قاضی عبد الصمد صاحب نے **حسنات الاخبار** کے نام سے فن حدیث میں ایک ایسی بسیط و بلیغ تالیف فرمائی جس میں علم حدیث کا نایاب ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اب تک اُردو میں اس قدر ضخیم و مفید کتاب شائع نہیں ہوئی۔ حسنات الاخبار ایک طرف فن حدیث کی مکمل تاریخ ہے تو دوسری جانب حدیث کے اُن مبارک شعبوں پر حاوی ہے جو مسلمانوں کی ضروریات کی کفیل اور موجودہ دور کے لئے مشعل راہ ہدایت ہو سکتی ہے۔ ہر عنوان کے تحت نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ دلچسپ اور دل نشین ابحاث ہیں۔ یہ تالیف اُن اصحاب کے شبہات و اعتراضات کیلئے برہان قاطع ہے جن کے قلوب میں احادیث نبویہ کی ترتیب وغیرہ سے متعلق اکثر توہمات پیدا ہوتے رہتے ہیں فاضل مؤلف نے کافی جد و جہد کے ساتھ تحقیق فرما کر یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ میں مؤلف کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے والد معظم کی توجہ و فیض کی بدولت وہ عظیم الشان کام کیا جو اب تک دوسروں کے حصہ میں نہ آیا، ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

عدیم فرصت کے باعث یہاں اس کا موقع نہیں کہ میں عنوانات و مضامین پر علیحدہ علیحدہ تبصرہ کروں۔ اس کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب علامہ سیوہاروی کی نظر اصلاح کے بعد جو کتاب ہمارے ہاتھوں میں آ رہی ہے وہ قابل دید و مطالعہ کیوں نہ ہوگی، علامہ موصوف دولت آصفیہ کی آغوش میں رہکر سلسلہ تصنیف و تالیف عرصہ سے فرما رہے ہیں یہ تصنیف مبارک بھی انشاء اللہ تعالیٰ بارگاہ خسروی میں پہونچکر برکات رسالت پہونچائے گی۔ اور سلطان العلوم اعلیحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اس نادر تالیف کی قدر و منزلت فرما کر شاہانہ عطا پاشیوں سے فاضل مؤلف کی عزت افزائی فرمائیں گے۔

(۴) جناب مولانا قاری حافظ سید محمد صاحب رضوی مقیم گلبرگہ
خلف حضرت مولانا شاہ سید احمد حسن صاحب مرحوم محدث امروہوی

اعلیٰ حضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خاں بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے عہد سعادت مہد میں علم حدیث کی ایسی اشاعت ہوئی ہے کہ جسکی نظیر کسی عہد میں نظر نہیں آتی۔ حدیث کا نایاب قلمی ذخیرہ تلاش کراکر بصرف زر کثیر طبع کراکر علماء و مدارس میں تقسیم کیا گیا محکمہ دائرۃ المعارف اسلام کی اسی عظیم الشان خدمت کیلئے قایم ہے۔ اعلیٰ حضرت کا عالم اسلام پر یہ وہ عام احسان ہے جو تا قیام قیامت قایم رہے گا۔ اور جس کے شکریہ سے اُمت مرحومہ کبھی سبکدوش نہو سکے گی۔ دیگر علوم و فنون میں بھی بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اُن کی تفصیل و تذکرہ اس تحریر کے مقصد سے خارج ہے۔

اب اعلیٰ حضرت کی سلور جوبلی مبارک کی تقریب ہے۔ رعایا اور متوسلین طرح طرح سے اظہار مسرت و عقیدت کر رہے ہیں۔ لیکن قاضی عبد الصمد صاحب کو خوب سوجھی کہ اس مبارک تقریب کی یادگار میں علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ تصنیف کی یہ ایسی یادگار ہے کہ جو ہمیشہ اہل علم و مقدس طبقہ کے ہاتھ میں رہے گی اور علما و صلحا و طلبا کا گروہ ہمیشہ اس مبارک تقریب کو یاد کریگا اور دست بدعا رہے گا۔ سلطان العلوم اور دین پرور بادشاہ کیلئے اس سے بہتر اور بابرکت کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

ہندوستان میں بعض لوگوں کو حدیث کے متعلق شکوک و شبہات ہیں اس کا باعث یہ ہے کہ وہ علم حدیث کی تاریخ سے واقف نہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے علمائے اس مبارک فن کی تاریخ مرتب نہ کی۔ کسی چیز کی تاریخ کا نہ معلوم ہونا اس کی طرف سے شکوک و شبہات ہی پیدا کرتا ہے اس لئے بعض مسلمانوں کے قدم جادۂ مستقیم سے ڈگمگا گئے۔

خدا کا شکر ہے کہ قاضی عبد الصمد صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور اُردو کے خزانہ میں ایک انمول موتی کا اضافہ کر دیا۔

• مصنف علامؔ نے حدیث کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی ہے باوجودیکہ اُردو میں یہ پہلی کوشش ہے اور انوکھی چیز ہے لیکن طرز بیان دلچسپ اور سلیس ہے، کم خواندہ طبقہ بھی مستفید ہوسکتا ہے، کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علامؔ نے سعی بلیغ اور جانکاہ کوشش کے بعد اس کو مرتب کیا ہے اور سینکڑوں کتابوں کا عطر کھینچکر رکھدیا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس کتاب سے ایک جماعت کثیر کے خیالات کی اصلاح ہوسکے گی فاضل مصنف نے مسلمانان ہند پر یہ عام احسان کیا ہے مجھے قوی اُمیدہے کہ عاشقان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس تصنیف و مصنف کی قدر کریں گے۔

خداوند ذوالجلال اعلیحضرت شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہ کے عمر اور اقبال و اولاد میں ترقی عطا فرمائے کہ مسلمانوں کو حضور کی سلور جوبلی مبارک کی بدولت یہ نعمت پہونچی ہے۔

(۵) جناب مولانا ابوالحسنات سیّد عبداللہ صاحب حیدرآبادی

• "علم حدیث ایک نورانی علم ہے اس سے قلب منور ہوتا ہے۔ اس مبارک علم کے متعلق بعض نے عجیب عجیب الزامات گڑھ لئے ہیں جنکی وجہ سے بعض مسلمان متردد ہورہے تھے اور اس علم کے فیض سے محرومی پھیلنے کا قوی اندیشہ تھا۔ یوں سمجھئے کہ اس آفتاب کو مخفی کرنے کیلئے خاک اُڑائی جارہی تھی گو وہ خاک خود اُڑانے والوں ہی پر عود کررہی تھی مگر چونکہ وہ خاک غبار بن کر جاہلوں کی عقل کو مکدر کررہی تھی اور آیندہ قوی اندیشہ طرح طرح کے توہمات پیدا ہونے کا تھا اللہ تعالیٰ جناب مولانا قاضی عبدالصمد صاحب کو جزاء خیر دے کہ انہوں نے اپنے علوم کے چھینٹوں سے اس غبار کو ایسا دبایا ہے کہ اب کسی طرح نہیں اُبھر سکتا۔ خدا تعالیٰ اس تصنیف کو قبول فرمائے۔ اور رضائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موجب بنائے۔"

(۶) قطعہ تاریخ از جناب مولانا الحاج عبدالبصیر صاحب آزاد عتیقی مصنف اسرار التنزیل وغیرہ

نمود عبدالصمد ترتیب تاریخ ✦ پئے اثبات آثار رسالت
سن تاریخ چون جستیم آزاد ✦ ندا آمد۔ بیاض گنج حکمت

اہلُ الرّائے

(۱) جناب جسٹس ڈاکٹر نواب ناظر یار جنگ بہادر ایم۔ اے، ایل۔ ایل ڈی، بیرسٹر ایٹ لا

حضرت مولانا قاضی عبدالصمد صاحب جو کہ سابق میں بعض دیگر کتب علمی کے مصنف کی حیثیت سے ہندوستان کی علمی دنیا کے سامنے آچکے ہیں۔ ان کی جدید تصنیف حسنات الاخبار مضمون علوم حدیث کی تاریخ زبان اُردو میں ایک ایسا علمی اضافہ ہے جس پر ہمارا ملک بجا طور پر فخر کر سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ طرز جدید پر مولانا نے اس مضمون کی تحقیق کو جمع کیا ہے وہ ایسی ہے کہ دیگر زبانوں میں بھی کمیاب ہے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اس کا ترجمہ مغربی زبانوں میں سے کسی میں ہو جائے تو علمائے مغرب اور اُن باشندگان ہند کے جو اتنی علمی دسترس نہیں رکھتے کہ علمی کتب سے استفادہ کر سکیں دلوں میں حدیث شریف کی عظمت قایم کرنے میں ممد ہوگی ایسے زمانہ میں جبکہ احادیث کے تراجم مختلف ممالک میں ہو رہے ہیں یہ کتاب اُردو میں زیادہ مفید علمی کارنامہ ثابت ہوگی۔

(۲) جناب مولوی اعظم الدین صاحب حیدرآبادی ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی علیگ وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد

علم حدیث کی تاریخ ہمارے ملک کے علمی کارناموں میں نئی اور جدید ضروری چیز ہے نہ معلوم ہمارے علما نے اس وقت تک اس کی طرف کیوں توجہ نہیں فرمائی۔

یہ کتاب جدید و قدیم دونوں خیالات کے گروہ کے لئے یکساں مفید ہے۔ خصوصاً ہمارے جدید تعلیمیافتہ حضرات کے لئے یہ تصنیف ایک مشعل راہ کا کام دیگی۔ میں نے یہ محسوس کیا کہ اس کتاب کے پڑھنے سے علم حدیث کے مطالعہ کا شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات دل سے دُور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کارنامہ ہے جس کے لئے

مصنف ہر طرح قابل مبارکباد ہیں۔

فاضل مصنف نے اس کتاب کے مضامین کو استقدر سلیس اور عام فہم طریقہ پر لکھا ہے کہ مطالعہ میں دلچسپی ہوتی ہے اور ہر طبقہ کو سمجھنے اور استفادہ کرنے میں سہولت ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اہل ملک اس مفید تصنیف سے مستفید ہوں گے اور ایک جماعت کثیر کے خیالات کی اصلاح ہو جائے گی۔

قطعۂ تاریخ

از مقرب الخاقان اُستاذ السلطان جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر

للہ الحمد وہ کتاب چھپی	جس کے مشتاق تھے صغار و کبار
وہ مہ اوج دین ہوا طالع	عالم افروز جس کے ہیں انوار
مرحبا یہ حدیث کی تاریخ	ہے عجب تحفۂ لطافت بار
ایسی تحقیق سے لیا ہے کام	کہ حقیقت کا ہوگیا اظہار
اِس کا ہر صفحہ، چہرۂ مقصود	اِس کا ہر لفظ کاشف اسرار
نقطہ نقطہ ہے اِس صحیفے کا	مردم دیدۂ اولوالابصار
نہ رہی شک کی کوئی گنجایش	قصر وہم و گمان ہوا مسمار
آفرین حضرت مصنف کو	جن کا خامہ ہے ابر گوہر بار
عالمِ دین، سراج علم و یقین	قاضی عبد الصمد خجستہ شعار
انکو اللہ دے جزا اس کی	ان سے راضی ہوں احمد مختار

طبع کا سال تم جلیل لکھو

ہائیہ نادر جواہر اخبار

۱۳۵۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

از جناب مولانا عبد اللہ العمادی ناظر دینیات و رکن دار الترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

تا حدیث از لبِ آن ماہِ لقا می گویم

سخن از سلسلہ حدیثنا می گویم

خیر الکلام کلام اللہ ۔ بہترین کلام اللہ تعالیٰ کا کلام پاک ہے۔

وخیر الھدی ھدی رسول اللہ ۔ اور بہترین ہدایت وہ ہے جو رسول اللہ نے فرمائی ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ کا کلام یہ ہے مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوۡا ٭ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ تمہیں دیا ہو اس کو لے لو اور جس چیز سے روکا ہو اس سے رک جاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے ۔

علیکم بسنتی ۔ تم سب پر لازم ہے کہ میری سنت پر چلو۔

سنت کیا ہے ؟ اس کی تحقیق بھی اللہ ہی کے کلام سے ہو سکتی ہے ۔

اللہ نے ایک سنت اوّلین کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدی ویستغفروا ربھم الا ان تاتیھم سنۃ الاوّلین ۔ جب ہدایت آچکی تھی تو یہ صرف سنت اولین ہی تھی جس سے لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے اور اپنے پروردگار کی جناب میں استغفار کرنے سے روک دیا ۔ وسنۃ الاولین انھم عاینوا العذاب

فطلب المشرکون ان قالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء۔ سنت الاوّلین کے یہ معنی ہیں کہ معاینہ عذاب کے بعد مشرکین نے درخواست کی کہ یا اللہ اگر یہی حق ہے اگر یہ تیری ہی طرف سے ہے تو ہم سب پر آسمان سے پتھر برسا۔

یہ تو اوّلین کی سنت تھی۔ لیکن سید الاوّلین والآخرین رسول رب العلمین صلوات اللہ علیہ الی یوم الدین کی سنت طاہرہ بالکل ہی مختلف شی ہے۔ (گرچہ مانددر نوشتن شیروشیر)

فالسنۃ اذا أطلقت فی الشرع فانما یراد بھا ما امر بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ونھی عنہ وندب الیہ قولاً وفعلاً مما لم ینطق بہ الکتاب العزیز۔

شریعت میں جہاں کہیں سنت کا اطلاق ہوا وہاں اس سے یہ مراد لیتے ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل کا حکم دیا ہو۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس فعل سے روکا ہو۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو مندوب ومستحسن سمجھکر اسکی جانب توجہ دلائی ہو خواہ زبان مبارک سے فرمایا ہو یا خود کرکے دکھایا ہو۔

(۴) اور یہ سب کچھ اس حالت میں کہ کلام اللہ اس باب میں خاموش ہو۔

وقد یفعل الشئ بسبب خاص فلا یعم غیرہ۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے کسی خاص سبب سے کوئی کام کیا ہے۔ یہ حکم عام نہ ہوگا۔

وقد یفعل لمعنے فیزول ذلک المعنے ویبقے الفعل علی حالہٖ متبعاً کقصر الصلوٰۃ فی السفر للخوف ثم استمر القصر مع عدم الخوف۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی مخصوص مطلب کیلئے آپ نے کوئی کام کیا ہے لیکن اس کے زوال پر بھی وہ فعل بجا لا اور اس کا اتباع ہوتا رہا مثلاً حالت سفر میں دشمنان خدا کے خوف سے نماز میں قصر کر جب یہ خوف نہ رہا تب بھی حکم قصر باقی رہا۔

ومنه حديث عبد الله بن العباس رمل رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بسنة۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل فرمایا مگر یہ سُنّت نہیں ہے

ومذهبه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یسن فعله لكافة الامة ولكن بسبب خاص وهو ان یری المشركین قوة اصحابه۔ اس باب میں ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل کو تمام اُمت کیلئے سنت نہیں قرار دیا بلکہ اس کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے صحابہ کی قوت دکھائیں۔

یہ اور ایسے ہی کتنے ہی بینات طیبات ہیں جن کے مجموعہ کو علم حدیث کہتے ہیں اور جس پر شریعت طاہرہ کا مدار ہے۔

فاكرم به من علم موضوعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایسے علم کی بزرگی اور کرامت کا کیا پوچھنا جس کا موضوع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مجمع الصفات ہو۔ سبحان الله وبحمده وسبحان الله العظیم۔

واكرم بكتاب ینبئ عن ذلك العلم ویحدث عن قدیمه وحدیثه ویكشف عن سمینه وغثیثه۔ اور ایسی کتاب کے فضل وشرف کا کیا کہنا جو ایسے علم شریف کی کتاب ہو کہ عہد قدیم سے لیکر عصر جدید تک کی تاریخ حدیث پر حاوی اور اس کے منازل قوت وضعف کی راہ نما ہو

فالله یجازی صاحبه خیرًا فانه هو الصمد وقد صمد الیه عبده المدعو بعبد الصمد فاصمدت الیه أموره حتی تجلی له نوره۔ صاحب کتاب کو اللہ جزائے خیر دے، اللہ الصمد کی جناب میں اس کا بندہ عبد الصمد رجوع ہوا ہے نتیجہ یہ ہے کہ امور حدیث اس کے لئے مستقیم ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا اُس پر ظہور ہوا۔

فلیستقر علی ذلك مصمدًا یلاقی محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم فقیر دست بدعا ہے کہ صاحب کتاب اس طریق پر راسخ وثابت رہے حتی کہ جناب رسالتماب میں باریاب ہو جائے۔ اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد كما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

عبد الله العمادی دفع الله عنه معرة العوادی بكرة المبادی۔ لتسع لیال بقین من رجب الاصب سنة ١٣٥٤ للهجرة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے میرے بیچوں وبیچگوں خدا، لاریب تو وحدہ لاشریک ہے، کوئی تیرا سہیم وساجھی نہیں، نہ کوئی تجھسے بڑھکر، نہ کوئی تیری برابر، بیشک احد وصمد تیرا ہی عنوان ہے، لم یلد ولم یولد تیری ہی شان ہے۔ تجھ کو کسی کا باپ یا بیٹا کہنا بھاری بہتان ہے، بے شبہ تو قادر مطلق ہے۔ تیری بے انتہا قدرتوں کو عقول بشری احاطہ نہیں کرسکتیں، تیرے زبردست ید قدرت کے مقابلہ میں کوئی چیز اگرچہ کسی مرتبہ کی متعسر الوجود ہو نا ممکن نہیں۔

الحق تو معبود برحق ہے۔ سوائے تیری ذات منبع صفات کے نہ کوئی لائق عبادت نہ مستحق سجود۔ تیرا علم تمام ماضی وحال واستقبال کو محیط ہے، تو ہی اس لاتعد ولاتحصیٰ مخلوق کا خالق ہے، تو ہی وہ رحیم وکریم ہے کہ بے منت واستحقاق ہر نیک وبد، اچھے برے مطیع ونافرمان کو درخور خواہش رزق دیتا ہے۔ تو سب سے بے نیاز ہے، کسی کے خیر وشر، نیستی وہستی کی تجھکو ضرورت نہیں، تونے اپنے کمال فضل وکرم سے بنی نوع انسان کو عقل کا جوہر بخشا اور اشرف المخلوقات کا خلعت پہنایا پھر اس کی ہدایت کیلئے بمقتضائے مصلحت کاملہ منزہ من الخطا انبیاء ورسل بھیجے جنہوں نے نہایت صدق واستقلال سے تیرے احکام کو پہونچایا۔

آخر میں حضور سرور عالم فخر بنی آدم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانات قاہرہ وآیات باہرہ عطا فرماکر مبعوث فرمایا۔ اور اپنے اس کلام پاک کو جسکی نسبت کسی دلیل عقلی ونقلی سے کسی مخلوق کی طرف نہیں ہوسکتی حضرت ختمی مرتبت پر نازل فرمایا جس کی برکت سے مخلوق کثیر نعمت عرفان سے نہال اور دولت ایمان سے مالامال ہوئی۔

حضور ختم المرسلین کے بعد اصلاح اُمت اور نصرت دین کیلئے ایسے ایسے مقدس بزرگوں کو

مامور فرمایا کہ جنہوں نے دین کی خدمت گذاری اور بنی نوع کی ہمدردی میں اپنی جان تک کھپا دیا۔

آج ان کا نام ہی لینا انبساط روح و انشراح قلب کیلئے کافی ہو جاتا ہے وہ کون۔

حضرات خلفائے اربعہ و ازواج مطہرات و اصحاب رسول و آل پاک حضرت بتول، ائمہ مجتہدین۔

فقہاء و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اے میرے پیارے قیوم و حکیم خدا اگر ہم تیری نعمتوں کا شمار یا شکر کرنا چاہیں اور ایک لمحہ

بھی اس سے غافل نہ ہوں اور ہمارا ہر موئے تن بجائے خود زبان بنجائے اور ہم رہتی دنیا تک

رہیں تو بھی اس کے ادنی جزو سے سبکدوش نہ ہو سکیں گے۔

وصلے اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ واتباعہم

اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تاریخ حدیث

مدت دراز سے علمائے اسلام کی ہمتیں اُردو میں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف کار ہیں۔ یعنی قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ کی کتابوں اور اُن کے مطالب کو اُردو کے پیرایہ سے آراستہ کر رہے ہیں۔ اُردو زبان اور مسلمانان ہند کو اس کی شدید ضرورت بھی ہے کیونکہ اسرار تنزیل اور حدیث و فقہ کی معلومات کے لئے اول علوم عربیہ میں مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔

ہندوستان میں ایسے مسلمان کم ہیں جو عربی سے ایسی واقفیت رکھتے ہیں کہ کسی کتاب سے کماحقہ استفادہ کر سکیں۔ اس لئے بغیر اس کے چارہ نہیں کہ کتاب وسنت کے فوائد کو اُردو میں لکھا جائے تاکہ عام مسلمان اس سے مستفید ہو سکیں جو علوم اساس دین ہیں اُن کا اُردو میں ترجمہ ہونا مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہوگا اور بہت جلد اُن میں قدیم اسلامی اخلاق و شائستگی کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔

اردو زبان ہندوستان میں اقبال اسلام کی یادگار ہے اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُردو کے خزانے کو ہر قسم کے جواہرات سے مالا مال کرنے کی کوشش کرے۔

کسی شے کی تاریخ نہ معلوم ہونا لوگوں کو اس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رکھتا ہے اسلئے ہمارے بزرگ اسلاف کا یہ عمل تھا کہ وہ اپنی ہر علم ہر ایجاد ہر فن کی تاریخ لکھتے تھے۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں عربی سے زیادہ ہمیشہ سے فارسی کا رواج رہا ہے۔ اس لئے علمائے کرام نے کتب حدیث و تفسیر و فقہ و تاریخ فارسی میں تالیف کیں، لیکن جہاں تک میں نے تلاش کیا مجھکو فارسی میں علوم اسلامیہ کے متعلق تقریباً ہر قسم کی کتابیں ملیں۔ لیکن حدیث کی تاریخ کے متعلق کوئی کتاب نہیں ملی۔ تھوڑا تھوڑا ذکر کہیں آیا۔ بعض رسالے بعض محدثین اور ان کی تصانیف کے حالات میں ملے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات کے شروع میں حدیثوں کے اقسام کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسائل خمسہ میں اصول حدیث کے متعلق اور حجۃ اللہ البالغہ میں علم حدیث کے متعلق کچھ مختصر مختصر لکھا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بُستان المحدثین میں کچھ محدثین وکتب حدیث کے حالات لکھی ہیں اور عجالہ نافعہ میں اصول حدیث کو بیان کیا ہے۔

نواب صدّیق حسن خان صاحب مرحوم نے اتحاف النبلاء میں کتب حدیث اور محدثین کا تذکرہ کیا ہے۔ ہندوستان میں فارسی میں بس تاریخ حدیث کے متعلق اسی قدر اور اسی قسم کا ذخیرہ ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد اُردو کا زور ہوا علما نے بھی اس طرف توجہ کی لیکن تاریخ حدیث کے متعلق کسی نے کچھ نہیں لکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض عوام کے علاوہ بڑے بڑے مصنف اور ریفامر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر منکر حدیث ہو گئے کہ حدیث کی تحریر وتدوین دو صدی بعد عمل میں آئی

تاریخ حدیث کے متعلق تحریر حدیث کے عنوان سے والد ماجد نے سنہ ۱۹۰۱ء میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں رسول کریم کے عہد کی بعض تحریرات اور کتاب صادقہ کا تذکرہ اور خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے مساعی اور امام زہری وغیرہ کی تصانیف کا بیان تھا۔ مگر یہ نہایت ہی مختصر مضمون تھا مگر اُردو میں اس موضوع پر یہ سب سے پہلا مضمون تھا۔

سنہ ۱۹۱۳ء میں مولانا عبد اللہ العمادی نے رسالہ علم الحدیث لکھا یہ (۵۶) صفحات کا رسالہ ہے اس پر حصہ اوّل لکھا ہوا ہے۔ اس میں ضرورت حدیث، فوائد حدیث، اقسام حدیث، علوم حدیث کا بیان ہے۔ ایسی مفید تصنیف اُردو میں ابتک نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اس کے پانچ حصّے ہیں مگر ایک ہی حصہ شائع ہوا ہے۔

مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے تاریخ القرآن میں رسول کریم کے عہد میں تحریر وکتابت کے متعلق مفصل و مدلل بحث کی ہے اور رسول کریم کے حضرت علی کو احکام صدقہ لکھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب غالبًا سنہ ۱۹۱۹ء کی مطبوعہ ہے۔

مولوی شبلی نعمانی نے سیرت النبی جلد اوّل میں عہد نبوی کی چار پانچ تحریرات اور عہد تابعین کی چند تحریرات کا ذکر کیا ہے یہ بیان بقدر ایک صفحہ کے ہوگا۔

سنہ ۱۹۲۵ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں تقریباً دو صفحوں پر حضور علیہ السلام کے عہد کی سولہ تحریرات اور عہد تابعین کی بعض تحریرات کا ذکر کیا ہے

سنہ ۱۹۲۸ء میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے تدوین حدیث پر ایک مضمون مسلم اکاڈیمی میں پڑھا۔ یہ مضمون (۸، ۷) صفحات پر شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں کتاب الصدقہ، خطبہ ابوشاہ اور فرامین رسول کریم، اور صحیفہ ہمام بن منبہ تابعی کا ذکر ہے۔ پھر خلیفہ عمر بن عبد العزیز اور امام زہری اور ان کے بعد محدثین اور کتب حدیث کا بیان ہے۔ خلفا کے اثر سے حدیثیں وضع نہیں کی گئیں اس کا بھی مختصراً ذکر ہے۔

مسٹر محمد علی مترجم قرآن مرید مرزا قادیانی نے سو صفحات کا ایک رسالہ از نام مقام حدیث شائع کرایا ہے اس میں ان کا روئے سخن اہل القرآن کی طرف ہے۔ اسی سلسلہ میں حدیث کی تاریخ بیان کی ہے۔ اور عیسائیوں کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ حدیثیں سلاطین کے اثر سے بنائی گئیں ہیں۔ یہ رسالہ دوبارہ سنہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ اشاعتِ اوّل کا حال معلوم نہیں۔

محدثین پر سلاطین کا اثر تھا یا نہیں اس قسم کا ایک طویل مضمون (کیا علم حدیث پر سلطنت کا اثر پڑا) کے عنوان سے رسالہ معارف اعظم گڈھ سنہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا

رسالہ ترجمان القرآن حیدر آباد سنہ ۱۹۳۵ء میں بھی ایک مفید مضمون منکرین حدیث کے مقابلہ میں شائع ہوا ہے۔

عبد الماجد نے تاریخ الفقہ میں اور اکثر مصنفین نے کتب مناظرہ و سیر میں حدیث کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا ہے۔

غرض اب تک جو کچھ کام اس سلسلہ میں ہوا ہے نہایت ہی برمحل اور مفید ہے لیکن اس سے وہ ضرورت پوری نہیں ہوتی جو تاریخ سے وابستہ ہے۔

والد ماجد نے ۱۳۵۱ھ میں تاریخ الفقہ تصنیف کی۔ اس کے ساتھ ہی جناب موصوف کو تاریخ حدیث کا خیال پیدا ہوا۔

حضرت موصوف اپنی تالیفات کیلئے مختلف کتب خانوں اور مقامات میں سفر کرکے مواد فراہم کیا کرتے ہیں، اب بھی بعض تالیفات کی دھن میں سفر میں ہیں ؎

ہے اسی کی کوچہ گردی میں فقیر اللہ کا

تاریخ حدیث کے لئے بھی اُنہوں نے سفر کیا تھا۔ قرن اوّل کے متعلق مسودہ لکھکر باقی تکمیل و ترتیب کے لئے خاکسار کی سپرد کردیا۔ جسکو بعد اضافہ و ترتیب و تہذیب قارئین کرام کے حضور میں پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

حدیث کی تاریخ اگر کماحقہ لکھی جائے تو دس بارہ مجلدات بھی مشکل سے کفایت کریں اور ایسی ہی تاریخ کی ضرورت بھی ہے۔ علم حدیث کی تاریخ میں اس مختصر کی کیا ہستی ہے مگر ہونے سے ایک چیز ہوگئی۔ میں نے داغ بیل ڈالدی ہے، اب دوسرے دعویداروں کو موقع ہے کہ ہوسکے تو اس پر زیادت کریں ؎ صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

مجھے اپنی استعداد کا اندازہ خوب معلوم ہے اور اپنی چادر سے باہر پاؤں پھیلانے کے خمیازے سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ کبھی بھولے سے بھی حامی نہ بھرتا اور یہ مشکل ذمہ داری سر نہ لیتا مگر صاحبان کمال کے سامنے مصنفانہ لباس میں آنا میری تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔ حضرت والد ماجد کے ضعف و علالت نے مجھے مصنفان گرامی قدر کا منہ چڑانے پر آمادہ کردیا۔ حاشا ثم حاشا مجھے تاریخ دانی یا علمیت کا دعویٰ نہیں میری بے بضاعتی میری بے کمالی پر دال ہے۔ اربعین اعظم سودیشی اردو۔ ضروری کہانیاں، محمود اور فردوسی یہ چار کتابیں حضرت موصوف کی تعمیل ارشاد ہی میں مجھکو لکھنی پڑیں۔ کیونکہ اوّل تو تصنیف و تالیف کیلئے اطمینان و سکون کی ضرورت ہے اور حضرت موصوف فراہمی مواد کیلئے اکثر سفر کرتے ہیں۔ دوسرے کبر سنی و علالت کی وجہ سے زیادہ کام کا بار برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس لئے خاکسار اب ان کا ہاتھ بٹانے پر مجبور ہوا ہے۔ موصوف

یہ نظم بھی اس اطلاع کی غرض سے بارگاہ خسروی میں پیش کرنے کیلئے لکھی تھی ؎

ششں سال زالطاف شہنشاہ حق آگاہ ۔ دربلدہ زآرام بانجام بسبردم
درعلم تواریخ و ادب، شرع و طریقت ۔ صد گوہر نایاب بقرطاس سپردم
از تیرگی بخت خود و گردش گردوں ۔ قبل از اجل از حملۂ امراض بمردم
بگذاشتم این خدمت دیرینہ بفرزند ۔ اور ابخدا و بخداوند سپردم

لیکن تاریخ حدیث جیسا اہم کام مجھ جیسے ہیچمیرز کے لئے کسی طرح موزوں نہ تھا مگر کیا کروں مجبور ہوں،
اللہ کے نام پر شروع کرتا ہوں

یامُعِیْنَ المُسْتَعَان

منزل کڑی میں نابلد راہ المدد

اس تالیف کے سلسلہ میں حضرت والد ماجد کو اور خاکسار کو جن عربی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑا انکی طویل فہرست لکھنا ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ علماء کرام کو اندازہ ہوجائے گا کہ یہ سینکڑوں کتابوں کا عطر اور جانکاہ تجسس وتلاش کا نتیجہ ہے۔ اکثر کتابوں کے حوالے مناسب موقعوں پہ درج ہیں۔ زیادہ فائدہ تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، مستدرک حاکم، کنز العمال، سنن کبری وغیرہ سے حاصل ہوا ہے۔ یہ نادر و نایاب علمی و دینی ذخیرہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے شائع کیا ہے اور اعلیحضرت ظل سبحانی امیر المؤمنین سلطان العلوم میر عثمان علی خان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے دست کرم سے منصۂ اظہار پر آیا ہے ؎

دام قلبی علیہ معتقدا ؛ بسط اللہ ظلہٗ ابدا

فارسی اُردو کی جن تصانیف سے استفادہ کیا گیا ہے اُن کا ذکر کردیا گیا ہے۔ مالی مشکلات نے مجھے اختصار بیجا پر مجبور کیا ہے۔ ہر عنوان کے تحت میں میں نے بنظر اختصار ایک ایک دو دو نظائر لکھے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ اس عنوان کے متعلق علم حدیث میں اسی قدر ذخیرہ ہے بلکہ اُس قسم کے

صدہا نظائر موجود ہیں۔

صاحبان علم و ارباب ہمم سے اُمید ہے کہ اس حقیر سراپا التقصیر کے اغلاط کی پردہ پوشی فرمائینگے جو غلطی یا نقص معلوم ہو اس سے مطلع فرمائیں گے تاکہ دوسری اشاعت میں اصلاح کیجا سکے ؎

الا اے خردمند فرخندہ خو ۔۔۔ ہنرمند نہ شنیدہ ام عیب جو

شنیدم کہ در روز اُمید و بیم ۔۔۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

تو نیز ار بدی بینی اندر سخن ۔۔۔ بخلق جہاں آفریں کار کن،

چو حرفے پسند آیدت از ہزار ۔۔۔ بمردی کہ دست از تعنت بدار

خداوند ذوالجلال اپنے حبیب پاک کے طفیل سے میری اس تالیف کو قبول فرمائے، اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ آخر میں قارئین کرام سے التجا ہے کہ اعلیٰ حضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ و شہزادگان والا تبار کی ترقی عمر و اقبال و صحت و ملک و مال کیلئے دُعا فرمائیں۔ اور اُن حضرات کے لئے بھی دُعا فرمائیں جن کی حوصلہ افزائی سے یہ اسلامی خدمت انجام کو پہونچی ہے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

زانکہ من بندۂ گنہگارم

احقر

قاضی عبد الصمد صارم سیوہاروی

رُکن ادارۂ علمیہ۔ دکن

رجب ۱۳۴۵ھ ہجری

الباب الاوّل

فی تاریخ الحدیث

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بُو تیری

فن روایت وہ فن ہے جس کے مطالعہ پر اقوام عالم کی ترقی و تنزل کا بہت کچھ مدار ہے یہ فن یسا قدیم ہے کہ اگر قدامت کے اعتبار سے اس کو فطرت انسانی کا لازم قرار دیا جائے تو بیجا نہیں رزمانے، ہر ملک، ہر قوم میں یہ کم و بیش جاری رہا ہے۔ اس زمانے میں جس وقعت کی نگاہ سے بفن دیکھا جاتا ہے محتاج بیان نہیں، اہل عرب کو اس فن کا چسکہ ابتدا ہی سے لگا ہوا تھا، اور ن کی اعجاز نما قوتِ حافظہ اس کی محافظ تھی۔ تاریخی واقعات، انسانی انساب تو بڑی چیز ہیں ملیک عمولی شخص اپنے اونٹ کا سلسلہ سو سو نسلوں تک گنا جاتا تھا۔ ابو تمام اور متنبی کو جاہلیت اور اسلام کے شعرا کے ایک لاکھ سے زائد اشعار یاد تھے۔ اصمعی نے تین دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اصحاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت حافظہ پر سر ولیم میور نے بھی شہادت دی ہے۔ کہ انکی قوت حافظہ انتہائی درجہ پر تھی اور اُس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے، ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی کہ حسب روایات قدیم کہ اکثر اصحاب، پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد)

یہی فنِ روایت علم تاریخ کا سنگ بنیاد ہے اور فن حدیث فن روایت و فن تاریخ کا ایک فرد ہے۔ اسلام نے اس فن کے ساتھ ایسے ایسے احسانات کئے ہیں جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم و ملک میں نہیں۔ قواعد روایت، ضوابط درایت قوانین استحفاظ قایم کئے۔
یہ قواعد ترقی کرتے کرتے فن کی صورت میں مدوّن ہو کر فن اصول حدیث کے نام سے مشہور ہوئے اور تقریبًا سو فنوں میں مکمل ہوئے۔

جو اہتمامات فن حدیث اور فن روایت کی یادداشت کیلئے زمانہ رسالت سے آج تک کئے گئے ہیں وہ معجزے سے کم نہیں۔ کرۂ دنیا کا بڑے سے بڑا پیغمبر یا پیشوا اچھے سے اچھا فلاسفر یا حکیم عمدہ سے عمدہ مصلح یا مقنن، مشہور سے مشہور ریفامر یا اسپیکر یہ آواز دنیا کے کسی گوشہ سے بلند کرسکتا ہے کہ میں ہوں وہ پیشرو کہ میرے بعد میرے اخلاف نے میرے اقوال میرے احکام، میرے جزئی کلی حالات واقعات صحت وحفاظت ودیانت کے ساتھ ہزاروں برس تک آنے والی نسلوں کو پہنچاویں گے حضرت موسیٰ شاہد نہوں گے۔ حضرت عیسیٰ گواہی ندیں گے۔ کرشن جی نہ بولیں گے۔ رامچندر جی خاموش رہیں گے، گوتم بدھ اور زرتشت سکوت اختیار کریں گے، اگر یہ ترانہ بلند ہوگا تو صرف بطحائے مدینہ کے گنبد سبز کے مکین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پُر انوار سے،

حدیث کا موضوع ذات سرور کائنات ہے۔ حضور کے عہد سعادت مہد سے آج تک مقدس بزرگ آپ کے اقوال وافعال وحالات کو احتیاط کے ساتھ آنے والی نسلوں تک پہنچاتے رہے ہیں اور آنے والی نسلوں کے فضلا تحقیق وتفتیش کے بعد اُن کو قبول کرکے محفوظ کرتے رہے ہیں۔ حدیث کی جس طرح حفاظت ہوئی ہے اس کی نظیر دنیا کی کوئی کتاب کوئی فن پیش نہیں کرسکتا۔

حدیث کی ابتدا

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ دنیا کا تاریک ترین اور بد ترین زمانہ تھا۔ سطح غبرا پر جہالت وضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں بداخلاقیاں، فسق وفجور اہل عالم کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ عرب تمام گمراہیوں اور برائیوں کا مرکز تھا۔ اگر سرسری طور پر بھی عرب کی تاریخ قبل از اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو سوائے فصاحت لسانی اور جرأت وبسالت کے کوئی علمی، عملی، اخلاقی، معاشرتی خوبی نظر نہ آئے گی بلکہ اخلاقی ومعاشرتی خرابیوں میں عرب کی حالت سب سے زیادہ زبوں دکھائی دے گی، طرز عبادت، معاملات، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، لین دین، شادی غمی تمام باتوں میں جہالت و

و گمراہی نمایاں نظر آئے گی۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے امور کو خداوند ذوالجلال اور رسول ایزد متعال کس طرح پسند کر سکتے تھے اس لئے جب حضور علیہ السلام مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ کی اور ابوبکر صدیق ام المومنین خدیجہ الکبری، علی مرتضیٰ مشرف باسلام ہوئے اسی وقت سے یہ مسلمان سراسر آپکی ہدایت و ارشاد کے محتاج تھے۔ وہ ہر کام آپ کو دیکھکر یاد کھا کر یا آپ سے پوچھکر کرتے تھے۔ قرآن بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے آپ کے اقوال، آپ کے افعال، آپ کا انکار و سکوت ہی مسلمانوں کا مشغل راہ تھا۔ اسی کا نام حدیث ہے اس لئے جو زمانہ بعثتِ رسول کا ہے وہی آغاز حدیث کا ہے۔

حدیث بھی حکمِ خدا ہے

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (پیغمبر اپنی خواہش سے (امور دین میں) نہیں کہتا بلکہ وحی سے کہتا ہے) سنن دارمی میں ہے قال کان جبرئیل ینزل علی النبی بالسنۃ کما نزل علیہ بالقرآن، (جبریل رسول کریم پر جس طرح قرآن نازل کرتے تھے اسی طرح حدیث نازل کرتے تھے)۔

قرآن کو وحی جلی اور وحی متلو کہتے ہیں، حدیث کو وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ وحی جلی کے علاوہ خدا کی طرف سے حضور کو اور بھی علم کا ذریعہ تھا۔ اور جبریل وحی جلی کے علاوہ وحی خفی بھی آپ پر نازل کرتے تھے۔ اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا بہ قالت من انباک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر، (نبی نے اپنی بیوی سے ایک خفیہ بات کہی۔ بیوی نے اس کو ظاہر کر دیا اللہ نے نبی کو خبر دی۔ نبی نے بیوی سے دریافت کیا۔ بیوی نے کہا تمکو کیونکر خبر ہوئی۔ نبی نے کہا مجکو خدا نے خبر دی) اس آیت میں بیوی نے جس خبر کی اطلاع کا سوال کیا ہے وہ خبر قرآن مجید میں مذکور نہیں اور حضور نے جواب میں فرمایا کہ مجکو خدا نے خبر دی۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ

حضور کو خدا کی طرف سے قرآن کے علاوہ اور بھی علم کا ذریعہ تھا۔

وحی غیر متلو یعنی حدیث کی یہی تعریف ہے کہ معنی و مطلب خدا کی طرف سے نبی پر نازل ہو اور نبی اسکو اپنی عبارت میں بیان کرے۔ قرآن مجید میں رب کریم نے اِس وحی کو حکمت کے لفظ سے تعبیر کر کے ذکر کیا ہے وانزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ (اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی) و یعلمهم الکتٰب والحکمۃ (رسول اُمت کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے) یہ اور اسی قسم کی بہت سی آیات ہیں جن سے ثابت ہے کہ کتاب اور چیز ہے، حکمت اور چیز ہے۔ قرآن مجید میں خداوند ذوالجلال نے حدیث کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور اپنا حکم قرار دیا ہے جیسا کہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے اور اذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انها لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم و یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین (اللہ نے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دینے کا وعدہ کیا تھا اور تم چاہتے تھے کہ کمزور گروہ پر غلبہ پائیں، خدا چاہتا تھا کہ اپنے حکم سے حق کو غالب کرے)

یہ آیت جنگ بدر کے متعلق ہے اس میں جس وعدۂ فتح کی طرف اشارہ ہے وہ وعدہ کہیں قرآن مجید میں مذکور نہیں۔ قرآن نے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ ہاں حضورؐ نے فرمایا تھا۔ خدا نے آپ کے فرمانے کو اپنا وعدہ قرار دیا تھا۔ کیونکہ آپ کا ارشاد حکم الٰہی ہوتا تھا، الم تر الی الذین نهوا عن النجوی ثم یعودون (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنکو کانا پوسی سے منع کیا گیا تھا مگر وہ باز نہیں آئے)۔ اس آیت میں (نجوی۔ کانا پوسی) کے منع کرنے کو اپنا حکم بتایا ہے مگر تمام قرآن میں اس آیت کے نزول سے پہلے کہیں (نجوی) کی ممانعت نہیں آئی۔ حضور نے منع فرمایا تھا چونکہ وہ ارشاد بھی حسب حکم الٰہی تھا۔ اس لئے وحی خفی کی جگہ وحی جلی میں اس کی طرف اشارہ کر کے تاکید کی گئی۔

حدیث کلام رسول ہے

حدیث کے جو معنی جو مطلب جو مفہوم ہے وہ خدا کا حکم ہے، الفاظ و عبارت رسول کریمؐ کی ہے۔

چونکہ قرآن خدا کا کلام ہے اس لئے اعجاز نما ہے۔ نہایت جامع اور فصیح و بلیغ کلام ہے، دنیا کے فصحا و بلغا کے کلام موجود ہیں۔ عقلا حکما کے اقوال سے مجلدات پُر ہیں۔ فلسفیوں، مقننوں کی تصانیف سے ہزاروں کتابیں ہیں لیکن اُن میں کوئی ایک بھی ایسی نہیں جس پر صحیح اعتراضات قایم نہوئے ہوں جنکی مدلل و معقول تردید نہوئی ہو۔ ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا کہ ہر زمانے ہر ملک، ہر قوم کے مناسب حال ثابت ہوتا اور دنیا کا ساتھ دیتا۔ تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا کلام جو ہر حالت میں ہر جگہ کے لئے مفید ہو حشو و زوائد و عیوب سے پاک ہو کسی شاعر کسی شاعر کسی حکیم کسی فیلسوف کسی مقنن کا نہیں ہو سکتا اس لئے ایسا جامع اور مفید اور فصیح و بلیغ کلام جس کسی کا ہوگا وہ شخص ضرور مؤید من اللہ ہوگا۔ احادیث صحیحہ میں جو احکام و نصائح ہیں وہ آج چودہ صدی سے بغیر کسی دقت کے دنیا کا ساتھ دے رہے ہیں، اُن میں کوئی بیکار و ناقص ثابت نہیں ہوا۔ بہت سے مسلمان بزرگوں کے نصائح بھی ہیں لیکن ان کا اکثر حصہ زیادہ مدت تک کارآمد ثابت نہیں ہوا۔ بہت سے اماموں کے کلام ہیں لیکن اُن میں معترضین کو گنجائش ملی۔ امام بخاری کی عربیت پر اعتراض ہوئے۔ شیخ الرئیس ابو علی سینا کی عربیت پر اعتراض ہوئے لیکن احادیث رسول مقبول ؐ ایسا جامع اور فصیح کلام ہے کہ اس پر آج تک کوئی اعتراض نہ ہو سکا، اُوس کی ہمہ گیری اور لطافت کیا ہر ادب ہی پہچان سکتا ہے، چونکہ حضور کا کلام غایت درجہ فصیح و بلیغ اور جامع ہوتا تھا۔ اس لئے ائمہ فن نے یہ اُصول قرار دیا ہے کہ حدیث موضوع کی ایک شناخت یہ بھی ہے کہ اس میں صرفی نحوی غلطیاں ہوں۔ رکاکت لفظی ہو۔ غرض جو فصاحت و بلاغت اور ہمہ گیری حکمت تدبر احادیث میں ہے وہ کسی شاعر کسی حکیم کے کلام میں نہیں۔ خیر یہ تو علمی عقلی باتیں ہیں اور نہایت وسعت طلب مضمون ہے۔ یہاں صرف اشارہ کر دیا گیا ؎

اگر در خانہ کس است حرفے بس است

لیکن وہ مسلمان جو علمی نکات کو نہیں سمجھ سکتے کیونکر جانیں کہ حدیث کلام رسول ہے اُن کے لئے قطعی ثبوت و دلیل یہ ہے کہ جس سند سے ہم کو قرآن مجید پہونچا ہے ہم نے قرآن مجید کو جس سند سے

بھروسے پر کلام الٰہی تسلیم کیا ہے وہی سند ہم کو بتاتی ہے کہ حدیث کلام رسول ہے۔

ہم سے سلسلہ بسلسلہ تواتر کے ساتھ امام بخاری نے کہا کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا، اُن سے شیخ مکی بن ابراہیم نے کہا تھا۔ اُن سے امام ابو حنیفہ نے اُن سے شیخ حماد بن ابی سلیمان نے اُن سے امام ابراہیم نخعی نے اُن سے شیخ علقمہ بن قیس نے اُن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اور یہی بزرگ اسی سلسلہ سے اِسی طرح کہتے ہیں کہ حدیث کلام رسول ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم قرآن کے متعلق تو اُن کے قول کو صحیح سمجھیں اور حدیث کے متعلق غیر صحیح خیال کریں۔ اگر ہم ان بزرگوں کے اقوال کو غیر صحیح سمجھیں تو نہ کتاب ثابت ہوگی نہ رسالت،

حدیث قرآن سے ماخوذ ہے

امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے۔ ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں، اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے۔

حدیث کی ایک تقسیم یہ ہے کہ ایک قسم حدیث کی وہ بھی ہے جس کا تعلق قرآن مجید سے نہیں یہ مناقب و مثالب و قصص و پیشگوئی وغیرہ ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے۔ اس قسم دوم کی دو قسمیں ہیں۔ غیر احکامی اور احکامی۔ غیر احکامی کا تعلق قرآن مجید سے صرف اس قدر ہے کہ رسول کریم نے قرآن کے استعارہ کنایہ تشبیہ تعریض ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی جیسے بخاری و ترمذی کی احادیث باب التفسیر۔

احکامی وہ حدیثیں ہیں جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں یا عبادات سے یا معاملات سے غرض یہ قرآن مجید کی اُن لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہے کہ جو قرآن مجید میں بطور اسم کے یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں جیسے لفظ صلوٰۃ، زکوٰۃ وغیرہ مگر اُن کی ہیئتہ کذائیہ، اُن کے اجزاء، اُن کے مقادیر،

اُن کے اوقات بیان نہیں ہوئے یا اگر ہوئے تو محض التفات دلانے کیلئے بیان کئے گئے آنحضرت نے اُن کو کر کے یا فرما کے بتا دیا۔

ضرورت حدیث

اگرچہ عقاید، عبادت، اخلاق کے تمام ابواب قرآن مجید میں مذکور ہیں مگر وہ اُصول ہیں اُنکی توضیح، تفصیل، تحدید و تعیین کے لئے رسول کریمؐ کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے، اُن اصُول کی تفسیر جو منجانب اللہ ہیں تا حدِ امکان و تحمل بشری اسی شخص کا کام ہے جو ان اصول کو پیش کرتا ہے اور وہ جو تفسیر کرے گا وہ بھی اصل کلام کی طرح عقائد و اعمال کا جزو ہو جائے گی۔ صحابہ کے اقوال سے بھی حدیث کی یہی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عمران بن حصین صحابی سے ایک شخص نے کہا کہ آپ لوگ ایسی حدیثیں بیان کرتے ہیں جن کی اصل ہم کو قرآن میں نہیں ملتی۔ انہوں نے فرمایا کیا قرآن میں یہ تفصیل ہے کہ ہر چالیس درہم پر ایک درہم، اتنی بکریوں پر اتنی بکریاں، اتنے اونٹوں پر اتنے اونٹ زکوٰۃ دی جائے اُس نے کہا نہیں، آپنے فرمایا پھر تم نے کیوں کر کہا۔ تمنے ہم سے سُنا ہم نے رسول کریم سے سُنا (ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ)

اسلام کا قانون اساسی قرآن ہے اور قانون ثانوی حدیث ہے ہر قانون کی یہ کیفیت ہے کہ اس کی تشریح کی حاجت ہوتی ہے اور وہ لوگ اسکی شرح کرتے ہیں جو اس فن کے ماہر ہوتے ہیں اور جن کو اس کا منصب حاصل ہوتا ہے انکی وہ شرح خود قانون بنجاتی ہے، ضابطہ دیوانی، ضابطہ فوجداری جماعت آئین ساز بناتی ہے لیکن جج اپنے فیصلوں میں اسکی تشریح و تفسیر کرتا ہے اسکی وہ تشریح خود قانون بن جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام جب مبعوث برسالت ہوئے اور لوگ مسلمان ہونے شروع ہوئے، عرب کے نازیبا اخلاق و مراسم نہ خدا کو پسند تھے نہ رسول خدا کو، اور رسول کیا پسند کرتے آج تاریخوں میں دیکھو اُن کو کوئی بھلا آدمی بھی پسند نہیں کرتا۔ اِس لئے مسلمانوں کو فوراً ہر امر میں احکام کی ضرورت ہوئی قرآنمجید بتدریج نازل ہو رہا تھا۔ اس لئے اصحاب ہر کام کو اسی طرح کرتے تھے جسطرح حضورؐ کرتے تھے،

یا آپ سے دریافت کر لیتے تھے جس امر سے آپ منع فرماتے رُک جاتے تھے یہی حدیث ہے۔
اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسول کا طرز عمل وہی تھا جو جہال عرب کا تھا
یا یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا،
اور قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز روزہ حج
زکوۃ کوئی ایک رکن بھی مکمل نہیں ہو سکتا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم (آج تمہارا
دین کامل ہو گیا) صحیح نہیں قرار پا سکتی۔

سب انسان یکساں فہم و فراست، علم و قابلیت کے نہیں ہوتے۔ سب کی ضرورتیں بھی
یکساں نہیں ہوتیں۔ اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضور نے پیش کیا اس کے متعلق افہام
تفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہو اور آیت کو سنتے ہی ہر صحابی اُس کے کلی و جزئی احکام سے
باخبر ہو گیا ہو۔

ایسے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں کہ آیت کے اصل مفہوم کے خلاف کسی نے سمجھا،
بعد کو حضور نے اصلاح فرمائی جب آیت حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط
الاسود (جب تک نظر آئے تم کو دھاری سفید سیاہ دھاری سے) نازل ہوئی تو حضرت
عدی بن حاتم طائی صحابی نے ایک ڈورا رنگ کر رکھ لیا۔ صبح کو رسول کریم سے عرض کیا، آپ نے
فرمایا اس سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

صحابہ کو سمجھانے کے لئے حضور کو اکثر تشریح و تفسیر کرنی پڑتی تھی اور اس تفسیر و تشریح
کرنے کا حکم حضور کو خود خداوند ذوالجلال نے دیا ہے۔ انا انزلنا الیک الذکر لتبین
للناس ما نزل الیھم و لعلھم یتفکرون (اے رسول ہم نے یہ کلام تم پر اس لئے اتارا ہے
کہ تم اس کو خوب واضح کر کے سمجھا دو)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی جو تمام جزئیات پر حاوی ہو کیونکہ جزئیات
لامحدود ہیں اور یہ چودہ سو برس کا تجربہ ہے کہ قرآن مجید اور سینکڑوں کتابیں حدیث کی، اور

اور ہزاروں کتابیں تفسیر و فقہ کی موجود ہیں مگر جزئیات ابھی تک محصور نہیں ہوئے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی صورت نئی پیش آہی جاتی ہے، اس لئے حکیم مطلق نے ایسا جامع کلام نازل فرمایا جس میں اس قسم کے اصول ہیں جن سے ہر زمانے میں ہر ملک میں ہر قوم میں حسب ضرورت جزئیات کا حل ہوتا رہے گا۔ قرآن مجید کے اصول کی تشریح حدیث ہے اور حدیث کی تفسیر فقہ، جب یہ تینوں مل جائیں جب مسائل کی تکمیل ہوتی ہے اور ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم من طریق مالك بن انس عن ربیعة قال ان الله تبارك وتعالے انزل الیك الکتاب مفصّلاً وترك فیه موضعًا للسنة وسن رسول الله صلی الله علیه وترك فیها موضعًا للرای یعنی خدا نے مفصّل کتاب نازل فرمائی لیکن اس میں حدیث کے لئے جگہ باقی رکھی۔ اور رسول کریمؐ نے حدیث بیان فرمائی لیکن اس میں اجتہاد کے لئے گنجائش باقی رکھی، (در منثور)

اگر حدیث سے مدد نہ لیجائے تو نہ نماز کے اوقات کا صحیح تعین ہو سکتا ہے نہ رکعات وتکبیرات قراءت وادعیہ وغیرہ کا، اسی طرح دیگر ارکان ومسایل کا حال ہے۔

اگرچہ عقاید وعبادات، اخلاق ومعاملات وغیرہ کے تمام ابواب اصولاً قران مجید میں مذکور ہیں لیکن اُن کی توضیح وتفصیل، تحدید وتعیین کے لئے رسول کریمؐ کے اقوال وافعال کی ضرورت ہے، اسلئے وہ بھی قرآن مجید کی طرح مذہبی عقائد واعمال کا جزو ہیں ؎

اہل اسلام چو تحقیق سخن در گیرند — خس و خاشاک شک از عین یقین برگیرند
رونق کار خود از حضرت قران جویند — شاہد دین خود از قول پیمبر گیرند
اے خوشا قوم کہ اندر رہ دین گاہ سلوک — از احادیث نبی مرشد و رہبر گیرند
در مقامیکہ سخنہا رود از علم و عمل — ہر چہ آن غیر حدیث است نہ در خور گیرند
مطلب و معنی آثار و حدیث و اخبار — مجتہد انچہ بفرمود ہمان برگیرند
ناگزیر آمدہ بر خلق طلبان علم حدیث — شب تار یست بگو شمع منور گیرند

حدیث پر عمل کرنے کا حکم

ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (رسول جو تم کو حکم دے اسکو مضبوط پکڑو اور جس بات سے تمکو روکے فوراً رک جاؤ) صحابہ اس آیت کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ حدیث پر عمل کرنا لازم ہے چنانچہ تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی اور ایک عورت کا مکالمہ اس طرح مذکور ہے۔

عورت۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اُن عورتوں پر لعنت کرتے ہیں جو زینت کے لئے بال چنواتی ہیں اور دانت رتواتی ہیں۔

ابن مسعودؓ۔ ہاں

عورت۔ آپ کیوں لعنت کرتے ہیں

ابن مسعودؓ۔ جس پر قرآن میں لعنت موجود ہے اس پر لعنت کرنے میں مجھے کیا تامل ہو سکتا ہے،

عورت۔ میں نے بارہا قرآن پڑھا ہے قرآن میں یہ کہیں نہیں۔

ابن مسعودؓ۔ کیا تو نے نہیں پڑھا ما اتاکم الرسول الخ

عورت۔ ہاں پڑھا ہے مگر اس میں کہیں لعنت کا ذکر نہیں۔

ابن مسعود۔ رسول کریمؐ نے ان باتوں کو منع فرمایا ہے اور لعنت فرمائی ہے۔

ما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضے اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم، (جب خدا اور رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی صاحب ایمان کو عدم قبول کا حق نہیں) اِس آیت میں اللہ پاک نے صاف طور پر اپنے ساتھ رسول کو بھی آمر قرار دیا ہے۔

لا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ (نہیں حرام سمجھتے ان چیزوں کو جنکو اللہ اور رسول نے حرام کیا ہے۔

اللہ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے اُن کا ذکر قرآن میں ہے۔ رسول کو اُن کے حرام کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو حرام ہو ہی گئیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم کی حرام کی ہوئی چیزیں اُن کے علاوہ ہیں، اُن کا ذکر کہاں ہے؟ قرآن میں تو ہے نہیں، حدیث میں ہے اس لئے حدیث پر

عمل کرنا لازم ہے۔

ترک حدیث پر عتابِ الٰہی اور اُس کا خطرناک نتیجہ

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔
(جو لوگ رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں انکو ڈرنا چاہیے کہ کسی فتنہ یا عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں)

اس آیت کی تصدیق بعض اسلامی تاریخی واقعات سے ہوتی ہے۔ حضرت علی خلیفہ تھے، اور مجتہد صحابی تھے۔ جب انہوں نے امیر معاویہ سے فیصلہ کرنے کیلئے پنچایت قبول کرلی تو ایک گروہ حضرت علی کے خلاف ہوگیا اور ان کو (نعوذ باللہ) کافر کہنے لگا کیونکہ وہ تحکیم (پنچایت) کو نص قرآنی ان الحکم الا للہ (بس حکم اللہ ہی کا ہے) کے خلاف سمجھے۔ حدیث پر نظر نہ کی۔ حدیث کو چھوڑا۔ مجتہد کو چھوڑا، انجام یہ کہ چاہِ ضلالت میں گرے اور خارجی کہلائے۔

تاکید حفاظت حدیث

قرآن میں ارشاد ہے ما اٰتاکم الرسول فخذوہ (رسول جو حکم دے اس کو مضبوط پکڑو)
قبیلہ عبدالقیس کا وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعلیم حاصل کی۔ بوقت رخصت عرض کیا کہ حضور ہمارے راستہ میں کفار کے قبائل ہیں اس لئے ہم حضور کی خدمت میں سوائے اُن مہینوں کے حاضر نہیں ہو سکتے جن مہینوں میں عرب جنگ کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ حضور نے ان کو نماز، روزے وغیرہ کے احکام بتائے اور فرمایا احفظوہ واخبروہ من ورائکم (خود ان کو محفوظ کرلو اور دوسروں کو پہنچا دو۔

اجازت روایت حدیث

حدیث میں جو احکام ہیں وہ بھی منجانب اللہ ہیں اور حضور علیہ السلام تبلیغ پر مامور تھے اسلئے جس طرح آپ نے احکام قرآنی اُمت کو پہنچائے اسی طرح احکام حدیث پہونچائے۔ جس طرح آیندہ نسلوں کو قرآن پہنچانے کی تاکید فرمائی اسی طرح حدیث کی روایت کی اجازت دی۔ اگر حدیث نہ پہنچائی جاتی تو تبلیغ دین اور دین نامکمل رہتے۔ قرآن مجید میں حدیث پہنچانے کے متعلق صاف حکم ہے۔

ویعلمهم الکتاب والحکمۃ (رسول اُمت کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے) اسی طرح حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے چالیس حدیثیں پہونچائیں وہ علما میں محشور ہوگا اور نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ (خدا اس کو خوش رکھے جس نے ہم سے سُنا اور اس کو اسی طرح پہونچایا جیسے سُنا تھا) - ہاں حدیث کے متعلق دو باتوں کو منع کیا گیا ہے ایک یہ کہ کثرت سے حدیثیں روایت نہ کیجائیں یہ اس لئے کہ بعض حدیثوں کے احکام وقتی ہوتے تھے۔ بعض میں برعایت مصالح تغیر وتبدل ہوتا تھا۔ اس لئے حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی بہت ہیں۔ حدیثیں غیر احکامی بھی ہوتی تھیں اور حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں کسی ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے۔ یہ پابندی ممکن بھی نہ تھی اور مناسب بھی نہ تھی۔ بعض دفعہ ایسا ہوا ہے کہ کسی ضرورت پر کوئی حکم دیا گیا کچھ دنوں کے بعد پھر وہی ضرورت پیش آئی تو بلحاظ مصلحت وقت اس کے خلاف حکم دیا گیا۔ اسلئے کثرت روایت میں ان سب کا سامنے آجانا اختلاف وافتراق کا سبب ہو سکتا تھا۔ اور کثرت روایت میں غیر احکامی حدیثیں جو مفید عام نہ تھیں عوام کے سامنے آجاتیں جو ممکن ہے کہ ان کے خلجان کا باعث ہوتیں۔ کثرت روایت کے ممانعت کا حکم زیادہ تر انہیں سے متعلق ہے۔ اس لئے حضور کا ارشاد ہے ایاکم وکثرۃ الحدیث عنی (مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کرو) گویا روایت کی اجازت ہے کثرت کی ممانعت ہے۔ کثرت روایت میں یہ بھی خرابی تھی کہ ہر کوئی روایت کرنے لگتا۔

صحابہ کے اقوال سے بھی یہ حکم غیر احکامی حدیثوں سے متعلق ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جن حدیثوں میں تمہارا فائدہ تھا میں نے تم سے بیان کر دیں (صحیح مسلم) حضرت عمرؓ نے بھی اسی قسم کی احادیث کی روایت کو روکا تھا۔ قال ابوھریرۃ لما ولی عمرؓ قال اقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا فیما یعمل بہ (ابوہریرہ نے کہا کہ جب عمر خلیفہ ہوئے تو حکم دیا کہ جو حدیثیں احکام سے متعلق نہیں کم روایت کیجائیں۔ مصنف عبدالرزاق) حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے ما انت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان

لبعضھم فتنة۔ (جب تم ایسی حدیثیں بیان کروگے جو لوگوں کی عقل میں نہ آتی ہوں گی تو بعض لوگ فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ مقدمہ صحیح مسلم)۔

ان غیر احکامی حدیثوں میں بعض سیاسی حالات سے متعلق تھیں۔ بعض معاشرت و معاملات سے متعلق تھیں۔ بعض کا تعلق مذاہب مختلفہ کے معتقدات سے تھا۔ بعض میں پیچیدہ مسائل و امور تھے۔ دوسری ممانعت جھوٹی حدیثوں کی روایت کرنے کی ہے وحدثوا عنی فلاحرج ومن کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (حدیث بیان کرو لیکن جس کسی نے میری طرف دانستہ جھوٹ کی نسبت کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ صحیح مسلم)۔

غرض حدیثوں کے روایت کرنے کی حضور نے اجازت دی ہے۔ کثرت روایت کو منع فرمایا ہے یہ ممانعت غیر احکامی احادیث سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اکثر واقعات سے ثابت ہے کہ صحابہ حضور کے عہد میں حدیثیں روایت کرتے تھے۔ حضرت سمرہ ابن جندب نے فرمایا کہ میں حضور سے حدیثیں یاد کرتا تھا اور ان کو بیان کرتا تھا اور کوئی چیز مجھکو منع نہ کرتی تھی (اسد الغابہ)

بعض ایسے صحابہ سے روایت حدیث کا سلسلہ ہے جو حضور کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے جیسے زید بن حارثہ، اس سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ روایت حدیث کا سلسلہ حضور کی حیات میں جاری تھا۔

اجازت تحریر حدیث

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات و سنن میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اپنے بعض احکام میں ضرورت و مصلحت کے موافق تغیر و تبدل فرما دیتے تھے، کتب سیر میں ایسی مثالیں ملتی ہیں مثلاً متعہ کی حلت و حرمت۔ اس لئے ائمہ اسلام نے یہ اصول قرار دیا ہے کہ آخر زمانے کی حدیثیں قابل عمل ہیں۔

ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر واقع ہو رہا تھا۔ قرآن مجید بتدریج نازل ہو رہا تھا اس لئے حضور کا یہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص غلطی سے حدیث کے جملوں کو

آیت قرآن کا جزو سمجھکر شامل قرآن کرے اس لئے حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا لا تکتبوا عنی الخ یعنی مجھ سے قران کے سوا اور کچھ نہ لکھوا ور اگر کسی نے لکھا ہو تو مٹا ڈالے (صحیح مسلم)

جب اسلام کثرت سے شائع ہو گیا، قرآن کے بہت سے حافظ ہو گئے، نو مسلموں کی تعلیم کا انتظام ہو گیا۔ اصحاب صفہ کا مدرسہ قایم ہو گیا تو یہ خطرہ نہ رہا۔ آپ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے فرمایا جو کچھ سنا کرو لکھ لیا کرو۔ اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (اصابہ وطبقات ابن سعد وابوداؤد وبخاری) - ایک انصاری نے عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر یاد نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کام لو یعنی لکھ لیا کرو (ترمذی) انہیں آخری احکام کے موافق حضور کا اور صحابہ کا عمل ثابت ہے۔

حضور نے خود حدیث لکھائی ہے اور صحابہ نے لکھی ہیں.

اجازت تعلیم حدیث

حضور نے فرمایا ہے (ما حدثکم ابن مسعود یعنی ابن مسعود سے حدیث سیکھو۔ ترمذی)

ابو ہارون عبدی نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابو سعید خدری کے پاس گئے تو انہوں نے ہم کو مرحبا کہا اور کہا کہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ لوگ تمہارے پاس دنیا کے گوشہ سے علم حاصل کرنے آئیں گے تم اُن کے ساتھ بھلائی کرنا (ترمذی)

امام حسن بصری نے بیان کیا کہ ہم حضرت ابو ہریرہ کی عیادت کو گئے۔ بہت آدمی اُن کے گھر میں جمع ہو گئے تو انہوں نے پاؤں سکیڑ لئے اور کہا کہ ہم لوگ رسول کریم کی خدمت میں گئے تو آپ لیٹے ہوئے تھے ہم لوگوں کو دیکھا تو اسی طرح پاؤں سکیڑ لئے اور فرمایا کہ میرے بعد تمہارے پاس لوگ تحصیل علم کے لئے آئیں گے تم ان کو مرحبا کہنا، تحیت دینا، علم سکھانا (ابن ماجہ)

یوم النحر اور ماہ ذی الحجہ کی حرمت کے متعلق بخاری میں حدیث ہے کہ رسول کریمؐ نے آخر میں فرمایا (الیبلغ الشاھد الغائب فان الشاھد عسیٰ ان یبلغ من ھو اوعی له منه۔ جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچا دیں سُنا دیں)

وفد قبیلہ عبد القیس سے آپ نے فرمایا احفظوہ واخبروہ من ورائکم یعنی جو مجھ سے سُنا ہے اس کی حفاظت کرو، اور دوسروں کو سُنا دو (بخاری کتاب العلم)

مالک ابن حویرث کو ارشاد فرمایا ارجعوا الی اھلیکم فعلموھم اپنے گھر کو واپس جاؤ اور لوگوں کو سکھاؤ

عہد رسالت میں حدیث کے کم لکھے جانے کی وجہ

(۱) قدیم زمانے میں دنیا کے ہر خطہ میں تعلیم کا رواج کم تھا، ہر ملک میں پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد قلیل تھی۔ عرب چونکہ جہالت کا مرکز تھا اس لئے اس ملک میں بہت کم خواندہ آدمی تھے رسول کریم کے ابتدائی زمانہ میں عرب کے سب سے بڑے اور سب سے معزز قبیلہ قریش میں سترہ اشخاص خواندہ تھے۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی مرتضیٰ اور اور چند اشخاص، اور ایک عورت شفا بنت عبداللہ (فتوح البلدان)

حضور علیہ السلام نے لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ مدینہ میں مسجد نبوی میں مدرسہ قائم کیا۔ جنگ بدر ۲ھ ہجری میں جو کافر اسیر ہوئے اُن میں بعض سے یہ فدیہ ٹھیرایا کہ ہر قیدی دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ حضرت زید بن ثابت کاتب رسول کریم نے اسی سلسلہ میں تعلیم حاصل کی (طبقات ابن سعد)

(۲) اہل عرب نہایت قوی الحافظہ تھے، ان کو اپنی قوت حافظہ پر ناز تھا۔ وہ تمام اشعار اور قومی روایات کو صحت کے ساتھ یاد رکھتے تھے، یہاں تک کہ ایک ایک شخص اپنے اونٹ کا سلسلہ سو سو پشت تک گنا جاتا تھا چونکہ ان کو اپنے حافظہ پر کامل بھروسہ تھا اسلئے تحریر پر زبانی یادداشت کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض ائمہ حدیث نے بھی زبانی روایت کو تحریری روایت پر ترجیح دی ہے۔

(۳) قرآن مجید کے حفظ کرنے اور لکھنے کا شوق عام تھا۔

(۴) جنگ و جہاد کا بے پایاں سلسلہ قایم تھا۔

(۵) تبلیغ و تنظیم کے ضروری انتظامات درپیش تھے۔

(۶) حضور علیہ السلام خود موجود تھے اس لئے ہر شخص مطمئن تھا کہ جو ضرورت ہو گی دریافت کر لیا جائے گا۔

(۷) حالات میں جلد جلد تغیر ہو رہا تھا اس وجہ سے بربنائے مصلحت وقت بعض قرار دادوں میں تبدیلی ہوتی تھی۔

ایسی ضروری اور بے نہایت مشاغل، ایسی پریشاں حالی میں حدیث کی طرف کافی توجہ کرنا مشکل تھا پھر بھی حدیث کا بہت کچھ تحریری ذخیرہ حضور کے عہد میں موجود تھا۔

حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد رسالت میں

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ اس میں ایکہزار حدیثیں تھیں (بخاری۔ اصابہ۔ طبقات ابن سعد۔ ابو داؤد)

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں، ان کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے اس صحیفہ اور قران کے سوا اور کچھ نہیں لکھا (ابو داؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں (بخاری۔ تقیید العلم۔ تدریب الراوی)

(۴) تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ اور فرامین جو حضور نے قبایل کو بھیجے تھے۔ (ابن ماجہ و طبقات ابن سعد)

(۵) خطوط جو آنحضرت نے سلاطین و امراء کے نام ارسال فرمائے تھے (بخاری۔ تذکرۃ الحفاظ)

(۶) فہرست اصحاب جن میں پندرہ سولہ اصحاب کے نام تھے (بخاری)

(۷) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ابو شاہ یمنی صحابی نے عرض کیا کہ یہ مجکو لکھا دیجئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا اکتبوا لابی شاہ۔ ابو شاہ کے لئے لکھدو۔ (ابو داؤد کتاب المناسک، بخاری باب کتابت العلم)

(۸) کتاب الصدقہ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی والی بحرین کو لکھائی تھی۔ یہ دو صفحہ تھے، اس میں زکوۃ کے احکام تھے۔ یہ اور امراء کو بھی بھیجا گیا تھا۔ (دار قطنی۔ کتاب الزکوۃ و مسند احمد بن حنبل)

یہ تحریر خلیفہ عمر و بن عبد العزیز نے آل حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی (دار قطنی)

(۹) محصلین زکوۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریرات تھیں (دار قطنی)

(۱۰) عمرو بن حزم کو جب حاکم یمن مقرر کیا تو ایک تحریر لکھا دی جسمیں فرائض۔ صدقات، دیات، طلاق، عتاق، صلوٰۃ، مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ (کنز العمال و مسند احمد بن حنبل و مستدرک)

(۱۱) عبد اللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جس میں مردہ جانوروں کے متعلق احکام تھے (معجم صغیر طبرانی)

(۱۲) وائل بن حجر صحابی کو حضورؐ نے نماز، روزہ، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھا دئے تھے (معجم صغیر)

(۱۳) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت کے تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جسمیں شوہر کی دیت کا حکم تھا (دار قطنی) اشیم نام تھا اس مقتول کا جسکی بیوی کو شوہر کی دیت دلا یکا فرمان تحریر کرایا تھا (ابو داؤد)

(۱۴) حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر یمن بھیجی گئی جس میں سبزیوں ترکاریوں پر زکوۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دار قطنی)

(۱۵) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے اس کے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی (مسند احمد)

(۱۶) حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ لکھا تھا جو اُن کے بیٹے کے پاس تھا (جامع)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری) اس میں ۲۴۷ سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں (تدوین حدیث ص۱۵) یہ بصورت ملاطفہ تھا (جس طرح قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ لیتے تھے)

(۱۸) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۱۹) سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں (اسد الغابہ)

(۲۰) سمرہ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا (تہذیب التہذیب)

(۲۱) عبداللہ بن ربیعہ بن مسعود اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں (تہذیب التہذیب)

(۲۲) ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں (شرح بلوغ المرام)

اِن بائیس نمبروں میں سے نمبر ا و ۸ مستقل ضخیم تالیفات ہیں۔ نمبر ا لغایت ۱۳ کا ذکر والد ماجد نے ایک مختصر مضمون میں کیا تھا جو تحریر حدیث کے متعلق سنہ ۱۹۰۰ء میں لکھا تھا۔ یہ اس موضوع پر اُردو میں پہلا مضمون تھا۔ نمبر ا لغایت ۶ کا تذکرہ مولوی شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں کیا ہے۔ نمبر ا لغایت ۱۷ کی نشاندہی مولانا سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس سنہ ۱۹۲۵ء میں کی ہے اس پر پانچ نمبروں کا اضافہ خاکسار نے کیا ہے یہ تمام صاجونکی سرسری تلاش کا نتیجہ ہے اگر زیادہ کدو کاوش سے کام لیا جائے تو مزید تحریرات کا پتہ چل سکتا ہے۔ نمبر ۵ میں سے بعض اب تک اصل موجود ہیں۔ باقی بعد کی تالیفات میں مدغم ہو گئیں۔

صحابہ نے تحریر حدیث میں ابواب و فصول قائم نہیں کئے بلکہ جو حدیث سنی وہ لکھ لی تعجب ہے کہ سرسید نے خطبات احمدیہ میں اور نواب محسن الملک نے اپنی کتاب تقلید و عمل بالحدیث میں کیونکر لکھدیا کہ حدیث کی تحریر اور اس پر تالیف دو صدی بعد عمل میں آئی۔ اگر ان کو مرقومہ بالا فہرست میں سے کسی تحریر کا حال معلوم نہ تھا تو کیا امام مالک کی مشہور و متداول کتاب موطا سے جو سنہ ۱۴۰ھ کی تصنیف ہے بھی واقف نہ تھے، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کی تالیفات کو بھی نہ جانتے تھے۔ اس تحقیقات میں اُن سے موسیو سیدیو ہی اچھا رہا کہ اس نے امام زہری کو حدیث کا پہلا مصنف قرار دیا ہے (تاریخ موسیو سیدیو) امام زہری قرن اوّل پہلی صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔

مشہور معترض اسلام سر ولیم میور نے حدیثوں کی مخالفت میں بہت کچھ زور لگایا ہے، لیکن اُس نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ بعض صحابہ کے پاس آنحضرت کی احادیث کی تحریری یادداشتیں تھیں۔ (لائف آف محمد)

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) انکو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم (تمام زمانوں میں سے میرے زمانے کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے)

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے سنہ ۱۱۰ ہجری تک۔ یہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے۔

قرن دوم۔ سنہ ۱۱۱ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک۔ یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک۔ یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کی مدت سنہ ۲۶۰ھ تک لکھی ہے۔ غرض سنہ ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ اس لئے ہم نے سنہ ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک کے زمانے کو عہد اختلافی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

- علوم شریعت کی جو کچھ تکمیل ہوئی ہے وہ بزرگان قرون ثلاثہ ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے انہیں قرون کے مستند بزرگوں کے اقوال و افعال لائق حجت سمجھے گئے کیونکہ قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کے متعلق حضور کا ارشاد ہے ثم یفشو الکذب (پھر جھوٹ پھیل جائے گا)

ہم نے اس کتاب میں محدثین و مصنفین کا ذکر کرنے میں یہ اصول رکھا ہے کہ۔

قرن اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی سنہ ۱۷۰ھ تک جنکی وفات ہوئی وہ قرن اوّل کے رجال تھے۔

قرن دوم کے رجال سنہ ۲۲۰ھ تک۔

قرن سوم کے رجال سنہ ۲۶۰ھ تک۔

عہد اختلافی کے رجال سنہ ۳۰۱ھ تک۔

اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ سنہ ۳۰۱ھ تک ہے اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف شاید

دو ایک مثالیں مل سکیں۔ بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے

صحابہ کا شوق حدیث

حضرت عمر فاروق مدینہ سے چند میل فاصلہ پر عوالی میں رہتے تھے اس لئے ضروریات کی وجہ سے روزانہ حاضر دربار رسالت نہ ہو سکتے تھے، انہوں نے روزانہ حضور علیہ السلام کے اقوال وافعال پر اطلاع پانے کی یہ سبیل کی تھی کہ ایک دن خود آتے ایک دن اپنے ہمسایہ حضرت عتبان بن مالک کو بھیجدیتے وہ جو کچھ سنتے اور دیکھتے اُن سے جا کر بیان کر دیتے۔ (بخاری کتاب العلم)

ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے بعد نماز اُن سے حضور نے کچھ فرمایا جسکو الا صحابہ نہ سُن سکے جب وہ حضور کی خدمت سے واپس ہوئے تو صحابہ نے ان کو گھیر لیا کہ حضور کا ارشاد معلوم کریں۔ (ابن ماجہ)

ایک صحابی ایک حدیث معلوم کرنے کے لئے سینکڑوں کوس کا سفر کر کے حضرت فضالہ ابن عبید گورنر مصر کے پاس پہونچے۔ (ابو داؤد کتاب الترجل)

حضرت جابر بن عبداللہ ایک مہینہ کا سفر کر کے مصر پہونچے اور حدیث قصاص حضرت عبداللہ بن انیس جہنی مقیم مصر سے معلوم کی۔ (حسن المحاضرہ)

حضرت ابوہریرہ رسول کریم سے سوالات کیا کرتے تھے۔ حضور اُن کو جواب دیا کرتے تھے۔ ایکمرتبہ فرمایا تم حدیث کے بڑے حریص ہو۔ (بخاری کتاب العلم)

ام المؤمنین حضرت میمونہ حضرت عبداللہ بن عباس کی خالہ تھیں۔ عبداللہ بن عباس اُن کے یہاں اسی وجہ سے سویا کرتے تھے کہ رسول کریم کی نماز شب کی کیفیت معلوم کریں (ابوداؤد)

امیر معاویہ نے حضرت عبداللہ بن شبل کو لکھا کہ تم جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو مجکو حدیث سناؤ۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابن الحنظلہ ایکمرتبہ حضرت ابوالدرداء کے قریب ہو کر گذرے حضرت ابوالدرداء نے

کیا کچھ فرمایا ہے انہوں نے حدیث سنائی۔ حضرت ابوالدرداء بہت مسرور ہوئے (ابوداؤد)

محدثین و مورخین اسلام کے علاوہ اُن غیر محققین نے بھی جو اسلام پر اعتراض کرنے میں مشہور ہیں صحابہ کے شوق حدیث کا ذکر کیا ہے۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے کہ رسول کے زمانہ میں بھی اور آپ کے بعد بھی لوگ آپ کے حالات کو شوق سے یاد کرتے تھے۔ (لائف آف محمد)

صحابہ میں حفاظت حدیث

اقوال و افعال تو بڑی چیز ہیں صحابہ نے رسول کریم کے حرکات و اشارات کو بھی محفوظ کیا ہے حضرت اغر مزنی فرماتے ہیں کہ ہم نے ایکبار گنا تو حضور نے ایک نشست میں سو دفعہ استغفار فرمایا (ابوداؤد) اور اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں۔

حضرت ابوہریرہ نے رات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا۔ ایک ثلث میں عبادت کرتے تھے ایک ثلث میں آرام کرتے تھے۔ ایک ثلث میں حدیثیں حفظ کرتے تھے (مسند دارمی)

حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ہے کہ ہمنے حدیثیں سُنکر یاد کر لی تھیں (مسند دارمی)

حضرت سمرہ بن جندب نے فرمایا ہے کہ میں رسول کریم سے حدیثیں یاد کیا کرتا تھا (اسد الغابہ)

حضرت سائب بن خلاد اور حضرت عقبہ بن عامر جہنی دونوں نے رسول کریم سے ایک حدیث سنی تھی، کچھ دنوں کے بعد حضرت سائب کو اس میں کچھ شک ہوا تو اس کی تصحیح کے لئے مصر کا سفر کیا اور وہاں پہونچکر اُن سے حدیث سُنی۔

حضرت عائشہ سے جب کوئی حدیث بیان کرتا تو وہ کچھ طویل زمانہ چھوڑ کر اُس سے پھر اُس حدیث کو دریافت کرتیں کہ وہی الفاظ بیان کرتا ہے یا کچھ تغیر کرتا ہے۔

ایک صحابی ایک حدیث کی تصحیح کے لئے مدینہ سے سفر کر کے مصر حضرت فضالہ بن عبید کے پاس پہونچے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ایک حدیث کی تصحیح کیلئے ایک مہینہ کا سفر کر کے حضرت عبداللہ بن انیس کے پاس شام پہونچے۔

غرض صحابہ حدیث کو لکھتے بھی تھے۔ حفظ بھی کرتے تھے۔ ایک ایک راوی سے دو دو بار وقفہ

دیگر دریافت کرتے تھے۔ ذرا شک و شبہ ہونے پر اس کی تصحیح کی پوری سعی کرتے تھے

قبولِ حدیث میں صحابہ کی احتیاط

حضرت ابوبکر کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے دادی کی میراث کے متعلق حدیث بیان کی تو حضرت ابوبکر نے فرمایا گواہ لاؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے شہادت دی جب حضرت ابوبکر نے وہ حدیث قبول کی (ابوداؤد)

حضرت عمر کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ نے دیت اسقاط حمل کی حدیث بیان کی۔ حضرت عمر نے شہادت طلب کی حضرت محمد بن مسلمہ نے شہادت دی جب حضرت عمر نے وہ حدیث قبول کی (ابوداؤد)

ایکمرتبہ حضرت ابوموسی اشعری حضرت عمر سے ملنے گئے۔ تین بار اذن طلب کیا، جواب ملا لوٹ آئے۔ حضرت عمر نے اُن سے واپسی کے متعلق جواب طلب کیا انہوں نے کہا رسول کریم نے فرمایا ہے کہ تین بار اذن طلب کرنے پر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ۔ حضرت عمر نے فرمایا اس پر شہادت لاؤ۔ ابوسعید خدری نے شہادت دی۔ تب حضرت عمر نے قبول کیا اور حضرت ابوموسی سے کہا میں تم کو متہم کرنا نہیں چاہتا تھا یہ احتیاط اس لئے ہے کہ لوگ جھوٹی روایت کرنے پر دلیر نہ ہوجائیں لیکن حضرت ابی بن کعب نے اس تشدد پر کہا، عمر! رسول کریم کے اصحاب کی جان کا عذاب نہ بنو (ابوداؤد)

حضرت عائشہ نے بھی اس احتیاط کی ایک وجہ بیان فرمائی ہے انکم لتحدثون عن غیر کاذبین ولا مکذبین ولکن السمع یخطی۔ یعنی۔ نہ تم جھوٹے ہو نہ تمہارے راوی جھوٹے ہیں لیکن کان غلطی کرجاتے ہیں (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک روایت سُنکر حضرت عائشہ نے ایسا ہی فرمایا اما انہ لم یکذب ولکنہ نسی او اخطأ (انہوں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ بھول گئے یا غلطی کی) مسلم

ایکمرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان کی

حضرت عائشہ نے ایک سال کے بعد پھر ان سے وہ حدیث دریافت کی انہوں نے اسی طرح بیان کی تو حضرت عائشہ نے فرمایا خدا کی قسم عبداللہ کو بات یاد رہی (بخاری)

حضرت فاطمہ بنت قیس نے حضرت عمر سے بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجکو طلاق دیدی تھی تو رسول کریم نے مجکو سکنی سے محروم کردیا تھا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کو ایسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی (ابوداؤد)

ایک مرتبہ بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ایک حدیث بیان کی حضرت عبداللہ بن عباس متوجہ نہوئے۔ بشیر نے کہا ابن عباس! میں حدیث بیان کرتا ہوں تم توجہ نہیں کرتے۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ ہماری پہلے یہ حالت تھی کہ جب کوئی حدیث بیان کرتا تو ہم ہمہ تن گوش ہوجاتے تھے لیکن جب سے لوگوں نے نیک و بد کی تمیز اٹھادی ہم انہیں حدیثوں کو سنتے ہیں جن کو خود بھی جانتے ہیں (مقدمہ صحیح مسلم) یعنی جن کی صحت پر باعتبار روایت و درایت اطمینان ہوتا ہے۔

حضرت علی کے سامنے جب کوئی حدیث بیان کرتا تو آپ اس سے قسم لیتے (ابوداؤد)

امیر معاویہ نے حکم دیا تھا کہ حضرت عمر کے زمانہ کی حدیثوں کا زیادہ اعتبار کیا جائے کیونکہ وہ اس معاملہ میں لوگوں کو ڈراتے رہتے تھے (صحیح مسلم)

حضرت عمرو بن امیۃ الضمری ایک چادر خرید رہے تھے کسی نے پوچھا کیا کروگے کہا صدقہ کروںگا حضرت عمر فاروق سنتے آرہے تھے بعد کو ان سے پوچھا وہ چادر کیا کی انہوں نے کہا میں نے اپنی بیوی پر صدقہ کردیا کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ بیوی کو جو کچھ دوگے صدقہ ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا کہ رسول کریم پر افترا نکرو اور ان کو حضرت عائشہ کے پاس لائے۔ حضرت عائشہ نے اس روایت کی تصدیق کی جب حضرت عمر کو اطمینان ہوا (مسند ابوداؤد طیالسی)

بیان حدیث میں صحابہ کی احتیاط

چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ جو میری طرف جھوٹی روایت منسوب کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہے اس لئے صحابہ حدیث روایت کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور قال رسول اللہ کہتے ہوئے گھبراتے تھے، بعض اصحاب حدیث بیان کر کے یہ الفاظ کہتے تھے کہ یہ یا اس کی مثل یا جیسا رسول کریم نے ارشاد فرمایا ہو۔ (بخاری کتاب العلم و مسند داری)

بعض اصحاب اس خوف سے کہ کہیں کچھ کمی بیشی بیان میں نہ ہو جائے روایت ہی نہ کرتے تھے۔

عمر بن میمون کا بیان ہے کہ میں ہر جمعرات کو حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ میں نے کبھی ان کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ آنحضرت نے یوں فرمایا ہے ایکدن اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے تو دفعتاً سر جھکا لیا پھر میری نظر اُن پر پڑی تو دیکھا کہ کھڑے ہیں قمیص کی گھنڈیاں کھلی ہیں آنکھوں آنسو ڈبڈبائے ہیں گلے کی رگیں پھولی ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ آنحضرت نے یوں فرمایا ہے یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم یا مثل اس کی (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن مسعود جب قال رسول اللہ کہتے تو بدن کانپنے لگتا (تذکرہ وہبی)

حضرت زید بن ارقم نے روایت حدیث کرنا ترک کر دیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں بھولنے لگا۔ ممکن ہے کہ مجھ سے کوئی کمی بیشی ہو جائے (شرح بزدوی)

حاطب کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ میں حضرت عثمان سے بہتر اور کامل حدیث بیان کرنے والا نہیں دیکھا مگر اس پر بھی وہ حدیث کے الفاظ بیان کرتے ہوئے ڈرتے تھے (طبقات ابن سعد)

حضرت عمر سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے فرمایا کہ اگر مجکو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حدیث میں شاید مجھ سے کمی بیشی ہو جائے تو میں ضرور تم سے حدیث بیان کرتا (طبقات ابن سعد)

صالح کا قول ہے کہ میں نے حضرت جابر بن زید صحابی کو کبھی کسی حدیث کو رسول کریم کی طرف نسبت کرتے نہیں سنا اس خیال سے کہ شاید روایت میں کچھ تغیر ہو تو حضور کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹ کا ارتکاب ہو (مسند داری)۔

حضرت صہیب صحابی نے لوگوں سے کہا آؤ میں اپنے غزوات بیان کروں لیکن رسول کریمؐ سے روایت نکروں گا (طبقات ابن سعد)

حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ میں حدیث روایت کروں تو مجھے یہ گوارا ہے کہ مجھپر آسمان پھٹ پڑے بہ نسبت اسکی کہ آپ کی طرف اس حدیث کا انتساب کروں جسکو آپ نے نہیں فرمایا۔ (مسلم)

روایت حدیث سے صحابہ کی غرض

حدیث بیان کرنے سے صحابہ کا مقصد اشاعت اقوال رسول اور ہدایت اُمت تھا۔ صحابہ مستغنی المزاج، پاک نفس، نیک ذات تھے وہ حب جاہ یا طلب مال کی ہوس میں مبتلا نہ تھے اور نہ بیان حدیث اور ان مقاصد سے کوئی زیادہ تعلق تھا۔ کسی ایک صحابی کے متعلق بھی کسی نے آجتک یہ بیان نہیں کیا کہ روایت حدیث کے بدلے میں کسی سے کچھ مال لیا ہو یا کسی اور فائدہ کی توقع کی ہو۔ وہ دنیوی جاہ و مال سے اس قدر بچنے والے تھے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب بیعت خلافت ہونے لگی تو ابوبکر نے عمر کو اور ابوعبیدہ کو کہا۔ انہوں نے ابوبکر کو کہا اگر ان کو ذرا بھی حب جاہ ہوتی تو اس اصرار کی نوبت نہ آتی۔

حضرت ابوبکر نے بوقت وفات اپنے بیٹے یا کسی رشتہ دار کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا بلکہ شخص غیر حضرت عمر کو۔

حضرت عمر نے بوقت نامزدگی خلافت سے اپنے لائق بیٹے کو علیحدہ رکھا اور خلافت کے انتخاب کو چند اشخاص غیر میں محصور کر دیا۔ حضرت عمر نے جن لوگوں کو قابل خلافت سمجھکر نامزد کیا تھا ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی تھے انہوں نے بوقت شوریٰ دست برداری اختیار کرلی جنگ صفین کے بعد لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو خلیفہ بنانا چاہا انہوں نے صاف انکار کر دیا اس مقدس جماعت میں سے جن حضرات نے حکومت کی خدمت کو اختیار کیا۔ اس میں اپنا مفاد مدنظر نہ رکھا بلکہ خدمت امّت و اسلام۔ ایسی نیک نفس جماعت کے متعلق سوائے اس کے کوئی خیال قایم نہیں کیا جاسکتا کہ روایت حدیث سے ان کی غرض تبلیغ احکام تھی اور ایسا ہی اکثر

واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت معقل بن یسار جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو اُن کی عیادت کیلئے حضرت عبداللہ بن زیاد گئے۔ حضرت معقل نے اُن سے کہا کہ اگر میں مرض الموت میں مبتلا نہ ہوتا تو ہرگز روایت نکرتا۔ اب تم کو ایک حدیث سُناتا ہوں۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جو امیر مسلمانوں کی خیر خواہی نکرے گا وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم)

ایک صحابی نے وفات کے وقت حدیث روایت کی اور کہا کہ میں صرف حصول ثواب کے لئے روایت کرتا ہوں (ابوداؤد)

روایت اصحاب

حضور علیہ السلام نے صحابہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے الصحابۃ کلھم عدول یعنی صحابہ سب ثقہ ہیں (روایت حدیث میں) اور آج تک باوجود ہر قسم کی چھان بین کے کسی صحابی کا جھوٹی روایت کرنا ثابت نہیں ہوا اس لئے صحابہ پر جرح نہیں کی جاتی۔

صحابہ کا عمل حدیث پر

حضور کے عہد میں جو لوگ حاضر تھے وہ آپ کو دیکھکر یا آپ سے دریافت کرکے عمل کرتے تھے، جو حاضر نہ ہوتے تھے وہ قرآن و سنت میں تلاش کرکے عمل کرتے تھے۔ چنانچہ حضور جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ فرمانے لگے تو اُن سے دریافت فرمایا کہ کوئی مسئلہ پیش آگیا تو کیا کروگے معاذ نے جواب دیا کہ قرآن و سنت سے جواب دوں گا۔ اس میں نہ پاؤں گا تو اجتہاد کروں گا۔ (بخاری و ترمذی) قرآنمجید میں بھی جابجا سنت پر عمل کرنے کی تاکید ہے (فاتبعونی۔ میرا اتباع کرو)

حضور کے بعد تمام اصحاب بالخصوص خلفائے راشدین کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو اوّل قرآن میں تلاش کرتے پھر حدیث میں۔ اگر خود حدیث نہ معلوم ہوتی تو دوسروں سے دریافت کرتے۔ تمام کتب احادیث و سیر میں منقول ہے کہ حضور کی وفات کے بعد جب حضور کے دفن کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت ابوبکر نے حدیث سُنا کر اس اختلاف کو رفع کیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو حدیثیں ہی پیش ہوئیں اور

اسی پر فیصلہ ہوا۔ حضرت ابوبکر کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب وسنت پر نظر کرتے اگر اس میں نہ پاتے تو مسلمانوں سے مشورہ کرتے۔ (مسند دارمی)

حضرت عمر کی رائے ہوئی کہ بیوی شوہر کی دیت میں حصہ نہیں پاسکتی۔ حضرت ضحاک بن سفیان نے کہا کہ رسول کریم نے اشیم انصاری کی بیوی کو شوہر کی دیت دلوائی تھی۔ (ابوداؤد)

ایک بار ابومریم ازدی امیر معاویہ کے پاس آئے۔ امیر کو ان کا آنا گراں گزرا۔ اور کہا کہ میں تمہارے آنے سے خوش نہیں ہوا۔ ابومریم نے کہا کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جو مسلمانوں کا والی ہو اگر وہ مسلمانوں کی حاجتوں سے آنکھ بند کرے تو اللہ قیامت کے دن اسکی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا یہ سنکر امیر نے لوگوں کی حاجت براری کے لئے ایک مستقل افسر مقرر کر دیا۔ (ابوداؤد)

یہ سب موقعے ایسے تھے کہ اگر حدیث کوئی چیز نہ ہوتی۔ اگر حدیث پر عمل ضروری نہ ہوتا تو صاف کہدیا جاتا کہ یہ کوئی چیز نہیں خصوصاً سقیفہ بنی ساعدہ کا معاملہ کہ ایک عظیم الشان قوم اپنی قومی سلطنت قایم کرنا چاہتی ہے اور پھر ایک قلیل التعداد جماعت کے سامنے صرف دو چار جملے سن کر سر نیاز خم کر دیتی ہے ایسے موقعوں پر تو کج بحثی سے بہت کچھ گنجایش نکل آتی ہے۔

یہ ایک صاف بات ہے کہ ماتحت حکام کے سامنے جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا ہے تو اوّل تو وہ قانون میں تلاش کرتے ہیں پھر حکام بالا دست کے نظائر دیکھتے ہیں۔ ہر خاندان کے لوگ اپنے بزرگوں کی روایات پر نظر کرتے ہیں۔ ہر مذہب والے اپنے متقدمین کے اقوال و افعال کو سند گردانتے ہیں۔ اگر بزرگوں کے واقعات و افعال سے نظر نہ لی جائے تو ہر معاملہ میں ہر شخص ایک نئی صورت گھڑ سکتا ہے۔ اس طرح کوئی فریق مطمئن و ساکت نہیں ہو سکتا اور ایسا عظیم الشان اختلاف پیدا ہو سکتا ہے کہ جو کسی طرح رفع نہ ہو۔ کسی قوم کسی مذہب کسی سلطنت کا معاملہ بغیر نظائر کے نہیں چل سکتا۔ اور نظیر جس درجہ بلند پایہ شخص کی ہوگی۔ اسی درجہ کامیاب ہوگی۔

حدیث سننے والے اور بیان کرنے والے صحابہ کی تعداد

علی بن زرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت تک جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سُنی اُن کی تعداد ایک لاکھ چودہ ہزار تھی۔ جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی۔ ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابو زُرعہ نے یہ تعداد صرف اُن لوگوں کی بتائی ہے جو رواتِ حدیث تھے لیکن ان کے علاوہ صحابہ کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں تین ہزار پانچسو پچاسی ایسے اصحاب کے نام لکھے ہیں جنہوں نے حدیث روایت کی ہے۔ اسد الغابہ میں سات ہزار پانچسو چون اصحاب کا ذکر ہے۔

صحابہ کے دو گروہ

تمام اشخاص یکساں علم و عقل و فہم کے نہیں ہوتے اس لئے اختلاف رائے ضروری ہے۔ صحابہ میں بھی اکثر مسایل میں اختلاف ہوا ہے مگر ان کا اختلاف رحمت تھا، زحمت نہ تھا۔ اختلاف کی صورت میں اکثر کثرت رائے اور کثرت تعامل پر نظر کیجاتی ہے۔ رسول کریم کے بعد کسی اسلامی مسئلہ کا مدار کسی ایک شخص کی رائے پر نہیں ہے۔ خلفاء راشدین نے اسی وجہ سے جماعت شوریٰ قایم کر رکھی تھی اور قرآن مجید کا بھی یہی ارشاد ہے (وشاورھم فی الامر۔ کاموں میں مشورہ کیا کرو)۔ روایت حدیث کو نہ حضور نے منع فرمایا نہ خلفاء نے نہ صحابہ نے، ہاں کثرتِ روایت کو حضور نے منع فرمایا ہے اور خلفاء نے بھی اور اکثر اصحاب بھی کثرت روایت کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ امام شعبی نے فرمایا ہے کہ صحابہ کثرت روایت کو مکروہ جانتے تھے (تذکرہ ذہبی)

حضور نے کثرت روایت کو چند مصلحتوں کی بنا پر منع فرمایا تھا۔ اول یہ کہ ایسا نہو کہ غلطی سے کوئی شخص حدیث کے جملوں کو قرآن میں داخل کر لے۔ دوسرے یہ کہ حضور عادات و مباحات میں اکثر ایک ہی امر کی پابندی نفرماتے تھے۔ اور یہ ممکن بھی نہ تھا بعض باتوں میں مصلحت کے لحاظ سے تغیر ہوتا تھا اس لئے حضور کا خیال تھا کہ اختلافی صورتیں سامنے نہ آئیں۔

حضور کے بعد اسلام کے لئے نہایت نازک اور خطرناک وقت تھا۔ نیا مذہب بتیس[۳۲] دانتوں کے بیچ میں زبان۔ چاروں طرف مذاہب باطلہ کا زور، پھر بانی مذہب کی وفات، ادھر چند مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے۔ بعض قبائل میں ارتداد پھیل گیا۔ بعض نے زکوۃ دینے سے انکار کر کے اسلام کے ایک رکن ہی کو اکھاڑ دیا۔ قران مجید کی اشاعت بھی پوری نہ ہوئی تھی۔ یہ بھی خطرہ تھا کہ حدیث و قران خلط ملط نہ ہو جائیں۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے کثرت روایت کو روکا۔ اگر وہ یہ روک ٹوک نہ کرتے تو کچھ عجب نہ تھا کہ مسیلمہ وغیرہ مدعیان نبوت کی تائید اور ترک زکوۃ کی موافقت میں کچھ حدیثیں وجود میں آجاتیں۔ اسی وقت سے مسلمانوں میں ایسا اختلاف و افتراق پڑ جاتا کہ ارکان اسلام کا بچا رہنا بھی مشکل ہو جاتا۔ یہ روک ٹوک بھی انہیں حدیثوں کے متعلق تھی۔ جو غیر احکامی یا عادات و مباحات کے متعلق تھیں کیونکہ احکامی احادیث کی تلاش اور روایت خود حضرت ابوبکرؓ سے ثابت ہے انہوں نے خود (۱۴۲) حدیثیں روایت کی ہیں۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں انہوں نے خود لوگوں کو حدیث ہی کے ذریعہ سے مطمئن کیا تھا۔ ان کے عہد کے جس قدر مقدمات و قضایا کتابوں میں مذکور ہیں سوائے اُن کے جو قرآن میں ہیں سب حدیثوں کی موافق ہیں۔ جس طرح حضور کے عہد میں حالات میں جلد جلد تغیرات ہوتے تھے۔ اسی طرح خلافت اوّل کے عہد میں بھی مسلمانوں کے حالات میں جلد جلد تغیر ہو رہا تھا۔ اسی وجہ سے خلفا نے بھی مثل حضور کے عادات و مباحات میں تغیر و تبدل کیا ہے۔ ایکدفعہ کسی معاملہ میں کچھ حکم دیا۔ دوبارہ اُسی صورت کے پیش آنے پر بنائے مصلحت حکم سابق کے خلاف حکم دیا گیا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک خلیفہ نے اپنے پیشرو کے حکم میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہے۔ خلفائے راشدین کا یہ عملدرآمد بھی مسلمانوں کیلئے حجت ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے۔ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین۔ (میری سنت اور میرے خلفا کی سنت پر کاربند رہو)

حضرت ابوبکر کا عہد خلافت تین سال سے کم رہا۔ اندرونی فتنوں کی روک تھام کے علاوہ

ان کو ایران وروم کی زبردست سلطنتوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا۔

حضرت عمرؓ بالکل حضرت ابوبکر کے قدم بقدم تھے ان کا زمانہ جنگ وجہاد کے شباب کا زمانہ تھا۔ اندرونی فتنے دب گئے تھے مگر قرآن مجید کی اشاعت ابھی پوری پوری طرح نہ ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ تابعین اور نو مسلموں کا گروہ پیدا ہو رہا تھا۔ اس لئے ابھی ایسا قابل اطمینان زمانہ نہ تھا کہ روایت کے معاملہ لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا۔

حضرت عمر نے ہر کام کے لئے ایک ضابطہ مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اپنی حکومت کو تمام دینی و دنیوی ضروریات کا کفیل بنایا تھا۔ اس لئے وہ نہیں گوارہ کرتے تھے کہ کوئی شخص ان امور کو اختیار کرے جنکو حکومت نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ انہوں نے تعلیم حدیث وفقہ کے لئے مدارس قایم کر دئے تھے۔ اس لئے اُن کا منشا تھا کہ اُن کے مقرر کردہ محدثین کے سوا عام طور پر لوگ روایت نہ کریں اور ایسا کرنے کو وہ قانون شکنی سمجھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی کو جن کے تفقہ اور علم کی رسول کریم نے تعریف فرمائی اور حضرت عمر خود بھی ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں وہ فتوے دیتے تھے اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ لیکن حضرت عمر کے عہد میں وہ اُن کے نامزد کردہ مفتیوں میں سے نہ تھے اس لئے ایکمرتبہ انہوں نے فتوی دیا تو ان کو روکدیا (مسند دارمی) اصحاب رسول کریم کثرت سے تھے کیونکہ ان کی تعداد ایک لاکھ کئی ہزار تک پہونچتی ہے۔ ان میں صاحب فتوی فقیہہ ایکسو کئی تھے۔ ان میں بھی ۲۷ ممتاز تھے اور ان ستائیس میں سے سات اس خدمت پر مامور تھے (سیرۃ البخاری ص۱۸۵ مصنفہ مولوی عبدالسلام اہلحدیث) تو حضرت عمر کے حضرت عبداللہ بن مسعود کو روکنے کا صرف یہ باعث تھا کہ جب حکومت نے مفتی مقرر کر رکھے ہیں تو دوسرا شخص کیوں فتویٰ دے۔ اسی طرح ایک مرتبہ روایت حدیث پر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حکیم الامت حضرت ابو الدرداء و حضرت ابوذر غفاری جیسے جلیل القدر اصحاب کو قید کر دیا (المعتصر من المختصر مشکل الآثار للطحاوی)

غرض حضرت عمر کی روک تمام ایک ضابطہ تھی اور چند مصالح کے تحت میں تھی وہ مخالف

حدیث نہ تھے وہ توخود حدیث کے بڑے راویوں میں ہیں۔ بخاری کی سب سے پہلی حدیث کے راوی حضرت عمرؓ ہی ہیں اور ان کی روک تھام غیر احکامی احادیث کے متعلق تھی۔ اس کا بیان پہلے آچکا ہے۔ غرض ایک گروہ صحابہ کا یہ تھا جو کثرت روایت اور غیر احکامی احادیث کی روایت کا مخالف تھا۔ اس میں حضرت ابوبکر و عمر و عبداللہ بن مسعود وغیرہ تھے۔

دوسرا گروہ صحابہ کا وہ تھا جو کثرت روایت کو مکروہ سمجھتا تھا مگر ہر قسم کی حدیثوں کا بیان کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اس میں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابی ابن کعب حضرت ابوذر غفاری تھے۔ یہ وہی حضرات ہیں جن کے مشوروں کے ابوبکر و عمر محتاج تھے جو ابوبکر و عمر کے دست و بازو تھے۔ جو رسول کریم کے خاص الخاص اصحاب تھے۔ حضرت ابوذر غفاری نے فرمایا کہ اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھ دوگے تو میں ان کلمات کو ضرور ادا کروں گا جو میں نے رسول کریم سے سُنے ہیں (بخاری)

حضرت خلیفہ سوم کے عہد میں قران مجید کی اشاعت کافی ہوگئی۔ قرآن مجید غیر ممالک میں بھی پہنچ گیا۔ حفاظ بھی غیر ممالک میں پیدا ہوگئے۔ صحابہ بھی تمام ممالک میں منتشر ہوگئے اس لئے اب وہ خطرہ باقی نہ رہا کہ حدیث و قرآن خلط ملط ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ دوم کے فتوحات کی تکمیل ہوئی اور اور بہت سے ممالک فتح ہوئے۔ نومسلموں کی کثرت ہوئی۔ مختلف اقوام، مختلف ممالک، مختلف مذاہب کے لوگوں سے مسلمانوں کو بکثرت واسطہ پڑنے لگا۔ نئی نئی صورتیں روزمرہ پیش آنے لگیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ تمام احکامی و غیر احکامی حدیثیں سامنے آجائیں تاکہ استنباط مسائل میں سہولت ہو۔ بعض مسائل میں عمل کرنے کیلئے چند صورتیں پیدا ہوجائیں جس کو لوگ حسب مصلحت وقت اختیار کرسکیں اس لئے حضرت خلیفہ سوم و خلیفہ چہارم نے روایت پر سے قیود کو اُٹھالیا۔ اگر تاریخ اسلام پر غور کیا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ اپنے اپنے زمانہ میں خلفا کا عمل موافق مصلحت و عین صواب تھا۔ اگر خلیفہ سوم و چہارم کے وقت میں بھی حدیثوں پر روک ٹوک رہتی تو اسلام میں ایسا عظیم الشان

اختلاف برپا ہوتا کہ اس کا رفع کرنا ناممکن ہو جاتا۔ خود ارکان اسلام کے متعلق اختلافات رہتے کیونکہ کوئی صحابی ایسا نہ تھا جس کو تمام حدیثیں پہونچی ہوں اس لئے کہ ہر وقت تمام صحابہؓ جمع نہ رہتے تھے۔ اور جس صحابی نے جو کچھ سنا تھا گرہ باندھ لیا تھا اسی پر خود عمل کرتے تھے اور ویسا ہی اپنے شاگردوں سے کراتے تھے۔ ابو عمرؓ نے کہا ہےکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نہیں کہ جس پر کوئی نہ کوئی حدیث پوشیدہ نہ رہ گئی ہو (ایقاف مصنفہ علامہ محمد حیات سندہی)

حضرت عبداللہ ابن عباس کا قول ہے کہ بعض حدیثیں انصار کے یہاں سے ملیں (ترمذی)

اگر تمام حدیثیں نہ پہنچائی جاتیں تو آج چین میں تعداد رکعات نماز اور ہوتی۔ شام میں اور ہوتی عرب میں اور ہوتی۔ اسی طرح وراثت و نکاح و طلاق کے مسائل میں اختلاف ہوتا۔ آج جو اتفاق ہے وہ نظر نہ آتا۔ حضرت معاذ بن جبل جب شام گئے تو دیکھا کہ اہل شام وتر نہیں پڑھتے چنانچہ امیر معاویہ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وتر واجب ہے انہوں نے کہا ہاں۔ اسوقت سے اہل شام نے وتر پڑھنا شروع کیا۔ وجوب وتر کی حدیث اہل شام کو اب تک نہ پہونچی تھی (تاریخ الفقہ)

مدارس حدیث عہد صحابہ میں

رسول کریم کے بعد حضرت عائشہ حدیث کا درس دیا کرتی تھیں۔ لڑکے۔ عورتیں۔ بچے اور وہ مرد جن سے پردہ نہ تھا۔ ان کے حجرے میں آجاتے تھے۔ باقی مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے۔ سامنے پردہ پڑا رہتا تھا۔ حضرت عائشہ حدیث و مسائل بیان فرماتیں شاگردوں کی زبان۔ طرز ادا صحت تلفظ کی سختی سے نگرانی کرتیں۔ ایک مرتبہ قاسم اور ابن ابی عتیق دونوں بچے پہونچے۔ قاسم کی زبان صاف نہ تھی۔ حضرت عائشہ نے ان کو ٹوکا (مسلم) حضرت عائشہ اکثر بچوں کو حدیث سکھانیکے لئے اپنی تربیت میں لے لیتی تھیں اور ان کے مصارف خود برداشت کرتی تھیں عروہ قاسم، ابوسلمہ، مسروق عمرۃ، صفیہ کی تعلیم بڑی شفقت مادرانہ سے کی۔ عمرہ انصاریہ حضرت عائشہ کو خالہ کہتی تھیں۔ (تذکرہ ذہبی) حضرت عائشہ کے شاگردوں کی تعداد دوسو سے زاید تھی ان میں ۳۸ عورتیں تھیں جلیل القدر اصحاب مثل ابوموسی اشعری۔ ابوہریرۃ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ عمرو بن العاص

بھی شامل تھے۔ حضرت عائشہ کے رشتہ داروں میں ان کی بہن ام کلثوم، ان کے رضاعی بھائی عوف بن حارث، ان کے بھتیجے قاسم وعبداللہ پسران محمد، ان کی بھتیجیاں حفصہ واسما، بنات عبدالرحمن اوران کے بھائی کے پرپوتے عبداللہ بن عتیق بن محمد بن عبدالرحمن اوران کے بھانجے عبداللہ و قاسم پسران زبیر بن العوام اوران کی بھانجی عائشہ بنت طلحہ اوران کے بھانجوں کے پوتے عباد ابن حبیب وعباد بن حمزہ تھے۔ حضرت عمر نے تعلیم حدیث وفقہ کے لئے تمام ممالک محروسہ میں مدارس قایم کئے۔ حبان بن ابی جبلہ کو مصر میں معلم مقرر کرکے بھیجا (حسن المحاضرہ) فاروق اعظم عبداللہ بن مسعود را با جمعے بکوفہ فرستاد و معقل بن یسار وعبداللہ بن مغفل وعمران بن حصین را بہ بصرہ وعبادہ ابن الصامت وابو درداء را بشام ومعاویہ بن ابی سفیان کہ امیر شام بود قدغن بلیغ نوشت کہ از حدیث ایشان تجاوز نکنند (ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ وطبقات الحفاظ وکتاب الخراج واسد الغابہ)

کوفہ میں ابن مسعود کے درس میں چار ہزار طلبا شریک ہوتے تھے (اسرار الانوار)

حضرت ابو ادریس خولانی نے بیان کیا میں حمص کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ میں جس میں ۳۲ صحابی تھے بیٹھ گیا۔ ایک صاحب روایت کر چکتے تو دوسرے صاحب شروع کرتے (مسند احمد بن حنبل جلد ۵)

حضرت نصر بن عاصم لیثی کا بیان ہے کہ میں کوفہ کی مسجد میں گیا تو ایک حلقہ نظر آیا جو نہایت خاموشی کے ساتھ ایک شخص کی طرف کان لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ بن یمان ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابو درداء دمشق میں رہتے تھے۔ وہ درس دینے کے لئے جب مسجد میں آتے تو اُن کے ساتھ طلبا کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا جیسا کہ بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے (تذکرۃ الحفاظ)

ان کے درس میں سولہ سو سے زیادہ طلبا تھے۔ (طبقات القراء)

حضرت اشقیا الصبحی مدینہ آئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا، ابوہریرہ۔ (ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس حدیث مسجد نبوی میں ہوتا تھا۔ (حسن المحاضرہ)

حضرت امیر معاویہ نے حضرت عبدالرحمن بن شبل کو لکھا کہ لوگوں کو حدیث کی تعلیم دو اور جب میرے خیمہ کے پاس کھڑے ہو تو مجھے حدیث سناؤ (مسند احمد بن حنبل)

رسول کریمؐ کے بعد علم کے تین مرکز تھے، مدینہ، مکہ، کوفہ۔ مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباسؓ مدینہ کے حضرت ابن عمر و حضرت زید بن ثابت، کوفہ کے حضرت ابن مسعود تھے (اعلام الموقعین)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی باقاعدہ درس گاہ کوفہ میں تھی اور ان کے شاگرد حدیثیں اور ان کے فتاویٰ کو لکھا کرتے تھے (اعلام الموقعین)

حدیث کا تحریری ذخیرہ عہد خلافت راشدہ میں

خلافت راشدہ کا بہت تھوڑا زمانہ ایسا تھا جس میں مسلمان کسی قدر مطمئن رہے۔ حضورؐ کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیل گیا۔ ادہر مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے، اُدہر غیر ممالک سے سلسلہ جنگ قایم تھا۔ حضرت عمرؓ کا عہد جنگ و جہاد کے شباب کا زمانہ تھا۔ حضرت عثمان کا زمانہ کسی قدر سکون کا زمانہ تھا مگر یہ اطمینان ان کے عہد حکومت میں نو سال رہا پھر تشطط و انتشار پھیل گیا۔ حضرت علی کا کل زمانہ جنگ و جدال میں گذرا۔ اِس لئے صحابہ کو کسی دوسری طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔ نئے ممالک کی فتح، ممالک مفتوحہ کا انتظام، نومسلموں کی تعلیم۔ یہ ایسے زبردست مشاغل تھے کہ کسی کو مہلت ہی نہ تھی۔ درس حدیث کا سلسلہ حضورؐ کے بعد ہی قایم ہوگیا تھا حضرت عمرؓ نے باقاعدہ مدارس قایم کردئے تھے۔ اور تحریر کی تاکید فرمادی تھی (قیدوا العلم بالکتاب۔ حدیث کو کتاب میں لکھ لیا کرو۔) حضرت انسؓ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے کہ لکھ لیا کرو (دارمی)۔ پھر بھی اس قلیل عرصہ میں کافی تحریری ذخیرہ ہوگیا تھا۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجموعہ حدیث مرتب کیا تھا اسمیں پانسو حدیثیں تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

(۲) آنحضرتؐ کے غلام ابو رافع سے حضرت ابن عباسؓ نے حضور علیہ السلام کے حالات لکھے (ابن سعد)

(۳) حضرت علی کے فتاوی لکھے ہوئے تھے جن کو ابن عباس نے دیکھا تھا (مقدمہ صحیح مسلم)

(۴) حضرت عمر نے یادداشتیں مرتب کی تھیں (خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے سالم بن عبد اللہ ابن عمر فاروق کو لکھا کہ میرے پاس حضرت عمر کے نوشتے اور انکی سیرت اور ان کے فیصلے جو کہ مسلمانوں اور ذمیوں کے بارے میں ہیں بھیجدو۔ شرح احیاء العلوم)

(۵) ابو موسی اشعری نے حضرت عمر کے فیصلے اور خطوط جمع کئے تھے (طبرانی)

(۶) حضرت عبد اللہ ابن عباس نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا (مقدمہ صحیح مسلم)

(۷) امام حسن نے حدیثیں جمع کیں (تہذیب التہذیب)

(۸) حضرت ابی بن کعب نے بطور تفسیر ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس مجموعہ سے امام جریر طبری نے کثرت سے اخذ کیا ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد بن حنبل نے بھی اسمیں سے لیا ہے۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

(۹) حضرت سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹوں کو خطوط لکھے اس میں کثرت سے حدیثیں تھیں۔ (روایت امام ابن سیرین۔ اسد الغابہ)

(۱۰) ابو الخطاب عرف خیاط نے بیان کیا کہ میں نے واثلہ بن اسقع صحابی کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو حدیثیں لکھا رہے تھے۔ اور لوگ ان کے سامنے بیٹھے لکھ رہے تھے (ابن عدی بیہقی)

(۱۱) انبار کے کتب خانہ میں کئی کتابیں صحابہ اور تابعین کی تالیف پائی گئیں (المقتطف)

(۱۲) حضرت زید بن ثابت نے کتاب الفرائض مرتب کی۔

تحریر و تدوین حدیث خلافت راشدہ کے بعد رجال قرن اول کے ختم یعنی سنہ ۱۷۰ھ تک

خلفاء راشدین کے بعد امیر معاویہ کو کچھ حدیثوں کی صحت اور تحریر پر توجہ رہی اُن کے بعد یزید عنید کا زمانہ تھا وہ نشۂ حکومت و عشرت میں سرشار تھا۔ اس کی قسمت میں کسی قسم کی سعادت ہی نہ تھی۔ اس کے بعد جو ہوئے ان کو امور دین سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لئے

اب درس و تالیف و حفاظت حدیث کا تمام بار علماء اُمت کے سر رہا۔ جوں جوں زمانہ گذرتا جاتا تھا۔ صحابہ کم ہوتے جاتے تھے، مگر تابعین میں ایسے متبحر فضلا پیدا ہو گئے تھے جن سے صحابہ بھی مسائل دریافت کرتے تھے۔

(۱) حضرت ابن عباس کی مرویات کے کئی مجموعے مرتب ہوئے۔ اہل طائف نے اپنا مرتب کردہ مجموعہ بخیال تصحیح ان کو دکھایا تھا۔ (ترمذی کتاب العلل)

(۲) امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ سے بعد سلام نماز جو دعا حضور پڑھتے تھے لکھائی (ابوداؤد)

(۳) مروان بن حکم نے حضرت زید بن ثابت کی حدیثیں لکھائیں (مسند دارمی)

(۴) حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جو ذخیرہ جمع کیا تھا۔ اس کو ان کے صاحبزادے اور شاگرد ابو بردہ نے مرتب کیا جو نسخہ ابو بردہ عن ابی موسیٰ مشہور ہوا۔ (شرح بلوغ المرام)

(۵) خلیفہ عبدالملک بن مروان نے (سنہ ۶۵ھ) سعید بن جبیر تابعی سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں رکھی گئی یہ تفسیر عطا بن دینار کے ہاتھ آ گئی اور انہیں کے نام سے مشہور ہوئی۔ (میزان الاعتدال)

(۶) ہمام ابن منبہ شاگرد ابو ہریرہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ اس صحیفہ کے حوالہ سے مسلم اور دیگر محدثین نے روایتیں لکھی ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

(۷) ہمام ابن منبہ کی تصنیف بدء الخلق کے متعلق تھی۔ اس میں بہت حدیثیں تھیں۔ اس کا نام کتاب المبتدا تھا۔ یہ سنہ ۸۰۰ ہجری تک موجود تھی۔

(۸) بشیر بن نہیک تابعی نے بیان کیا کہ میں جو حضرت ابو ہریرہ سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا۔ اور جب ان سے رخصت ہوتا وہ لکھا ہوا ان کو دکھا لیتا تھا۔ (ترمذی)

(۹) سعید بن جبیر حضرت ابن عباس کی روایتوں کو لکھا کرتے تھے۔ (دارمی)

(۱۰) وہب تابعی نے حضرت جابر بن عبداللہ کی مرویات لکھیں (تہذیب)

(۱۱) نافع تابعی حضرت ابن عمر کے سامنے حدیثیں لکھ لیتے تھے (دارمی)

(۱۲) سلیمان بن قیس لیشکری نے حضرت جابر کی روایات لکھیں (تہذیب)

(۱۳) ایک شخص کو حضرت ابن عمر نے خود حدیثیں لکھائی (دارمی)

(۱۴) ابان نے حضرت انس کی مرویات لکھیں (دارمی)

(۱۵) ابوبردہ عامر نے حضرت ابوموسی اشعری کی مرویات جمع کیں۔

(۱۶) عروہ بن زبیر نے غزوۂ بدر کا حال لکھکر خلیفہ عبدالملک کو بھیجا (طبری)

(۱۷) عروہ بن زبیر نے آنحضرت کے حالات میں دو کتابیں لکھیں (کشف الظنون)

(۱۸) براء بن عازب صحابی کی مرویات لکھی جاتی تھیں (دارمی)

(۱۹) امام شعبی نے ایک کتاب تصنیف کی جو ابواب پر منقسم تھی۔

(۲۰) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز (المتوفی سنہ ۱۰۱ھ) قاضی ابوبکر بن حزم حاکم مدینہ (یہ اونہیں عمر بن حزم کے پوتے تھے جو حاکم بحرین تھے اور جن کے لئے رسول کریم نے احکام صدقات تحریر کرائے تھے) اور دیگر ائمہ کو حکم دیا کہ حدیثیں جمع کریں (بخاری کتاب العلم)

حافظ ابن حجر نے ابونعیم کی تاریخ اصفہان سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حدیثیں جمع کرنیکا حکم خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے تمام صوبوں کے گورنروں کو لکھا تھا (فتح الباری) ایک گورنر کو لکھا تھا۔ (امابعد فامر اهل العلم ان ينشروا العلم في مساجدهم فان السنة كانت قد اميتت علما کو حکم دے کہ اپنی مسجدوں میں حدیثوں کا درس دیں کیونکہ حدیثیں مرنے لگی ہیں۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)۔ سعد ابن ابراہیم کی روایت ہے (امرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا فبعث الى كل ارض له سلطان دفترا۔ ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا ہمنے دفتر کے دفتر لکھے۔ خلیفہ نے ان کی نقلیں ممالک محروسہ میں بھیجیں۔ (جامع بیان العلم) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کو حکم دیا کہ عمرہ بن عبدالرحمن (شاگرد حضرت عائشہ) کی حدیثیں جمع کریں (تہذیب التہذیب) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے امام زہری کو حدیثیں جمع کرنے پر مامور کیا۔ اور ابوبکر بن حزم کو بھی حکم دیا۔ ان دونوں کے مجموعے

مجموعے مرتب ہو گئے (زرقانی)

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے جن بزرگوں نے تالیفات کی تھیں۔ ان میں سب سے پہلے امام زہری کی کتاب مرتب ہوئی۔ (ابن حجر نے شرح بخاری اور ابو نعیم نے حلیہ اور امام سیوطی نے یہی لکھا ہے۔) امام زہری کی تالیفات اس کثرت سے تھیں کہ ولید بن یزید کے قتل کے بعد جب احادیث و روایات کا دفتر ولید کے کتب خانہ سے منتقل ہوا تو امام زہری کی تالیفات و مرویات گھوڑوں اور گدھوں پر لاد کر لائی گئیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

(۲۱) علی بن طلحہ ہاشمی (شاگرد حضرت ابن عباس) نے ایک تفسیر لکھی تھی۔ اس کا ایک نسخہ مصر میں شیخ ابو صالح کاتب امام لیث کے پاس تھا۔

(۲۲) مجاہد تابعی نے تفسیر لکھی تھی۔

(۲۳) امام حسن بصری نے تفسیر لکھی تھی۔

(۲۴) عطاء بن ابی رباح نے تفسیر لکھی۔

(۲۵) محمد بن کعب القرظی نے تفسیر لکھی۔

(ایثار الحق علی الخلق مصنفہ ابن الوزیر یمنی)

(۲۶) سعید بن دینار نے تفسیر لکھی یہ عطاء بن دینار کے ہاتھ لگی۔ انہیں کے نام سے مشہور ہوئی۔

(۲۷) موسیٰ بن عقبہ نے تصنیف کی۔

(۲۸) ابن جریج نے تصنیف کی۔

(۲۹) امام اعظمؒ نے کئی کتابیں تصنیف کی۔ ان میں سے بعض موجود ہیں۔

(۳۰) معمر بن راشد نے مسند تصنیف کیا۔

(۳۱) سعید بن ابی عروبہ نے مسند لکھا۔

(۳۲) امام اوزاعی نے کئی ضخیم کتابیں لکھیں۔

(۳۳) ابن ابی ذئب نے مسند مرتب کیا۔

(۳۴) امام سفیان ثوری نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ لیکن اُن کی تفسیر موجود ہے۔

(۳۵) حماد بن سلمہ نے مسند جمع کیا۔

(۳۶) سعد بن ابراہیم نے مسند تالیف کیا۔

(۳۷) ابو معشر نجیح سندہی نے مغازی پر کتاب لکھی۔

(۳۸) ہشام بن عروہ نے کتاب تصنیف کی۔

(۳۹) محمد بن اسحاق نے تصنیف کی۔

(۴۰) امام زفر نے کتاب تصنیف کی۔

ان ۴۰ میں سے ۱۱ تصانیف کا ذکر مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی خطبات مدراس میں کیا ہے۔ اگر تلاش کیجائے تو اور بھی تصانیف کا پتہ چل سکتا ہے۔

تابعین کا شوق حدیث

حضرت ابو سعید خدری صحابی جب روایت کرتے تو لوگونکی دیوار سامنے کھڑی ہوجاتی (مسلم)
ایک صحابی کے پاس اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ اُن کو کوٹھے پر چڑھ کر حدیث بیان کرنی پڑتی تھی۔
حضرت ابو الدرداء کے پاس مدینہ میں ملک شام سے ایک شخص سفر کرکے آیا۔ اور کہا کہ میں آپکے پاس ایک حدیث کے لئے آیا ہوں۔ ابو الدرداء نے کہا کسی اور ضرورت سے تو نہیں آئے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر کہا تجارت کو آئے اس نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے حدیث بیان کی۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

سعد بن ہشام سفر کرکے مدینے حضرت عائشہ کی خدمت میں پہنچے۔ اور رسول کریم کے اخلاق اور نماز تہجد کے متعلق سوال کیا۔ حضرت عائشہ نے سب کا جواب دیا۔ ہشام نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہا۔ خدا کی قسم اس کا نام حدیث ہے (ابوداؤد)

حضرت ابوالدرداء جب مسجد میں داخل ہوئے تو ان کے ساتھ تابعین کی ایک جماعت تھی

جو حدیثیں دریافت کر رہی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ)

ایک شہر کوفہ میں صرف ایک صحابی حضرت ابو ہریرہ کے آٹھ سو شاگرد تھے۔ کوفہ میں ہزاروں اصحاب کا قیام رہا ہے۔ اس سے صرف ایک ہی شہر کے تابعین محدثین کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

تابعین نے ایک ایک حدیث کی تلاش میں مہینوں کے سفر کئے۔ دشت و جبل کی خاک چھان ماری، بے آب و گیاہ میدانوں میں مارے مارے پھرے۔ سب مال و دولت اس طلب کی نذر کر دیا۔ امام زہری مالدار آدمی تھے۔ تمام مال تلاش حدیث پر صرف کر دیا۔ آخر کار گھر کا شہتیر بھی بیچنا پڑا۔ ابن مبارک نے چالیس ہزار درہم۔ شیخ یحیی بن معین نے دس لاکھ خرچ کئے۔ اسی طرح ان بزرگوں کے معاصرین اور ان کے بعد والوں نے جان پر کھیل کر مال و متاع قربان کر کے حدیث حاصل کی۔ ابن رستم نے تیس لاکھ، عبداللہ نے ستر لاکھ، علامہ ذہبی نے پندرہ لاکھ خرچ کیا۔ (تاریخ الفقہ)

تابعین کی احتیاط قبول حدیث میں

قرآن مجید نے اور حضور علیہ السلام نے روایت و درایت کے خاص خاص اصول بیان فرما دئے تھے صحابہ کا اس پر عمل تھا۔ اس کا ثبوت حضرت عائشہ اور دیگر اصحاب کے حالات میں ملیگا لیکن صحابہ چونکہ روایت کے معاملہ میں عدول ہیں۔ اس لئے ان سے سند نہیں دریافت کی جاتی تھی جب صحابہ کے آخر دور میں وضع و تدلیس کا سلسلہ شروع ہوا تو سند کی پوچھ گچھ ہونے لگی۔ اس لئے تابعین نے روایت و درایت کے اصول کو وسعت دی اور اس پر سختی سے عمل کرنے لگے۔ امام ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ اسناد کو نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ پیدا ہوا تو اسناد کی پوچھ گچھ ہوئی۔ (کتاب العلل)

ابو العالیہ کا قول ہے کہ ہم بصرہ میں صحابہ کی مرویات سنتے۔ اس کی تصدیق کیلئے مدینے جاتے اور خود ان کی زبان سے سنتے (مسند دارمی)

امام شعبہ نے ایک شخص سے اس لئے روایت حدیث ترک کی کہ ایک دن اس کے گھر سے طنبورہ

بجنے کی آواز سنی تھی۔

امام ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو زرعہ بن عمرو بن جریر نے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے دو سال بعد اس سے وہ حدیث پھر پوچھی۔ اس نے اسی طرح بیان کی۔

عبدالملک بن عمیر کا قول ہے کہ میں حدیث بیان کرتا ہوں اور اس میں ایک حرف بھی نہیں نہیں چھوڑتا۔ امام قتادہ کا قول ہے کہ جو میرے کانوں نے سنا ہے۔ اس کو میرے دل نے محفوظ کر لیا ہے۔

تابعین کی احتیاط بیان حدیث میں

جب کوئی تابعی حدیث بیان کرتا تو پہلے سند بیان کرتا۔ اگر کوئی عقیدتمند سند سننا نہ چاہتا تو وہ اس کو کبھی قبول نہ کرتے اور سند ضرور بیان کرتے۔

امام زہری ایک دن سفیان بن عیینہ سے ایک حدیث بیان کہنے لگے۔ سفیان چونکہ امام کے علو مرتبت سے واقف تھے اور معتقد تھے کہنے لگے کہ سند نفرمایئے۔ بس حدیث بیان کیجیے۔ امام نے کہا کہ تو بلا زینہ چھت پر چڑھ سکتا ہے (تدریب الراوی)

جس طرح بعض صحابہ حدیث بیان کرنے میں رسول کریم کا نام مبارک لیتے ہوئے گھبراتے تھے کہ مبادا ہم سے سہوا کوئی تغیر ہو جائے اور اس طرح حضور کی طرف جھوٹ کا ارتکاب ہو اسی طرح تابعین بھی حدیث بیان رے میں احتیاط کرتے تھے۔

امام ابراہیم نخعی نے ایک حدیث بیان کی۔ لوگوں نے کہا کیا تمہیں یہی ایک حدیث معلوم ہے اور نہیں۔ امام نے کہا مجھے بہت حدیثیں معلوم ہیں۔ مگر میں روایت میں محض ابن مسعود اور علقمہ تک پہونچا دیتا ہوں اور یہی مجھکو پسند ہے (مسند دارمی) یعنی رسول کریم تک نہیں پہنچاتا صرف صحابی یا تابعی تک پہونچا دیتا ہوں۔

صحابہ کے بعد مدارس حدیث

محدث علی بن عاصم کی درس گاہ تھی۔ جس میں تیس ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔

شیخ یزید ابن ہارون کی درس گاہ بغداد میں تھی۔ ستر ہزار آدمی شریک ہوتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)
شیخ عاصم ابن علی کی درس گاہ میں حاضرین کا تخمینہ ایک لاکھ بیس ہزار کیا گیا تھا (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابو مسلم نے جب بغداد میں درس دینا شروع کیا تو اس میں چالیس ہزار لکھنے والوں کا شمار ہوا اور سامعین اس کے علاوہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

شیخ سلیمان بن حرب محدث کے درس کیلئے قصر خلافت کے قریب ایک مرتفع جگہ منبر رکھا گیا۔ خلفا اور امرا جمع ہوتے۔ شیخ کی زبان سے جو لفظ حدیث کا نکلتا۔ مامون رشید خود لکھتا۔ اس درس کے حاضرین کا تخمینہ چالیس ہزار تھا۔

شیخ علامہ فریابی نے بغداد میں درس حدیث شروع کیا تو تین تین سو مستملی مقرر کئے جاتے حاضرین کا اندازہ تیس ہزار تک ہوتا تھا۔ دس ہزار آدمی دوات قلم لیکر لکھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)

شیخ یزید ابن ہارون کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ کے درس میں ستر ہزار آدمی شریک ہوتے تھے۔ (تاریخ الفقہ)

امام ابراہیم نخعی کے درس میں اس کثرت سے آدمی جمع ہوتے تھے کہ شیخ کی آواز سب نہ سن سکتے تھے۔ (مقدمہ ابن الصلاح)

حدیث و مسائل میں اختلاف صحابہ و اختلاف تابعین کے وجوہ۔

حدیث اور مسائل کے متعلق صحابہ اور تابعین کے اختلاف کو زمانہ حال کے اختلاف پر قیاس نکرنا چاہیے۔ ان کا اختلاف وہ اختلاف تھا جس کے متعلق حضور نے فرمایا ہے کہ رحمت ہے اور درحقیقت رحمت ہے کیونکہ اس اختلاف سے بعض مسائل مشکلہ میں عمل کرنے کیلئے چند صورتیں پیدا ہوگئیں۔

حضرت عثمان سے چند مسائل میں بعض صحابہ کو اختلاف تھا مگر سب بدستور اُن کے حلقہ بگوش رہے۔ اختلاف میں اتحاد کے قایم رہنے کا سبب یہ تھا کہ اُن کے اختلاف میں نفسانیت کا شائبہ نہ تھا بلکہ اس کے چند خاص وجوہ تھے۔

(۱) حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اس لئے جس نے جیسا دیکھا اُسے گرہ باندھ لیا۔

(۲) بعض اعمال کو بخیال سہولت حضور نے خود کئی طرح کر کے دکھایا۔

(۳) احکامات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل ہوا ہے جس کو اس ترمیم کی اطلاع نہیں ہوئی وہ بدستور حکم سابق پر قایم رہا۔

(۴) کسی معاملہ کے متعلق ایک صحابی نے رسول کریم سے کچھ سُنا۔ دوسرے نے نہیں سُنا اس لئے اس نے اجتہاد سے کام لیا۔

(۵) رسول کریم کے بعض افعال کو بعض اصحاب نے عبادت پر محمول کیا۔ بعض نے اباحت پر زمانہ حج میں نزول محصب کو حضرت ابن عمر سنن حج میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس امر اتفاقی قرار دیتے ہیں۔

(۶) رسول کریم کے کسی فعل کی صحابہ نے اپنے ظن سے مختلف حیثیتیں قایم کر لیں جیسے حجۃ الوداع کے متعلق بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے۔ بعض کہتے ہیں متمتع تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ منفرد تھے۔

(۷) بعض اختلافات سہو و نسیان کی بنا پر ہوئے۔ حضرت ابن عمر کا خیال ہے کہ رسول کریم نے رجب میں عمرہ کیا۔ حضرت عایشہ اس کو سہو و نسیان کا نتیجہ قرار دیتی ہیں۔

(۸) بعض اختلافات پوری روایت کے نہ سننے سے ہوئے۔

(۹) بعض اختلافات روایت کے پورے اجزا محفوظ نہ رکھنے سے ہوئے۔

(۱۰) کسی حکم کی علت میں اختلاف ہوا جیسے جنازہ کو دیکھکر کھڑا ہونا۔ کسی نے کہا تعظیم میت کے لئے تھا۔ کسی نے کہا تعظیم ملائکہ کے لئے۔

(۱۱) رسول کریم کے دو متضاد احکام کے تطبیق دینے میں اختلاف ہوا۔

(۱۲) کسی حکم کا شان نزول نہ معلوم ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوا۔

مگر ان تمام اختلافات نے عداوت و مخالفت پیدا نہیں کی بلکہ وہی اخلاص رہا۔ اور یہ اختلاف اُمت کیلئے مفید ہی ہوا۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابی ستاروں کی مثل ہیں تم جس کے پیچھے چلے جاؤ گے نجات پا جاؤ گے۔ تابعین کے اختلاف کی بھی یہی صورت ہے۔ جس تابعی نے جس صحابی سے علم حاصل کیا اس نے اپنے عمل اور اپنے اجتہاد کا مدار اپنے استاد کے اقوال و افعال پر رکھا۔

وضع و تدلیس حدیث اور اُسکے موجد

وضع حدیث کی ابتدا خلافت راشدہ کے بعد سے ہوئی ہے۔ اشرار نے مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کیلئے بعض نئی حدیثیں بنائیں۔ بعض میں کچھ تغیر کیا۔ اس عہد میں جو حدیثیں گھڑی گئیں وہ سیاسی اختلاف پیدا کرنے والی تھیں۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ عقاید و اعمال تک پہنچا۔ اس کے بانی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مخالفین تھے۔

وضع و تدلیس حدیث اور اس کی غرض

قرن اول کے اخیر زمانہ سے وضع و تدلیس حدیث کا سلسلہ شروع ہوا چونکہ روایت و درایت کے خاص اصول قرآن مجید میں مذکور ہیں اور بعض امور حدیث میں ہیں۔ صحابہ ان اصول کے عالم و ماہر تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ تابعین اپنے اساتذہ صحابہ کے تعامل کو دیکھ چکے تھے اس لئے وضاعوں اور مدلسوں کی قلعی کھل گئی۔ اگرچہ ائمہ کو اس معاملہ میں سخت مشکلات کا سامنا ہوا مگر خدا کے ان مقبول اور جانباز بندوں نے ہر مشکل کو حل کر کے چھوڑا۔

حدیث کی وضع اور اسکی تدلیس کئی اغراض کے تحت میں ہوئی ہے۔

(۱) صحابہ کے بعد آنے والی نسل کو رسول کریمؐ کے اقوال و افعال معلوم کرنے کا بہت شوق تھا تمام دنیا میں اسلامی فتوحات پھیل گئیں تھیں۔ اس لئے جہاں کوئی حدیث جاننے والا جاتا تھا۔ لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے تھے سر آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔ محدثین کی ایسی قدر و منزلت تھی کہ سلاطین و امرا بھی اُن پر رشک کرتے تھے۔ سلاطین کی حکومت جسموں پر تھی۔ محدثین کی حکومت

قلوب پر تھی ۔ شاہی محلات بھی محدثین کے حدود حکومت سے خارج نہ تھے ۔ اس لئے بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ وہ حدیثیں جمع کریں تاکہ مرجع خلائق بنیں ۔ اس زمانہ میں حدیثوں کا تحریری ذخیرہ بھی کافی تھا جو اکثر ممالک میں منتشر ہو چکا تھا ۔ ائمہ ہدیٰ بھی تقریباً ہر جگہ موجود تھے ۔ اس لئے جن لوگوں کے سر میں حبّ جاہ کا سودا تھا لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کیلئے نئی نئی حدیثیں گھڑنے لگے ۔ بعض اصل حدیثوں میں کچھ تصرف کر کے جدّت کے ساتھ بیان کرنے لگے ۔

(۲) اسلام میں کئی جدید فرقے پیدا ہو گئے تھے ان فرقوں کے زعمانے اپنے خیالات اور عقائد کی تائید کے لئے حدیثیں وضع کیں کیونکہ قرآن میں تو لفظی تصرف ممکن نہ تھا معنوی تصرف کا ثابت کرنا مشکل تھا ۔ اس لئے ان لوگوں کو قرآن کی طرف سے مایوسی ہوئی ۔ صرف حدیث ایسی چیز تھی جس پر دست درازی کر کے مطالب برآری کی اُمید کی جا سکتی تھی ۔ چنانچہ اس علم پہ حملے کیے گئے جو ایک حد تک کامیاب ہوئے ۔

(۳) مخالفین اسلام نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے اور مسلمانوں کو بھٹکانے کے لئے حدیثیں بنائیں

(۴) بعض نادان دوستوں یعنی اہل حق میں سے ان لوگوں نے جو عابد و زاہد و صوفی تھے نیک نیتی سے ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں ۔ اس قسم کے وضاعوں سے زیادہ نقصان پہونچا ہے ۔ مشہور امام شیخ یحیی بن شمس الدین نواوی دمشقی نے لکھا ہے یوں تو واضعین حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں مگر ان میں زیادہ ضرر اس قوم سے ہوا کہ جو زہد کی طرف منسوب ہے (التقریب و التیسیر) اس لئے محدث ابن جوزی نے اہل تصوف کی روایتوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے میسرہ ابن عبد ربہ نے کہا میں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں کہ لوگ ڈر کر زہد کی راہ اختیار کریں ۔ (تدریب الراوی)

(۵) بعض اہل حق نے باطل فرقوں سے نفرت دلانے کیلئے حدیثیں وضع کیں ۔ مہلب ابن صفرہ عابد زاہد آدمی تھے ۔ مگر خوارج کے خلاف حدیثیں وضع کرتے تھے ۔

(٦) بعض باطل فرقے کے لوگوں نے بھی ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کیں جیسے فرقہ کرامیہ کے لوگ۔ (تدریب الراوی)

وضع وتدلیس کا طریقہ

(١) یا تو وضّاع اپنے مقصد کو بہترین الفاظ و عبارت میں بطور امر یا نصیحت ظاہر کرتا ہے
(٢) یا کسی بزرگ یا حکیم کے قول یا بنی اسرائیل کی روایات کو حدیث کہکر بیان کرتا ہے۔
(٣) یا کسی حدیث میں اپنے مقصد کی موافق الفاظ کم و بیش کر کے بیان کرتا ہے۔
(٤) یا ضعیف حدیث کی سند کو صحیح حدیث کی سند سے بدل دیتا ہے۔
(٥) یا حدیث کا اصل لفظ بھول جاتا ہے۔ اسکی جگہ کوئی مرادف لفظ لگا دیتا ہے۔

قرن اوّل میں علم حدیث کی کیفیت

یہ شروع سے بیان ہوتا چلا آرہا ہے کہ حدیث کی ابتداء، حدیث کی ضرورت، حدیث پر عمل اسی وقت سے ہے جب سے کہ حضور مبعوث برسالت ہوئے

حضور کے عہد میں صحابہ حدیثیں بیان بھی کرتے تھے لکھتے بھی تھے۔ حفظ بھی کرتے تھے، ان سے استنباط مسائل بھی کرتے تھے۔ حضور کے عہد میں حدیث کا کافی ذخیرہ تحریری موجود تھا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی تھی اس کا نام بھی صادقہ رکھا تھا۔ اس میں کوئی ترتیب ابواب و فصول کی نہ تھی بلکہ جو حدیث سُنی وہ لکھ لی۔ عہد خلافت راشدہ میں حدیث کے مدارس قایم تھے۔ درس کا طریق یہ تھا کہ شیخ حدیث بیان کرتا۔ سامعین سنتے سمجھتے۔ بعض لکھتے۔

اس عہد میں حضرت زید بن ثابت نے کتاب الفرائض اور ابن عباسؓ نے حضورؐ کی سیرت مرتب کی۔ خلافت راشدہ کے بعد آخر زمانہ قرن اوّل تک بہت سی مستقل تصانیف ہوئیں۔ انہیں سے بعض کا ذکر آچکا ہے۔ اسوقت تک جس قدر تالیفات ہوئیں ان میں کوئی ترتیب ابواب و فصول کی نہ تھی بلکہ تابعین نے اپنے اپنے شیوخ اصحاب کی حدیثیں جمع کی تھیں،

ہمام ابن منبہ تابعی کے صحیفہ کا ذکر و حوالہ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔ امام سیوطی رحمۃ نے لکھا ہے کہ امام شعبی نے ایک کتاب ترتیب ابواب و فصول کے ساتھ مرتب کی تھی۔

قاضی ابوبکر کی کتاب میں غالباً عمرہ کی حدیثیں ہوں گی کیونکہ خلیفہ نے خصوصیت سے عمرہ کی حدیثیں لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اوائل سیوطی میں حافظ ابن حجر کی شرح بخاری سے نقل کیا گیا ہے کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے حکم سے جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سب سے پہلے امام زہری کی کتب مدون ہوئی۔ اس کتاب کی تقسیم ابواب فصول پر تھی۔ اسوقت سے یہ طریقہ رائج ہوا کہ ہر عنوان کے تحت میں جس قدر حدیثیں آتیں لکھدیتے اور ایک باب جامع الابواب کے نام سے ہوتا۔ صحابہ اور اپنے شیوخ کے اقوال اور فتاویٰ بھی لکھتے۔ درس کا وہی طریقہ تھا جو عہد صحابہ میں تھا لیکن طلبہ کی کثرت کی وجہ سے شیوخ کو مستملی مقرر کرنے پڑتے تھے۔ اصول درایت و روایت تو قرآن و حدیث ہی میں تھے۔ لیکن عہد صحابہ میں ان سے کام کم لیا جاتا تھا کیونکہ تمام راوی صحابہ ہی تھے جنکی طرف روایت میں جھوٹ کا گمان نہیں ہو سکتا۔ خلافت راشدہ کے بعد ان اصول پر پوری طرح عملدرآمد ہوا اور جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، ان میں شدت ہوتی گئی (امام شعبہ نے ان اصول کو وسعت دی مگر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک اور زمانہ خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے زمانہ کے متعلق حدیث کے جس قدر تحریری ذخیرہ کی اس کتاب میں نشاندہی کی گئی ہے بس اسی قدر ہے۔ یہ تو ایک سرسری تلاش کا نتیجہ ہے اگر ذرا غور و کاوش سے تلاش کیجائے تو اور تحریرات کا بھی پتہ چل سکتا ہے۔ اس قرن کی تالیفات و تحریرات و تصنیفات کچھ دست برد زمانہ کی نذر ہوگئیں۔ کچھ بعد کی تصانیف میں مدغم ہوگئیں۔ صادقہ کا پتہ دوسری صدی ہجری تک ملتا ہے کیونکہ مجاہد نے مصنف کے پرپوتے عمرو بن شعیب کے پاس یہ مجموعہ دیکھا تھا۔ صحیفہ ہمام بن منبہ کی نقل صحیح مسلم وغیرہ میں ہے انبار کے کتب خانہ میں اس عہد کی کئی تالیفات کا پتہ چلا۔ حضور علیہ السلام کے چند خطوط موسومہ سلاطین اب تک بجنسہٖ محفوظ و موجود ہیں۔ امام اعظم اور سفیان ثوری کی تصانیف موجود ہیں۔

حضور علیہ السلام کے عہد اور زمانہ خلافت راشدہ میں جس طرح احادیث سے استنباط مسائل کرتے تھے وہی صورت آخر تک قایم رہی۔ جس جگہ جو صحابی تھا وہی مجتہد تھا، وہاں کے لوگ اُسی کی تقلید کرتے تھے، نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں

"پھر تابعین آئے وہ بھی بلاد متفرقہ میں تھے انہوں نے تفقہ اسی صحابی سے کیا جو اُن کے شہر میں تھا، وہ اس صحابی کے فتوی سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ (کشف الغمہ)

صحابہ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو اول قرآن میں تلاش کرتے۔ پھر حدیث میں تلاش کرتے اگر دونوں میں نہ پاتے تو اجتہاد و قیاس سے کام لیتے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں۔

جس شہر میں جو صحابی ہوتا تھا وہ موافق حدیث کی حکم کرتا تھا۔ ورنہ اس شہر کا امیر اپنے اجتہاد سے حکم دیتا تھا (کشف الغمہ)

تابعین کا یہ اصول تھا کہ وہ قران و حدیث کے بعد صحابہ کے اقوال و افعال میں تلاش کرتے پھر اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ اس لئے صحابہ کے بعد تابعین و مصنفین قرن اول نے جو کتابیں تصنیف کیں ان میں حدیثوں کے ساتھ اقوال صحابہ و تابعین بھی لکھے۔

اِس قرن میں حدیث کے متعلق جو تالیفات ہوئیں وہ گیارہ قسم کی تھیں۔

(۱) حضور کے عہد میں بلا لحاظ کسی ترتیب کے جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی کتاب صادقہ۔

(۲) عہد خلافت راشدہ میں حضرت زید بن ثابت نے یہ جدّت کی۔ کہ ایک ہی مضمون کی حدیثیں جمع کر کے کتاب الفرائض مرتب کی۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس نے سیرت کی بنیاد قایم کی کہ حضور علیہ السلام کے حالات لکھے۔

(۴) خلافت راشدہ کے بعد یہ طرز چلا کہ حدیثوں کے ساتھ خلفاء کے فیصلے اور فتوے لکھے گئے

(۵) حضرت ابو موسی اشعری نے یہ جدت کی کہ صرف ایک شخص کے فیصلے اور خطوط جمع کئے یعنی حضرت عمر کے رضی اللہ عنہ۔

(۶) حضرت ابی بن کعب نے تفسیر کی بنیاد قایم کی۔

(۷) تابعین نے اپنے استاد صحابہ کی حدیثیں جمع کیں۔ اس کے موجد ہمام بن منبہ تھے۔

(۸) بعض تابعین نے حدیث کے ساتھ اقوال اور قضایا اور فتاوی خلفاء صحابہ اور اپنے اساتذہ تابعین کے فتاوی جمع کئے۔

(۹) امام شعبی نے یہ جدت کی کہ اپنی کتاب کو ابواب وفصول پر جمع کیا۔

(۱۰) امام زہری نے یہ جدت کی کہ نمبر ۸ میں ایک باب جامع الابواب کے نام سے قایم کیا۔

(۱۱) امام ابوحنیفہ نے حدیثوں سے استنباط مسایل کا مستقل سلسلہ قایم کرکے تصانیف کیں۔ اس عہد میں اور بھی مصنف ومؤلف ہوئے ہیں۔

حدیث قرن ثانی میں

اس قرن میں کثرت سے تصنیفات وتالیفات ہوئیں۔ حدیثوں کے ساتھ صحابہ اور تابعین کے فتوے بھی جمع کئے جاتے تھے اور بعض مؤلف صرف حدیثیں جمع کرتے تھے۔ اس قسم کو مسند کہتے ہیں اس عہد میں مسندات کا طرز زیادہ پسند کیا گیا۔

امام مالک نے ابواب فقہیہ پر اپنی کتاب موطا کو مدون کیا۔

امام موسی کاظم بن امام جعفر نے مسند مرتب کیا۔ یہی سب سے پہلا مسند ثابت ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد نے یہ جدت کی کہ ابواب فقہیہ کے متعلق موافق مخالف احادیث کو جمع کرکے محاکمہ کیا۔ اس طرز کی ان کی کتاب کتاب الحجج ہے۔

شیخ یحیی بن سعید القطان نے یہ جدت کی کہ اسماء الرجال پر تصنیف کی۔

سراج الدین عمر بن الملقن (المتوفی ۸۰۴ھ) نے کتاب تذکرہ فی علوم الحدیث تصنیف کرکے ایک جدید ومفید فن کی بنیاد ڈالی۔

شیخ عبداللہ بن مبارک نے چالیس حدیثیں جمع کرکے اربعینات کی بنیاد قایم کی۔ (مجھے متقدمین کی نوے اربعینات کے نام معلوم ہیں چونکہ ان سب میں مقدم شیخ ابن مبارک ہیں اسلئے میں نے انہیں کو اربعین کا موجد خیال کیا ہے۔ یہ جدت انہوں نے حدیث من حفظ علی امتی

اربعین حدیثا بعثہ اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ فی زمرۃ الفقہاء والعلماء کے تحت میں
کی ہوگی۔ یہ حدیث ضعیف ہے ممکن ہے کہ شیخ کو کسی قوی ذریعہ سے پہونچی ہو کیونکہ شیخ ابن مبارک
توضعیف حدیث کو لینے والے نہ تھے) ان کی ایک کتاب کتاب الزہد والرقاق ہے جو جامع قروین
کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ نے کتاب تصنیف کرکے فن غریب الحدیث کی بنیاد قایم کی۔

اس عہد میں درس کا وہی قدیم طریقہ رائج تھا۔ امام مالک نے اس طرز کو بدلا اور یہ طرز اختیار کیا۔ کہ
شاگرد پڑھتا۔ امام صاحب سنتے۔ کثرت سے مدارس تھے۔ بعض بعض شہروں میں متعدد مدارس تھے۔

اس عہد میں بہت سے مصنفین کثیر التصانیف ہیں۔ امام محمد ۹۹۹ تصانیف کے مالک ہیں۔

اس قرن کے اکثر مصنفین کی تصانیف موجود ہیں۔

حدیث قرن ثالث میں

اس عہد میں محدثین اور مدارس حدیث کثرت سے تھے۔ محدثین میں کم ایسے گذرے ہیں۔
جنہوں نے مسند یا کوئی کتاب نہ لکھی ہو۔ اکثر شیوخ کے درس میں تو قدیم طرز رائج تھا۔ بعض نے
امام مالک کا طرز اختیار کرلیا تھا۔

امام شافعی نے کتاب الام وغیرہ تصنیف کیں۔

امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم ازرقی (المتوفی ۲۲۳ھ) نے تاریخ مکہ لکھی۔

ابوعبید قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۵ھ) نے غریب الحدیث تالیف کی یہ کتاب چالیس برس
کی محنت میں مرتب ہوئی۔

شیخ یحییٰ بن معین نے بارہ لاکھ حدیثیں لکھائیں اور ایک تاریخ تصنیف کی جس کی ترتیب حروف
معجم پر تھی۔

امام احمد بن حنبل نے مسند جمع کیا۔ یہ مسند تمام مسانید میں مستند ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ العدنی (المتوفی ۲۴۳ھ) نے مسند مرتب کیا اس کا نام مسند ابن ابی عمر تھا

شیخ حسین بن علی بن زید الکرابیسی بغدادی صاحب الشافعی (المتوفی ۲۴۵ھ) نے یہ جدت کی کہ اسماء مدلسین جمع کر کے کتاب اسماء المدلسین مرتب کی۔

امام بخاری نے یہ جدت کی کہ صرف صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا۔

اس عہد کے بہت سے مصنفین کی کتابیں موجود ہیں۔

حدیث عہد اختلافی میں

اس عہد میں محدثین و مصنفین اور مدارس حدیث کثرت سے تھے، تقریباً ہر محدث نے مسند لکھا یا کوئی تصنیف کی۔ درس میں دونوں طریق رائج رہے۔

ائمہ ستہ میں سے امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ نے صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کیا۔

امام مسلم نے علم علت حدیث ایجاد کیا اور اس فن پر تصنیف کی۔ اس فن کا منشا یہ تھا کہ متن یا سند حدیث میں جو علت ہو ظاہر کر دی جائے (کشف الظنون) ان کی ایک کتاب کتاب الاسماء والکنیٰ بھی ہے جو کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطیہ میں ہے۔

ابو بکر احمد بن زہیر النسفی البغدادی (المتوفی ۲۷۹ھ) نے تاریخ لکھی جو تاریخ ابن ابی خثیمہ مشہور ہے کتب خانہ جامع قرویین میں ہے

ابی اسحاق ابراہیم بن حرب العسکری (المتوفی ۲۸۲ھ) نے مسند ابو ہریرہ مرتب کیا۔

ابی بکر احمد بن عمرو الشیبانی (المتوفی ۲۸۷ھ) نے مسند مرتب کیا جو مسند ابن ابی عاصم مشہور تھا

قرون ثلاثہ میں ہزاروں محدث ہوئے اور تصانیف کی تعداد بھی ہزاروں تک پہونچی مگر صحاح ستہ کی کتابوں سے بہتر کوئی کتاب مرتب نہ ہوئی۔ اس لئے یہی مرکز نظر ہو گئیں صحاح ستہ سے پہلے کی اکثر تصانیف معدوم ہو گئیں کیونکہ پریس و مطابع نہ تھے، جس کسی کے پاس کوئی کتاب تھی قلمی تھی۔ اور عالم اسلام کو قسم قسم کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر لوٹے گئے۔ جلائے گئے۔ ان تمام امور کے علاوہ جب ان سے بہتر کتابیں طیار ہو گئیں تو لوگوں کو ان کی

حاجت نرہی۔ یہ بعینہٖ ایسی صورت ہے جیسے خلیل وابوعبید وغیرہ ائمہ نحو کی تصانیف متأخرین کی تصانیف کے بعد معدوم ہوگئیں۔ لیکن اُس قدیم ذخیرہ میں سے پھر بھی بہت کچھ باقی ہے اور معدوم شدہ کتب کے حوالے اور تذکرے کتب تاریخ وسیر ورجال وحدیث میں موجود ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کے بعد بہتوں نے صحیح حدیثیں جمع کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی مجموعہ مکمل طیار نہ ہوسکا۔ کیونکہ امام بخاری نے خود فرمایا ہے کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ ارباب سنن اربعہ نے بھی صحیح حدیثوں کا التزام کیا اور انہیں محدثین کے قریب زمانہ کے دو محدث محمد ابن خزیمہ اور اُن کے شاگرد ابن حبّان نے بھی کوشش کی اور وہ بہت کچھ کرسکے مگر تکمیل نکرسکے۔ اور جو کچھ کیا اس کو ارادہ کی موافق نباہ بھی نہ سکے کیونکہ ان کی کتابوں میں دوسری قسم کی حدیثیں بھی ہیں۔ غرض جو قبولیت کتب ستّہ کو حاصل ہے وہ کسی کے حصّہ میں نہ آسکی

؎ این سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صحیح ابن حبان کے مقبول نہونے میں ان شکوک وشبہات کا بھی کچھ دخل ہے جو اُن کے خیالات پر کئے گئے ہیں۔

صحیح ابن خزیمہ کے نظروں سے گرنے کا بھی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے راوی ابن حبّان ہیں۔

ابو محمد عبداللہ بن علی الجارود (المتوفی ۳۰۷ھ) نے المنتقی لابن الجارود لکھی یہ صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے۔

ابو محمد بن احمد الدولابی (المتوفی ۳۱۰ھ) نے کتاب الاسماء والکنی مرتب کی یہ کتاب مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

اس دور تک جو تصانیف ہوئیں۔ ان میں سے ۶۱ مسندوں اور ۲۸ معجموں کے نام تو مجکو معلوم ہیں۔ اس دور کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔

قرون ثلاثہ کے بعد

قرون ثلاثہ میں زیادہ تر حدیثیں جمع کرنے کا کام ہوا۔ نصرت علم حدیث کیلئے کچھ فنون بھی ایجاد ہوئے، لیکن تہذیب و ترتیب اور ایجادات کا دور عہد اختلافی سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہر مصنف اپنی تصنیف میں کوئی نہ کوئی مفید جدت ہی کرتا رہا۔ اور فنون کو بہترین ترتیب و تہذیب سے مدوّن کیا گیا، ہر فن کے متعلق کثیر تصانیف ہوئیں۔

ابوالقاسم بن اصبع القرطبی (المتوفی سنہ ۳۴۰ھ) نے کتاب ناسخ الحدیث و منسوخہ لکھی۔

ابی علی بن عثمان بغدادی معروف ابن سکن (المتوفی سنہ ۳۵۳ھ) نے صحیح المنتقی مرتب کی۔

ابو علی اسمٰعیل بن قاسم اللغوی (المتوفی سنہ ۳۵۶ھ) نے غریب الحدیث کے متعلق کتاب التاریخ تصنیف کی۔

ابوالقاسم طبرانی (المتوفی سنہ ۳۶۰ھ) نے تمام طرق حدیث کو ایک جگہ جمع کرنے کا قصد کیا۔ تین معجم تالیف کئے معجم صغیر۔ معجم اوسط۔ معجم کبیر۔ حضرت ابوہریرہ کی مرویات کو علیحدہ جمع کرنے کا قصد تھا۔ مگر موت نے فرصت نہ دی۔

ابو محمد حسن بن عبدالرحمن رامہرمزی (المتوفی سنہ ۳۶۰ھ) نے ایک کتاب المحدث الفاضل لکھی۔ یہ کتاب علوم حدیث پر پہلی کتاب تھی۔ یہی فن مرتب و مہذب ہو کر فن اصول حدیث کہلایا۔ لیکن یہ کتاب جامع نہ تھی۔

ابی سلیمان احمد بن محمد الخطابی (المتوفی سنہ ۳۸۸ھ) نے اصلاح اغلاط المحدثین تصنیف کی۔

ابی عبید احمد بن محمد (المتوفی سنہ ۴۰۱ھ) نے الغریبین تصنیف کی۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم (المتوفی سنہ ۴۰۵ھ) نے بخاری و مسلم پر مستدرک لکھا، ان سے پہلے بھی بعض محدثین نے یہ کام کیا تھا اور بعد میں بھی کیا۔ مگر حاکم کی طرح کوئی جامع کتاب طیار نہ کر سکا۔ حاکم نے اور بہت سی تصانیف کیں جنمیں سب سے اہم المدخل الی علوم الحدیث ہے۔

شیخ ابی بکر احمد بن عبدالرحمن شیرازی (المتوفی سنہ ۴۰۷ھ) نے القاب الرواۃ تصنیف کی۔

ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی (المتوفی ۴۳۰ھ) نے حلیۃ الاولیا لکھی۔ اسمار الرجال پر کتابیں لکھیں، ایک معجم مرتب کیا۔

ابوبکر احمد بن حسن البیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) نے تمام طرق حدیث کی جامع کتب سنن کبری تالیف کین اور اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی (المتوفی ۳۸۰ھ) نے ایک سنن مرتب کی اور دیگر فنون پر بہترین تصانیف کیں، ان کی ایک کتاب المؤتلف والمختلف اور ایک کتاب العلل بھی ہے۔

ابوبکر احمد بن علی الخطیب (المتوفی ۴۶۳ھ) نے ہر شعبہ علم حدیث پر مستقل بہترین تصانیف کیں۔ یہ بہت سی جدتوں اور سہولتوں کے موجد ہیں، ان کی ایک کتاب اجازۃ المجہول والمعدوم ہے

حافظ عبدالغنی بن سعید الازدی المصری (المتوفی ۴۰۹ھ) نے آداب المحدثین وغیرہ بہت سی تصانیف کیں۔

علامہ ابن جوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) خدمت حدیث میں یہ جدت کی کہ موضوعات کو ایک جگہ جمع کردیا۔ لیکن موضوعات کی تلاش میں بیجا سختی سے کام لیا۔ بڑے بڑوں پر ہاتھ صاف کرگئے۔ بعض حسن حدیثوں کو بھی موضوع کہہ گئے۔ اس پر علمانے ان کی تردید کی، امام سیوطی نے ان کی تردید میں التعقبات علی الموضوعات لکھی۔ اسی طرح عراقی ابن صلاح۔ ابن حجر نے ان کے خلاف لکھا

علامہ رزین (المتوفی ۵۲۵ھ) نے یہ جدت کی مؤطا اور صحاح ستہ کی اُن تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کیا جو اصول مشہور ہیں مگر ان کے ساتھ کچھ اور بھی اضافہ کردیا یہ اضافہ اصول کے ہم پایہ نہ تھا، ان کی کتاب کی ترتیب مسانید صحابہ پر تھی۔

علامہ ابن اثیر (المتوفی ۶۰۶ھ) نے یہ جدت کی کہ رزین کی کتاب کو حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ ابواب پر مرتب کردیا۔

حافظ مجد الدین محمد بن محمود (المتوفی ۶۴۳ھ) نے کتاب انساب المحدثین لکھی۔

شیخ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن الخطیب (المتوفی ۷۴۰ھ) نے مشکوۃ المصابیح

تصنیف کی۔

حافظ ضیاء الدین مقدسی (المتوفی ۶۴۳ھ) نے موافقات تصنیف کی۔ اس میں یہ جدت کی کہ اوّل اُن حدیثوں کو جمع کیا جن پر شیخین و ترمذی و ابو داؤد و نسائی کا اتفاق ہے۔

حافظ ذہبی (المتوفی ۷۴۸ھ) نے اسماء الرجال اور تاریخ میں متعدد کتابیں لکھیں، سیر النبلاء ان کی لاجواب کتاب ہے۔ مستدرک حاکم، خطیب، طبرانی، بیہقی، حافظ جمال الدین مزی کی تصانیف کو مختصر کرکے کارآمد بنایا۔

مجد الدین ابی طاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی (المتوفی ۸۱۶ھ) نے یہ جدت کی کہ ضعیف احادیث کو جمع کردیا۔ ان کی کتاب الاحادیث الضعیفہ چار جلدوں میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صحیح بخاری ان کی بے نظیر تصنیف ہے، اسماء الرجال پر کتابیں مرتب کیں، فتح الباری یعنی ہدی الساری اور القول المسدد میں صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل کی احادیث پر جو شبہات تھے اُن کو رفع کیا۔ ان کی کتاب درایہ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ کا ملخص ہے۔ اصول حدیث میں نخبۃ الفکر ایک مفید و بہتر تالیف ہے، المقترب فی بیان المضطرب نہایت نفیس تالیف ہے، امام سیوطی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر کو ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں یاد تھیں۔

امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) نے پانسو کتابیں تصنیف کیں ان میں سے (۹۰) فنون حدیث پر ہیں۔ انہوں نے تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جامع صغیر و زوائد میں بہت کچھ جمع کردیا تھا۔ جمع الجوامع ایک بڑا مجموعۂ احادیث طیار کرنے کا قصد تھا جسمیں سوائے موضوعات کے تمام اقسام کی حدیثیں ہوتیں۔ موت نے مہلت نہ دی۔ کام ناتمام رہگیا، تمام صحاح پر حواشی لکھے، ابن جوزی کی موضوعات پر دو کتابیں لکھکر ان کو کارآمد بنایا، انہوں نے خود لکھا ہے کہ مجکو دو لاکھ حدیثیں یاد تھیں (لواقح الانوار شیخ عبد الوہاب شعرانی)

شیخ علی متقی برہان پوری (المتوفی ۹۷۵ھ) نے امام سیوطی کی جمع کردہ احادیث کو ابواب فقہیہ پر

باعتبار حروف تہجی جمع کر کے کنز العمال نام رکھا، اس طرح امام سیوطی کی محنت کو کارآمد بنایا۔ شیخ ابوالحسن بکری نے لکھا ہے (للسیوطی منۃ علی العالمین وللمتقی منۃ علیہ۔ سیوطی کا احسان تمام دنیا پر ہے اور سیوطی پر متقی کا احسان ہے)

ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ ۔ تصنیف و تالیف میں خاص شہرت حاصل کی، انکی تصانیف کی تعداد امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہے۔

چوتھی سے گیارہویں صدی تک کے محدثین و مصنفین کا نہایت اختصار سے یہاں تک ذکر کیا گیا ہے۔ اس دور کے مصنفین کی تقریباً تمام تصانیف موجود ہیں۔ اگر کل مصنفین کی صرف فہرست اسماء لکھی جائے تو ایک ضخیم رسالہ مرتب ہو جائے۔ یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

آخر صدیوں سے اکثر امام مالک کا طریق درس ہی رائج ہے۔

ائمہ کا شوق حدیث

امام ابو حاتم رازی تلاش حدیث میں پیادہ پا سفر کیا کرتے تھے۔ ایکہزار کوس تک پیدل سفر کیا۔

امام بخاری شیخ آدم ابن ابی ایاس کے پاس گئے۔ راستہ میں تین رات دن تک کھانے کو کچھ میسر نہیں آیا۔ مگر گھاس پات کھا کر سفر جاری رکھا۔ امام بخاری نے محض حدیث کی خاطر ایکہزار اشرفی کی ہمیانی دریا میں پھینکدی۔ یہ واقعہ ان کے حالات میں مفصل لکھا گیا ہے۔

امام نسائی نے حصول حدیث کے لئے پندرہ سال کی عمر سے سفر اختیار کیا۔

ائمہ کی احتیاط قبول حدیث میں

امام بخاری نے تدلیس کے شبہ پر ایک شخص کی دس ہزار حدیثیں ترک کردیں (الفوائد الداری علامہ عجلونی)۔

امام احمد ابن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ تیس ہزار حدیثیں منتخب کرکے مسند لکھا امام بخاری نے چھ لاکھ میں سے، امام ابو داؤد نے پانچ لاکھ میں سے، امام مسلم نے تین لاکھ میں سے انتخاب کرکے اپنی اپنی کتابیں مرتب کیں۔

حدیث اور ہندوستان

جہاں کہیں کوئی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی یا کوئی مسلمان پہنچا۔ قرآن و حدیث اس کے ساتھ گیا۔ چند تاریخی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام عہد رسول کریم میں پہونچ گیا تھا۔ اس کے متعلق مفصل مضمون والد ماجد نے اپنی کتاب غازیان ہند میں لکھا ہے۔ بعض مزارات کے متعلق مشہور ہے کہ صحابہ کے مزارات ہیں۔ حضرت تمیم صحابی (تمیم الداری نہیں کوئی دوسرے ہیں) ہندوستان میں آئے ہیں وفات پائی۔ کولم علاقہ مدراس میں انکا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت حذیفہ، اسامہ، صہیب وغیرہ اصحاب کو حضورؐ نے خط دیکر سرباتک راجہ ہندوستان کے پاس بھیجا۔ سرباتک مسلمان ہوگیا۔

سرباتک ھندی زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل الیہ حذیفۃ واسامۃ وصھیبا وغیرھم۔ سرباتک ہندی نے بیان کیا کہ حضور رسول کریم نے حذیفہ وغیرہ اصحاب کو خط دیکر میرے پاس بھیجا تھا۔ میں مسلمان ہوگیا (اصابہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے رسول کریم کے پاس جاٹوں کی شکل وصورت کے آدمی دیکھے (ترمذی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بیمار ہوئیں تو اُن کے علاج کے لئے اُن کے بھتیجے ایک جاٹ طبیب کو لائے (ادب المفرد امام بخاری)

حضرت علی نے جنگ جمل میں خزانہ کی حفاظت پر جاٹوں کو متعین کیا تھا۔ (طبرانی)

امیر معاویہ نے جاٹوں کو شام کے ساحلی شہروں میں آباد کیا (بلاذری)

کولم میں ایک قبر ہے اُس پر یہ کتبہ ہے (اسماعیل بن مالک بن دینار ۱۰۹ھ) مالک ابن دینار مشہور تابعی ہیں۔ ۰۰ھ میں وفات پائی۔ اسماعیل ان کے بیٹے تبع تابعی ہوئے اور کچھ عجب نہیں کہ تابعی ہوں کیونکہ کم از کم ان کی ولادت ۰۰ھ کی بھی فرض کی جائے تو اس زمانہ میں بہت سے صحابی زندہ تھے۔ ممکن ہے کہ کسی صحابی کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے ہوں۔ خیر تابعی ہوں یا نہوں تبع تابعی ہونے میں تو شک ہی نہیں۔ اور خدا جانے کتنے تبع تابعی و تابعی یہاں آئے ہونگے

ہندوستان میں جب مسلمان آئے تو مدتوں تک جنگ وجدال کی وجہ سے پریشان رہے تصنیف وتالیف کا خاص موقع نہیں ملا۔ اس لئے اس ابتدائی دور کے حالات کتابوں میں مفصّل نہیں ملتے۔

میں اس بیان میں کچھ مبالغہ نہیں سمجھتا کہ حجاز وکوفہ کے بعد تمام عالم اسلام میں محدثین کی شمار میں ہندوستان کا نمبر سب سے اوّل ہے۔

ائمہ مجتہدین اور مصنفین حدیث میں بھی ایک ہندی الاصل ہے۔ حاکم جیسے محدّث نے بھی ہندوستانی محدّث کے آگے زانوئے ادب تہ کیا ہے۔ حدیث کا سب سے بڑا مصنف اور آخری محدث ایک ہندوستانی ہی ہے یعنی علی متقی صاحب کنز العمال۔

خلفائے بنی اُمیہ وعبّاسیہ میں بعض محدث ہوئے ہیں۔ دوسرے خاندانوں میں جہانتک مجکو علم ہے کوئی صاحب تخت وتاج محدث نہیں ہوا۔ ہندوستان کے چار بادشاہ ضرور محدث تھے۔ اِس زمانہ میں عالم اسلام میں جو سلاسل حدیث جاری ہیں ان سب پر حضرت شاہ عبدالغنی عمری مجددی کا سلسلہ چھایا ہوا ہے۔

پہلی صدی کے محدّثین ومجتہدین ومصنفین میں امام اوزاعی کا خاص مرتبہ ہے، تبع تابعین میں سے تھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے ہمعصر تھے۔ ان کا مذہب شام واندلس میں ۲۵۰ھ تک جاری رہا پھر معدوم ہوگیا۔ تذکرۃ الحفاظ میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے (واصلہ من سبی السند۔ ان کی اصل سندھ کے قیدیوں میں سے ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ تبع تابعی امام حسن بصری کے شاگرد اکثر ہندوستان آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کا لقب ہی نزیل ہند ہوگیا تھا۔ (تہذیب التہذیب)۔

مشہور مصنف حدیث وتابعی ربیع بن صبیح ۱۵۹ھ میں ہندوستان آئے (طبقات ابن سعد)

ابو معشر نجیح ابن عبدالرحمن مشہور محدّث وفقیہ ومصنف سندھ کے تھے۔ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے جنازے کی نماز خلیفہ ہارون رشید نے پڑھائی۔

مشہور محدث رجا سندھی (۳۲۱ھ) ہندوستان سے ایران گئے اس لئے اسفرائینی مشہور ہوئے حاکم نے ان کو (رکن من ارکان الحدیث) کہا ہے، ان کے بیٹے ابو عبداللہ محمد بن رجا اور ابوبکر محمد بن محمد بن رجا مشہور محدث گذرے ہیں۔

ابونصر فتح بن عبداللہ سندھی حسن بن سفیان کے شاگرد تھے۔ رے و قزوین کے قاضی رہے۔

احمد بن سندھی ابن فروخ، احمد بن سندھی بن حسن نامور محدث ہوئے ہیں بغداد میں وفات پائی۔ بیت المقدس کا عرب عالم و سیاح ابوالقاسم مقدسی ۳۷۵ھ میں ہندوستان آیا۔ اس کا قول ہے (واکثرھم اصحاب الحدیث) اس سیاح نے ہندوستان میں ایک ظاہری مذہب (امام ابو داؤد ظاہری کے مذہب کے پیرو ظاہری کہلاتے تھے) کے امام ابو محمد کا سندھ میں ذکر کیا ہے۔ ان کا درس منصورہ (بھکر) میں قایم تھا۔

سمعانی نے منصورہ کے دو محدثوں کا ذکر کیا ہے۔ آخرالذکر کو اُس نے خود دیکھا ہے۔ ایک قاضی ابوالعباس بن محمد شاگرد محدث اثرم حاکم قاضی موصوف کے شاگرد تھے۔ دوسرے ابوالعباس احمد بن محمد المعروف ہوانی محدث بصری کے شاگرد تھے۔

قاضی ابوسعید عبدالکریم سمعانی (المتوفی ۵۳۲ھ) تحصیل علم کے لئے لاہور آیا تھا۔ سلطان مسعود غزنوی کے عہد میں اسمٰعیل محدث ہندوستان میں آئے۔ ۴۴۸ھ میں لاہور میں وفات پائی امام رضی الدین حسن بن محمد المعروف امام صنعانی (ان کے اجداد صنعانیان علاقہ ماوراء النہر کے باشندے تھے) ۶۵۰ھ میں ہندوستان میں آئے۔ یہ امام النظام المرغینانی کے شاگرد تھے اور شرف الدین دمیاطی ان کے شاگرد تھے۔ امام صنعانی کی بہت سی تصانیف ہیں مشارق الانوار زیادہ مشہور ہے اس میں ۲۲۴۶ حدیثیں ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب حدیث کے ابتدائی الفاظ پر ہے جیسے اذا سے شروع ہونے والی حدیثیں۔ من سے شروع ہونیوالی حدیثیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے زمانہ تک ہندوستان میں یہ درس حدیث میں شامل تھی۔

امام صنعانی خلیفہ بغداد اور شاہ غزنی کے درمیان سفیر بنکر بھی گئے تھے۔ اور معاملات طے کرلئے تھے۔ سنہ ۶۵۰ھ میں وفات پائی۔ مولانا برہان الدین بلخی ان کے شاگرد تھے مولانا بلخی کے شاگرد مولانا کمال الدین دہلوی تھے۔ ان کے شاگرد سلطان نظام الدین اولیا تھے۔

قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی المتوفی سنہ ۵۴۴ھ کی کتاب کا نام بھی مشارق الانوار ہے)

دبیل (ٹھٹھ) میں بہت سے محدث ہوئے ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور ابو عبید عبید اللہ تھے یہ سعید بن عبدالرحمن مخزومی کے شاگرد تھے۔ ان سے ابوالحسن احمد بن ابراہیم فراس مکی نے روایت کی ہے۔

ابراہیم بن محمد بن موسی یہ موسی بن ہارون کے روایت کرتے تھے۔

ابوالقاسم شعیب بن محمد معروف ابو قطعان　　علی بن موسی　　خلف بن محمد

مولانا شمس الدین یحیی اودھ کے رہنے والے تھے۔ مشارق الانوار کی شرح لکھی۔ سنہ ۷۴۷ھ میں وفات پائی۔

امیر کبیر سیّد علی ہمدانی المتوفی سنہ ۷۸۶ھ اور ان کے صاحبزادے میر سیّد محمد مشہور محدث تھے سنہ ۸۱۸ھ میں کشمیر میں وفات پائی۔

قاضی نظام الدین کیکلانی جونپوری کثیر التصانیف تھے۔ ابراہیم شاہیہ فی فتاوی الحنفیہ ان کی تصنیف ہے جو بحکم ابراہیم سلطان شرقی تصنیف کیا تھا۔ سنہ ۸۴۷ھ میں وفات پائی۔

ملا رکن الدین یک لکھی مشہور تھے۔ کیونکہ ان کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں سنہ ۸۲۰ھ میں وفات پائی۔

مولانا نور الدین احمد شیرازی شاگرد میر سید شریف جرجانی سنہ ۸۲۴ھ میں ہندوستان آئے

مولانا وجیہ الدین محمد مالکی شاگرد حافظ سخاوی گجرات آئے سنہ ۹۲۹ھ میں وفات پائی

مولانا جمال الدین محمد بن عمر حضرمی گجرات آئے سنہ ۹۳۱ھ میں وفات پائی۔

سیّد رفیع الدین صفوی شیرازی سلطان سکندر لودھی کے عہد میں آئے۔ آگرہ میں

درس دیتے تھے۔ مولانا کمال الدین حسین اور ملا بدایونی ان کے شاگرد تھے مولانا کمال الدین کے شاگرد سید جلال اور اُن کے شاگرد سید محمد مراد امروہوی تھے۔ اکبر کے زمانہ میں میرعدل تھے

سید عبدالاول حسینی جونپوری نے بخاری کی شرح فیض الباری لکھی۔ سنہ ۹۶۵ھ میں وفات پائی

شیخ علی متقی صاحب کنزالعمال سنہ ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔

خواجہ ارزانی محدث جونپوری ان کی تصنیف مدارج الاخبار ہے۔ سنہ ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالمعطی مکی شاگرد شیخ الاسلام زکریا انصاری ہندوستان آئے۔ سنہ ۹۸۳ھ میں وفات پائی

شیخ شہاب الدین احمد عباسی مصری شاگرد شیخ الاسلام گجرات آئے سنہ ۹۹۲ھ میں وفات پائی

شیخ سعید شافعی حبشی سنہ ۹۹۱ھ میں گجرات آئے۔

قاضی سید نور محمد جونپوری المتوفی سنہ ۹۹۵ھ زبدۃ المحدثین مشہور تھے۔

شیخ عبدالوہاب متقی برہان پوری نے سنہ ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بن مولانا سیف الدین بن سعداللہ ترک بخاری سنہ ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالوہاب متقی سے علم حاصل کیا۔ اس زمانے تک ہندوستان میں درس حدیث میں مشارق الانوار اور مشکوٰۃ کا رواج تھا۔ شیخ نے موطا امام مالک و صحیح بخاری و صحیح مسلم کو شامل کیا۔ شیخ کی تصانیف کی تعداد سو ہے۔ سنہ ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد طاہر بوہرہ گجراتی۔ لغت حدیث میں مجمع البحار۔ مغنی اسماء الرجال میں اور تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ سنہ ۹۸۲ھ میں سارنگپور میں وفات پائی۔

ملا جوہر ناتھ کشمیری۔ ہندو سے مسلمان ہوئے۔ عرب جا کر حافظ ابن حجر مکی سے حدیث حاصل کی۔ پھر کشمیر آکر درس دینے لگے۔ سنہ ۱۰۲۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد قاسم سندھی عرب کو ہجرت کر گئے۔ وہاں رئیس المحدثین مشہور ہوئے۔

شیخ یعقوب صرفی کشمیری۔ حافظ ابن حجر مکی کے شاگرد تھے۔ کثیر التصانیف ہیں۔

۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت مجدد الف ثانی ان کے شاگرد تھے۔ اکبر بادشاہ کو فتح کشمیر پر انہوں نے ہی آمادہ کیا تھا۔ شمائل ترمذی کا نسخہ عرب سے ہندوستان میں بھی یہی لائے تھے۔ ایک تفسیر لکھی۔ بخاری کی شرح لکھی مگر ناتمام چھوڑی۔

ملا محمد افضل المعروف استاد الملک جونپوری۔ ملا محمود صاحب شمس بازغہ کے استاد تھے ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی

مولانا محمد رضا المعروف حکیم دانا کشمیری جہانگیر بادشاہ نے جب مذاہب کا مناظرہ کرایا تھا تو یہ علمائے اہل سنت کے صدر تھے۔

قاضی عبدالجلیل جونپوری۔ اِن سے شاہ جہان بادشاہ نے (۱۰۴۰) حدیثوں کی سند لی تھی ۱۰۶۸ھ میں وفات پائی۔

قاضی حیدر المخاطب قاضی خان کشمیری ۱۱۲۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی۔ شیخ یعقوب صیرفی کے شاگرد تھے۔ حضرت کی ایک اربعین ہے اور مکتوبات ہیں۔

مولانا جلال الدین مچھلی شہری۔ فتاوی عالمگیری کے مصنفین میں سے ہیں۔

ملا جیون امیٹھوی۔ عالمگیر بادشاہ کے اُستاد تھے۔ ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔

حافظ امان اللہ بنارسی المتوفی ۱۱۳۳ھ۔ خواجہ کلیم اللہ جہان آبادی المتوفی ۱۱۴۰ھ شیخ عارف قنوجی المتوفی ۱۱۴۰ھ۔ قاضی محب اللہ بہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان

شیخ نورالحق بن شیخ عبدالحق۔ اپنے والد اور خواجہ معصوم عروۃ الوثقی سے علم حاصل کیا۔ فارسی میں بخاری کی شرح تیسیر القاری لکھی۔ موطا کی شرح لکھی۔ یہ ٹپنہ کے کتب خانہ میں ہے۔ صحیح مسلم کی شرح منبع العلم لکھی مگر ناتمام چھوڑی۔ شاہ جہان کے عہد میں آگرہ میں قاضی تھے۔ ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی۔

حافظ فخر الدین بن شیخ نور الحق نے منبع العلم کی تکمیل کی حصن حصین کی شرح لکھی۔

شیخ الاسلام بن حافظ فخر الدین۔ بخاری کی فارسی میں شرح لکھی۔ اور چند کتابیں تصنیف کیں۔

حافظ محمد محسن نواسے شیخ عبد الحق ۱۱۴۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام۔ رام پور میں سکونت اختیار کی۔ مؤطا کی شرح محلی لکھی۔ بخاری و ترمذی کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اور کتابیں لکھیں۔ ۱۲۲۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت مجدد صاحبؒ کا خاندان

شیخ محمد سعید بن حضرت مجدد صاحب۔ مشکوۃ پر حاشیہ لکھا۔ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی

خواجہ معصوم عروۃ الوثقی بن حضرت مجدد صاحب۔ ان کے نو لاکھ مرید اور سات ہزار خلفا تھے۔ ۱۰۸۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد افضل بن خواجہ معصوم۔ ۱۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ان کے شاگرد تھے۔

شیخ سیف الدین بن خواجہ معصوم۔ عالمگیر بادشاہ کے استاد تھے۔ ۱۰۹۸ھ میں وفات پائی

خواجہ محمد اعظم بن شیخ سیف الدین نے بخاری کی شرح فیض الباری لکھی۔

شاہ ابو سعید عمری مجددی۔ شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ کے شاگرد تھے۔

شاہ عبد الغنی بن ابو سعید عمری مجددی شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کے شاگرد تھے۔ اب دنیائے اسلام میں تمام سلاسل حدیث میں سب سے زیادہ شاہ عبد الغنی صاحب ہی کا سلسلہ جاری ہے۔ شاہ صاحب کے شاگرد ہندوستان اور عرب میں کثرت سے تھے۔ فقیر کے جد امجد مولوی محی الدین مرحوم اور ان کے تین بھائی مولوی محمد یٰسین غرلق۔ مولوی ریاض الدین قاضی قمر الدین شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا ذو الفقار علی دیوبندی۔ مولانا فضل الرحمن دیوبندی

بھی شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا خاندان

شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبد الرحیم میر زاہد کے شاگرد تھے۔ شاہ ولی اللہ نے اپنے والد اور شیخ محمد افضل بن خواجہ معصوم سے علم حاصل کیا۔ شاہ صاحب کی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور حجۃ اللہ البالغہ اور عقد الجید ہے۔ شاہ صاحب کے چار بیٹے تھے۔ شاہ عبد العزیز شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبد القادر۔ شاہ عبد الغنی۔ ان چاروں کے علاوہ اور بہت سے شاگرد تھے۔ مولانا رفیع الدین بن فرید الدین خان مراد آبادی۔ قاضی غلام علی سیوہاروی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ قاضی صاحب کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں۔ زیادہ مشہور تفسیر مظہری ہے جو بامداد محکمہ امور مذہبی سرکار حیدر آباد طبع ہو رہی ہے۔ قاضی صاحب کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید علم الہدی اور شاہ عبد العزیز بیہقی وقت کہا کرتے تھے۔ شاہ صاحب نے ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

شاہ عبد العزیز (المتوفی ۱۲۳۹ھ) ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ زیادہ مشہور تحفہ اثنا عشریہ ہے، ان کے تینوں بھائی، ان کے داماد مولانا عبد الحی اور ان کے دو نواسے شاہ اسحق و شاہ یعقوب ان کے علاوہ مولانا سلامت اللہ بدایونی۔ مرزا حسن علی لکھنوی۔ مولانا حسین احمد ملیح آبادی مولانا رؤف احمد مصطفے آبادی، سید قطب الدین رائے بریلوی۔ مولانا تاج الدین بھسوانی قاضی امین الدین سیوہاروی۔ مولانا غلام حسین سیوہاروی وغیرہ وغیرہ شاگرد ہیں۔

شاہ رفیع الدین (المتوفی ۱۲۴۹ھ) قران کا ترجمہ کیا۔ ان کے صاحبزادے شاہ مخصوص اللہ ان کے خاص شاگرد اور جانشین تھے۔ اور شاہ ابو سعید عمری مجددی اور مولانا رشید الدین دہلوی بھی ان کے شاگرد تھے۔

شاہ عبد القادر (المتوفی ۱۲۳۲ھ) قران کا ترجمہ کیا۔ تفسیر موضح القرآن تصنیف کی۔ شاہ اسمعیل شہید۔ مفتی صدر الدین۔ مولوی فضل حق خیر آبادی ان کے شاگرد تھے

شاہ عبد الغنی۔ ان کے بیٹے شاہ اسماعیل شہید ان کے شاگرد تھے اور بھی بہت سے شاگرد تھے

شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین۔ شاہ عبدالغنی بن شاہ ابوسعید عمری مجددی ان کے شاگرد تھے۔

شاہ اسحٰق (المتوفی ۱۲۶۲ھ) نواب قطب الدین خان دہلوی۔ مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی۔ قاری عبدالرحمن پانی پتی۔ مفتی عنایت احمد۔ مولانا عالم علی نگینوی مرادآبادی مولانا احمد علی سہارنپوری۔ مولانا شیخ محمد تھانوی۔ مولانا مملوک علی نانوتوی اور اور بہت سے شاگرد تھے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی بھی شاہ صاحب کے شاگرد مشہور تھے۔ ان کے متعلق رسالہ معارف اعظم گڈہ شوال ۱۳۴۹ ہجری میں مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے ایک مضمون کے سلسلہ میں قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی کا یہ بیان شائع کرایا ہے۔

(مولانا نذیر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں اُسوقت آئے جب شاہ صاحب ہجرت کر رہے تھے۔ اور چند کتابوں کی ابتدائی حدیثیں سناکر سند طلب کی۔ شاہ صاحب نے یہی مضمون لکھکر حوالے کر دیا۔)

شاہ اسمٰعیل شہید (المتوفی ۱۲۴۷ھ) ان کی تصنیف سے تقویۃ الایمان وغیرہ کئی کتابیں ہیں۔ مولانا سخاوت جونپوری اور اور بہت سے علما ان کے شاگرد تھے۔

خاکسار نے مختصر طور پر بعض بعض حضرات کے متعلق لکھدیا ہے۔ ورنہ ہندوستان میں ہزاروں محدث گذرے ہیں۔ بالخصوص دہلی، لاہور۔ بدایوں، سندھ، گجرات، بہار، لکھنؤ آگرہ وغیرہ شہروں میں۔ بزرگان سلاسلِ طریقت میں سے متقدمین میں تقریب قریب سب بزرگ محدث ہوئے ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری۔ بابا فریدالدین گنجشکر۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ شاہ بینا لکھنوی۔ سلطان نظام الدین اولیا۔ شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی، شیخ علاؤالدین صابر کلیری۔ خواجہ گیسو دراز۔ شیخ جلال تھانیسری۔ خواجہ باقی باللہ رح حضرت مجدد الف ثانی۔ شاہ ابوالخلا۔ شاہ سلیم چشتی۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی،

شاہ کلیم اللہ جہان آبادی - مرزا مظہر جان جانان - شاہ محمد آفاق - مولانا فخر الدین چشتی - شاہ غلام علی - غرض متقدمین میں سبھی حضرات صاحب علم حدیث تھے - شاہ مینا کے مکتوبات کا قلمی نسخہ نواب اختر یار جنگ بہادر مینائی کے پاس ہے والد ماجد نے مطالعہ کیا ہے - فرماتے تھے حقایق و معارف کا گنجینہ ہے - خدا مینائی خاندان کو توفیق عطا کرے کہ اسکو شائع کرادیں۔

بزرگان متقدمین بے علم کو بعیت کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے - سلطان نظام الدین اولیاء کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر بعیت ہونا چاہا - حضرت نے دریافت کیا کہ علم دین حاصل کر لیا ہے اس نے کہا نہیں - حضرت نے فرمایا علم حاصل کرکے آؤ - وہ واپس گیا اور چند سال کے بعد حاضر ہوا، عرض کیا علم حاصل کر لیا پھر فرمایا فلان مقام پر جہاد ہو رہا ہے اس میں شریک ہو کر آؤ - وہ طالب صادق جہاد میں چلا گیا اور وہاں سے کامیاب واپس آکر درخواست بعیت کی حضرت نے فرمایا ہاں اب تم مرید کرنے کی قابل ہو گئے -

فقرا اور صوفیا کے طبقہ میں علم دین اور عمل سنت سے بیگانگی کی وبا اٹھارویں صدی عیسوی سے پھیلی ہے ورنہ متقدمین سب عالم اور عاشق سنت رسول تھے -

خواجہ جلال الدین کبیر الاولیا چشتی جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو مریدوں نے دوا پلانی چاہی حضرت چارپائی پر لیٹے تھے فرمایا کہ چارپائی سے نیچے اُتارو - مریدوں نے تعمیل کی نیچے اُتر کر دوا پی اور پھر چارپائی پر لیٹ گئے - مریدوں نے دریافت کیا کہ اس میں کیا مصلحت تھی - فرمایا حضور رسول کریم کو جب دوا پلائی گئی ہے تو آپ فرش زمین پر آسودہ تھے - میں نے اس سنت کو ترک کرنا نہیں چاہا -

سلاطین ہند میں سلطان محمود غزنوی - سلطان اورنگ عالمگیر غازی - معظم بہادر شاہ بن عالمگیر شاہجہان سلطان زین العابدین کشمیری محدث تھے - اول الذکر دونوں صاحب تصنیف بھی ہیں شاہ عبد العزیز دہلوی کے ہمعصر لکھنو میں ایک مشہور عالم تھے - مولانا عبد العلی نام - شاہ صاحب ان کو بحر العلوم کہا کرتے تھے -

مرزا حسن علی محدث لکھنوی کے شاگرد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی تھے۔ مولانا عبدالحلیم کے بیٹے مولانا عبدالحی (المتوفی سنہ ۱۳۰۴ھ) مشہور عالم تھے۔

بدایوں میں مولانا فضل رسول مشہور عالم گذرے ہیں (مولانا عبدالحامد صاحب جن کی تقریظ اس کتاب پر ہے اسی خاندان سے ہیں)

بدایوں میں ایک امیر عالم قاضی شمس الاسلام تھے حضرت جد امجد مرحوم سے اور ان سے خاص تعلقات تھے۔ والد ماجد مدظلہ اور ان کے صاحبزادوں سے تعلقات تھے۔

مولانا محمد شاہ رام پور میں مشہور محدث تھے۔ یہ مولانا حسن شاہ محدث کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ مولانا حسن شاہ مولانا عالم علی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔

مفتی سعد اللہ۔ نواب صدیق حسن خان۔ مولوی عبداللہ غزنوی امرتسری بھی مشہور علما میں تھے۔

شاہ عبدالغنی صاحب کے بعد محدثین ہند کا تذکرہ میں نے دانستہ چھوڑ دیا ہے کیونکہ اگر سہواً یا عدم واقفیت سے کسی بزرگ کا نام رہجاتا تو اس کو ذاتی تعصب پر محمول کیا جاتا اس وجہ سے میں نے اس سلسلہ کے حضرات کا بھی تذکرہ نہیں لکھا جن کے مقدس سلسلہ سے مجکو یہ دولت ونعمت نصیب ہوئی ہے۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے ہر بڑے شہر اور قصبہ میں اسلامیہ مدارس قایم ہیں اور درس حدیث ہوتا ہے اور علما تالیف وتصنیف میں مشغول ہیں۔ میں نے اس معاملہ میں ذاتی تعصب کو دخل نہیں دیا۔ ناظرین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں نے ہر خیالات وعقاید کے علما کا ذکر کیا ہے ؎

کفر است در طریقتِ ما کینہ داشتن ؛ آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

شاہ عبدالغنی رح کے بعد اختلافات نے بہت کچھ وسعت حاصل کرلی ہے۔

حدیث اور ملکِ دکن

تاریخ شاہد ہے کہ دکن کے مسلمان بادشاہ علوم و فنون کے قدرداں ہوئے ہیں اور اسلامی علوم پر تو بہت کچھ زر و جواہر نثار کیا ہے۔

ہندوستان پر سنہ ۹۰ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک اور سنہ ۶۹۵ سے سنہ ۷۹۹م تک دکن میں برابر سلاطین اسلام حکمران رہے لیکن خدمت حدیث شریف کی سعادت ابدی سلطان محمود شاہ بہمنی (المتوفی سنہ ۷۹۹م) کے نصیب میں تھی۔

اس نیکنام بادشاہ نے سب سے پہلے محدثین کے وظائف مقرر کئے اور اشاعت حدیث کی ترغیب دلائی۔ یہ بیان کہ اُس وقت سے اب تک دکن میں کون کون محدث ہوئے طوالت طلب ہے۔ اس مضمون میں مختصر تذکرہ صرف اُن حضرات کا کیا جاتا ہے جو سلطان المحدثین مانے گئے ہیں اور جن کی تصانیف کو محدثین عرب و عجم نے سر آنکھوں پر رکھا۔ جن کے سامنے مدنی و مکی محدثین نے زانوئے ادب تہ کیا۔

سید عبدالاول حسینی۔ ان کے باپ قصبہ زید پور (متصل جونپور) کے باشندے تھے نقل سکونت کر کے دکن میں آ گئے۔ سید صاحب دکن ہی میں پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری کی شرح فیض الباری لکھی اور سفر السعادت فیروز آبادی کا خلاصہ کیا۔ سنہ ۹۶۵م میں وفات پائی۔

شیخ طیب۔ اصل باشندے سندھ کے تھے دکن آ گئے۔ سید عبدالاول کے شاگرد تھے۔ پچاس برس تک برہان پور میں درس دیا۔

شیخ علی متقی۔ ان کے باپ جونپور کے باشندے تھے۔ برہان پور کو نقل سکونت کی یہ سنہ ۸۸۵م میں پیدا ہوئے۔ مولانا حسام الدین متقی سے علم حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر مکی اور شیخ ابوالحسن بکری سے بھی فیض پایا۔ امام جلال الدین سیوطی کی تصانیف کو کارآمد بنایا۔ یعنی کنز العمال تصنیف کی۔ کنز العمال ایک ایسی کتاب ہے کہ اس پر دکن اور ہندوستان جس قدر

بھی ناز کرے بجا ہے - دوسری تصنیف ان کی منہج العمال ہے - ۹۷۵ھ میں وفات پائی -

شیخ عبدالوہاب متقی - اصل باشندے منڈو (مالوہ) کے تھے - شیخ علی متقی کے شاگرد ہوئے - برہان پور میں قیام کیا -

شاہ محمد فضل اللہ - اصل باشندے جونپور کے تھے - شیخ علی متقی کے شاگرد تھے - ان کا لقب نائب رسول تھا - برہان پور میں سکونت اختیار کی - ان کی کتاب التحفۃ المرسلہ کی شرح بڑے بڑے علما شیخ عبدالغنی نابلسی اور شیخ ابراہیم کردی نے لکھی - ۱۰۲۹ھ میں وفات پائی -

دکن میں اور بہت سے محدث گذرے ہوں گے - ہم دو چار خاص الخاص حضرات کا مختصر ذکر کر دیا باقی زیادہ تحقیق و تفتیش بھی نہیں کی -

حدیث اور سُلطان العُلوم

فرمانروائے حال اعلیحضرت میر عثمان علی خان سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ درحقیقت سُلطان العلوم ہیں - عالم اسلام میں شاید ہی کوئی ایسا خطہ ہوگا کہ جہاں کے علما اعلیٰ حضرت کے وظیفہ خوار نہیں - علما اور مصنفین کا گروہ کثیر اعلیٰ حضرت کے دست کرم کے طفیل سے اطمینان قلب کے ساتھ درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں مشغول ہے اعلیٰ حضرت کے عہد سعادت مہد میں جو جو علمی ترقیاں ہوئیں ان کا بیان اس کتاب سے متعلق نہیں صرف علم حدیث کا بیان مقصود ہے -

سلف صالحین کی وہ نایاب تصانیف جن کے نام ہی بڑے بڑے علما نے سنے تھے اور جن کے قلمی نسخے بھی نایاب روزگار ہو گئے تھے - آج شہنشاہ عالم نواز علم دوست، دین پرور کی بدولت ہر طالب علم کے ہاتھ میں ہیں - عرب و عجم اور یورپ وغیرہ ممالک سے ان کو منگا کر شائع کرایا گیا علما و مدارس میں مفت تقسیم کیا گیا - محکمہ دائرۃ المعارف اسی لئے قایم ہے - کہ متقدمین کی نادر تالیفات کو تلاش کر کے شائع کرے - دائرۃ المعارف نے اب تک جو نوادر شائع کئے ہیں انکی فہرست ڈیڑھ جزو پر طبع ہوئی ہے - بعض خاص خاص کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں -

مشکل الآثار - جامع المسانید - کنز العمال - مستدرک حاکم - المعتصر من مشکل الآثار - کتاب الاعتبار مسند ابی داؤد طیالسی - تجرید اسمائے صحابہ - تہذیب التہذیب - لسان المیزان - تذکرۃ الحفاظ، خصائص کبریٰ - شرح السیر الکبیر سرخسی - سنن کبریٰ بیہقی -

مولانا انوار اللہ خان صاحب فضیلت جنگ مرحوم نے حدیث و فقہ کے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی ہیں - ان سے اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ نے علم دین تحصیل فرمایا - یہ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی کے شاگرد تھے -

نواب وقار نواز جنگ مرحوم نے بخاری شریف کا ترجمہ کیا ہے اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں - وحید الزمان اِن کا نام تھا - مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈہی کے شاگرد اور مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید تھے -

تفسیر مظہری مصنفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی سرکاری امداد سے زیر طبع ہے -

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی (مولانا شاگرد ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے وہ شاگرد تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی و مولانا رشید احمد گنگوہی کے) نے فتح الملہم صحیح مسلم کی شرح لکھنی شروع کی - دربار گہربار سلطان العلوم نے مولانا کو تمام آستانوں سے بے نیاز کر دیا ہے - اس شرح کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں بقیہ مجلدات زیر طبع ہیں - پوری کتاب پانچ جلدوں میں طبع ہوگی -

مولانا حکیم عبد الرحمن سہارنپوری دکن میں متوطن ہوئے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے فرزند اور شاگرد تھے اِن کے فرزند مولانا عبد الحی پروفیسر جامعہ عثمانیہ تھے مولانا عبد الحی سے شہزادگان والا تبار نواب اعظم جاہ و معظم جاہ نے تحصیل علم فرمائی -

بذل المجہود فی حل ابی داؤد سنن ابی داؤد کی شرح ہے - مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی تصنیف ہے (مولانا شاگرد تھے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے) مولانا خلیل احمد صاحب کو اگرچہ براہ راست کوئی امداد نہیں دی گئی مگر وہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر مدرس تھے اور مدرسہ کو

ترمذی شریف کی شرح مفتی عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ تصنیف کر رہے ہیں مفتی صاحب شاگرد ہیں مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈہی کے اور وہ شاگرد ہیں مفتی عنایت احمد کے) مفتی صاحب اصل باشندے ضلع بجنور کے ہیں - اب حیدر آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اس شرح کی تالیف میں مفتی صاحب کی امداد اُن کے شاگرد اور داماد مولانا فضل اللہ صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ کر رہے ہیں - مولانا پوتے ہیں حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری کے وہ شاگرد تھے

سرکار عالی سے امداد ملتی ہے -

مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے) مولانا سید سلیمان ندوی بھی جنکی تقریظ اس کتاب پر ہے مفتی صاحب کے شاگرد ہیں۔

مشکوۃ شریف کی شرح مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی وظیفہ خوار دولت آصفیہ (مولانا شاگرد ہیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے) اس کی ایک جلد طبع ہو چکی ہے باقی زیر طبع ہے مصارف اشاعت محکمہ امور مذہبی سے عطا ہوئے ہیں۔ اس شرح کا نام التعلیق الصبیح ہے۔

علم الحدیث یہ رسالہ علامہ عبداللہ العمادی کی تصنیف ہے۔ (مولانا کی سند یہ ہے عبداللہ العمادی عن ابیہ الشیخ محمد الافضل عن الشیخین الجلیلین المولی محمد شکور والمولی محمد ظہور عن الشاہ عبدالعزیز الدہلوی) اس کتاب کے پانچ حصے ہیں۔ ایک حصہ طبع ہو چکا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف علام کو توفیق رفیق کرے کہ بقیہ حصص طبع کرا دیں۔

اسرار التنزیل فی سورۃ الفیل مولانا الحاج عبدالبصیر سیوہاروی کی تصنیف ہے (مولانا عرصہ دراز سے حیدرآباد میں سکونت پذیر ہیں اصل وطن سیوہارہ ضلع بجنور ہے، ادارۂ علمیہ کے رکن ہیں۔ مولانا انورشاہ کشمیری رح کے شاگرد ہیں اور شاہ صاحب شاگرد تھے مولانا محمود حسن دیوبندی کے، شاہ صاحب کے اسناد المسک الاذفر من اسانید الشیخ الانور میں درج ہیں)۔

تاریخ الفقہ فقہ حدیث کی شرح ہے۔ اس وقت تک اُردو میں فقہ کی تاریخ تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ یہ والد ماجد کی تصنیف ہے جسکو قدیم وجدید دونوں خیالات کے بزرگوں نے پسند فرمایا ہے۔ سرکاری امداد سے یہ کتب طیار و طبع ہوئی ہے

اربعین اعظم۔ یہ اربعین جسمیں امام اعظم کی چالیس حدیثیں ہیں خاکسار نے مرتب کر کے شائع کی ہے۔ یہ خاکسار اپنے والد ماجد کے ذریعہ سے نمکخوار دولت آصفیہ ہے اور دعاگوئے خاص ہے ؎ دعا گوئے این دولتم بندہ دار ؛ خدایا تو این سایہ پاینده دار

دیوبند۔ سہارنپور۔ بدایون۔ لکھنو۔ ندوۃ العلما ، اور بہت سے مدارس کو سرکار عالی سے امداد ملتی ہے۔ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ آج ہندوستان اور ہندوستان کے ذریعہ دیگر ممالک میں

جو حدیث کی خدمت و اشاعت ہو رہی ہے وہ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ کے دست کرم سے ہے۔ اسی طرح تالیف و تصنیف کے بہت سے اداروں کو امداد دی جاتی ہے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہٗ کی یہ قدردانی و سخاوت صرف مسلمانوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ غیر مسلم اداروں کو بھی بہت کچھ ملتا ہے۔ ان کا تذکرہ اس کتاب کے مقصد سے خارج ہے۔ خاکسار نے اس کا مفصل ذکر اپنی کتاب (ضروری کہانیاں) میں کیا ہے۔

علم حدیث اور مصنف کا خاندان

تَرَحَّمْ عَلَيْهِمْ رَؤُفُ الْعِبَاد
اَجِرْهُمْ مِنَ النَّارِ يَوْمَ التَّنَاد

ہندوستان میں اس حقیر فقیر کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی حسن زنجانی بن شاہ عبدالباری متوکل بن فقیہ جلال الدین تھے۔

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ ؎ ذرۂ آفتاب تابانیم

ان بزرگوں کے نام و لقب ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا گھرانا فقہ و حدیث، سلوک و تصوف کا مخزن تھا۔ قاضی صاحب نے اپنے والد اور دادا سے علم حاصل کیا۔ ان کے والد شاگرد تھے حافظ ابن حجر عسقلانی کے۔ قاضی صاحب کو بارہ ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ فن حدیث کے متعلق ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی جو خاندان میں ۱۱۸۵ھ تک محفوظ رہی۔

بابر بادشاہ جب سریر آرائے سلطنت فرغانہ ہوا قاضی صاحب کا آوازۂ فضل و کمال سنکر فرغانہ طلب کر کے مشیر خاص بنالیا۔ جب بابر ہندوستان آئے یہ ساتھ آئے۔ ابراہیم لودی کو شکست دینے کے بعد بادشاہ نے ان کو کچھ فوج دیکر ادھر اُدھر رئیسوں کے زیر کرنے پر مامور کیا۔ علاوہ دیگر مقامات کے قصبہ سیوہارہ اور اس کے نواح کو بھی انہوں نے فتح کیا۔ بادشاہ نے یہ قصبہ مع دیہات ملحقہ ان کی جاگیر میں دیدیا۔ اور ان کو اس نواح کا قاضی مقرر کیا۔ اکبر بادشاہ نے ان کو لاہور قاضی بنا کر بھیجا۔ سیوہارہ میں ان کے بیٹے عبدالرحمن کو قائم مقام بنایا۔ لاہور پہونچکر

دو سال زندہ رہے ۹۷۵ھ میں بعمر یکصد سال وفات پائی۔ لاہور کے محلہ فرنگ میں شاہ سریانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مزار ہے۔

قاضی عبدالرحمن نے ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے تاج الدین قاضی ہوئے۔ یہ دونوں باپ بیٹے ہمیشہ درس و تدریس وعظ و تلقین میں مشغول رہے۔ ۱۰۰۰ھ میں وفات پائی۔ تاج الدین کے بھائی مجدالدین کے پوتے حسن بن نجیب الدین اکبر بادشاہ کی وزارت خارجہ کے ممبر تھے (آئین اکبری) تاج الدین کے بعد ان کے بیٹے عبدالشہید قاضی ہوئے یہ مشہور محدث اور صاحب باطن بزرگ تھے۔ خواجہ نظام الدین بلخی نے بھی ان سے آکر فیض حاصل کیا تھا ح اکبر بادشاہ کا عہد حکومت تھا۔ بادشاہ کی پیغمبری کا سکہ چل رہا تھا تو بہت سے علما نے مخالفت کی اور فتوے دئے انہیں میں قاضی عبدالشہید بھی تھے۔ یہ اکثر درس و وعظ میں اُن عقاید و خیالات کی تردید کرتے تھے۔ بادشاہ نے نصف جاگیر، نشان و منصب ضبط کرلیا، مگر انہوں نے وعظ و تلقین کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔ ان کے بعد سلسلہ بسلسلہ انکی اولاد عہدۂ قضا پر مقرر ہوتی رہی اور درس کا سلسلہ بھی برابر قایم رہا۔

قاضی غلام علی بن قاضی محمد حنیف بن ضیاء الدولہ عماد الملک ثابت جنگ قاضی بدر عالم ابن قاضی کمال الدین بن قاضی عبدالشہید نے شاہ ولی اللہ صاحب سے علم حاصل کیا اور وطن آکر درس کا سلسلہ جاری کیا (ماخوذ از کتاب یادگار)

قاضی امین الدین بن قاضی غلام علی شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے۔

ان حضرات میں سے بعض صاحب تصنیف بھی تھے۔ آگے سلسلہ نسب راقم السطور تک اس طرح ہے۔ (حسن مصطفے عرف عبدالصمد بن قاضی ظہور الحسن ناظم بن مولوی محی الدین قاضی علی احمد بن قاضی جلال الدین بن قاضی امین الدین بن قاضی غلام علی)۔

۱۱۸۵ ہجری میں یہ آفت آئی کہ ہیبت بڑے بھالکہ مرہٹہ امصار و دیار کو تاخت و تاراج کرتا ہوا سیوہارہ کی طرف معہ آٹھ ہزار فوج اور ہفت ضرب توپ حملہ آور ہوا۔ قاضی غلام

ح قرآن مجید کی تفسیر لکھی تھی۔ اس کا نام بیان القرآن ہے۔ ۱- [illegible]

قصبہ اور اطراف کے لوگوں کو متفق کرکے مقابلہ کیا۔ خوب لڑائی رہی۔ آخر مرہٹوں نے
چال چلی کہ صلح کر لی۔ مسلمان مطمئن ہو گئے۔ مرہٹوں نے رات کو اکدم حملہ کرکے سبکو گرفتار کرلیا
جوانوں، بوڑھوں اور کچھ عورتوں بچوں کو بھی شہید کیا۔ نقد و زیور و اجناس لوٹ لیا باقی
اثاث البیت وغیرہ جو کچھ تھا جمع کرکے آگ لگادی۔ اس آگ میں تمام کتابیں اور اسناد وغیرہ
تلف ہوئیں۔ جامع مسجد کو آگ لگائی۔ منہدم کیا۔ منہدمہ حصے میں مرغبازی کرائی کسی شاعر نے
مرثیہ لکھا تھا۔ ایک شعر یہ تھا ؎

رہا کردہ برائے مرغبازی عبادت گاہ مردان نمازی

جب انگریزوں کا دور دورہ ہوا تو خاندان قاضیان کے ممبران نے قرب و جوار کے ہندو
مسلمان شرفا کی تصدیق سے اپنی جائدادوں کے متعلق محضر پیش کیا جس کو بعد تحقیقات
گورنمنٹ نے قبول کیا۔ یہ اصل دستاویزیں اب تک محفوظ ہیں۔ ایک دستاویز کی نقل یہاں
درج کیجاتی ہے

چون ادائے شہادت سرمایہ سعادت ابدی و کتمان آن باعث شقاوت سرمدی است
کما قال اللہ تعالیٰ لا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ،
وقال النبی علیہ الصلوۃ والسلام اکرموا الشھود فیظھر بہ الحق ویدفع
بہ الظلم۔ سوال می کنند و گواہی حق می خواہند احقر الناس خادم الطلبا امام علی
ولد قاضی غلام حسین (غلام حسین بن قاضی محمد زمان بن قاضی بدر عالم) و مسماۃ
عزیز النساء (دختر غلام حسین) زوجہ پیر خیر اللہ نبیرہ حضرت بندگی شاہ عبد الغفور
قدس اللہ سرہ العزیز۔ از سادات عظام و قضات اہل اسلام و مفتیان ذوی الاحترام
و چودھریان و قانون گویان راسخ الکلام و سائر جمہور انام از خاص و عام سکنہ قصبہ
سیوہارہ تابع سرکار سنبھل مضاف صوبہ دار الخلافت شاہجہان آباد۔
برین معنی کہ بر ہر یکے از شمایان روشن و ہویدا ست کہ موازی ہفتاد و دو بیگہ پختہ اراضی

املاک واقع چتر پور وغیرہ معمولہ پرگنہ مذکور بنام قاضی محمد زمان جد صحیح سائلان بموجب
پروانہ نواب مغفرت نشان نواب نجابت خان و رستم خان بہادر محدود بہذا الحد و مقرر
است و از وقت پیمایش تا الآن نسلاً بعد نسلٍ و بطناً بعد بطن اراضی مذکورہ در
تصرف سائلان و بزرگان سائلان ماندہ است درین ولا نوزدہم شہر ذی قعدہ
۱۱۸۵ہجری افواج دکن عبور آب گنگ نمودہ تمامی امصار و قصبات این روے آب گنگ
از خوف و ہراس جان و مال از اماکن و مساکن خودہا فرار شدہ آوارہ دشت حوادث
شوند و ہر یکے باطراف و جوانب ملجائی و ماوائی خود جستند سائلان و ہمگی سواکن قصبہ
و رؤسائے قصبات و امصار و قریات قرب و جوار چنانچہ پرگنہ نگینہ و شیرکوٹ و اکبرآباد
سہنسپور وغیرہ در کھیڑہ موضع جوجیلہ علہ پرگنہ مذکور کہ بظاہر محل محفوظ و غیر مخطور می بود
مامن دانستہ اقامت ورزیدند و تا مدت یکماہ ہر روز بجنگ تیر و تفنگ وغیرہ بسر بُردند
آخر کار ہیبت لالے پھالکہ ہمراہ سیندہا پٹیل با جمعیت ہشت ہزار سوار و پیادہ و ہفت
ضرب توپ بر مکان مذکور یورش کردہ محاصرہ نمود روز اول از صبح تا شام جنگ عظیم
توپ و تفنگ ماند روز دوم پیام صلح و عہود درمیان انداختہ غافل کردہ از چہار طرف
یورش ساختہ دفعتاً بر جماعت غریبان افتادند و بضرب شمشیر و بندوق و توپ در آمیختند
چنانچہ سہ صد کس از رؤسا و سادات و مشائخ و زنان و اطفال شہید و مقتول شدند
و اکثرے را مجروح ساختہ تمامی امتعہ و اقمشہ و نقود و اجناس و اسناد املاک و منصب
و جاگیر و باغات سائلان بغارت بردند و آتش دادہ سوختند و در آب کرتولہ انداختند
ہر یکے از قبائل و اقارب خودہا پدر از پسر و زن از شوہر متفرق و جدا شدند واقع گشت
ہر کس کہ بر صحت این حال و راستی این مقال اطلاع و آگاہی بودہ باشد مہر و گواہی
خود برین قرطاس ثبت نماید عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور گردد

(منقول از کتاب باطل شکن)

اس پر ہندوؤں اور مسلمانوں کی مہریں اور شہادتیں اور جائداد کی تفصیل ہے اس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں یہ مضمون محض اس غرض سے نقل کیا گیا ہے کہ اسلاف کا تحریری ذخیرہ باقی نہیں رہا۔ اس اپنے نسب نامہ کے متعلق والد ماجد نے ایک نظم لکھی تھی جو سنہ ۱۹۱۷ء بشمول شجرات الاولیا شائع ہوئی تھی اس کے کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں ؎

بیا بشنو ز من حال نیاگان — بزرگی را طلب کن از بزرگان
ببین تیغ اصیل اینک بجوہر — کہ عزت از نسب باشد از زر
بزرگے آنکہ اعلیٰ مورث ماست — دل پاکیزہ ذات پاک اوراست
گرامی نام او قاضی حسن بود — بفارس شہر زنجانش وطن بود
بعالم شیخ صدیقی علم داشت — ز شاہان منصب طبل و علم داشت
بعلم و دین و دانش بوسعیدی — بتقویٰ و طہارت بایزیدے
بزم وعظ چون شمع گل افشاں — بوقت رزم چون شیر نیستاں
چہ گویم قاضی بیضا شب و روز — ز قاضی بودنش دارد بدل سوز
مثل در قاضیان این خاص آمد — کہ القاضی عدو القاضی آمد
بصد سامان و عز و جاہ و بہبود — بفرغانہ مشیر ظل حق بود
سرافراز خطاب بے نیازی — ظہیر الدین بابر شاہ غازی
چو سوئے ہند شد آن شاہ خوشخو — در آمد قاضی ما ہمرہ او
دران وقتیکہ ابراہیم لودی — ہزیمت یافت از بابر بزودی
بر ایزادِ عطا و منصب و نام — مسلم شد حسن قاضی اسلام
چنان شد مورد حسن اشارہ — کہ شہ جاگیر دادش سیوہارہ
بہند ہر جا شکستہ سر بتے کرد — سہ و چل سال دین را خدمتی کرد
بلاہور آمدہ دار القضا ساخت — واز آنجا صلح با پیک قضا ساخت

زاولادش ہمہ با نام بودند — بحمد اللہ خوش انجام بودند

مگر این گردش نیلی جبیرہ — نمی دارد بجا بر یک وتیرہ

چو آمد در تنزل قصر شاہی — نصیب دوستان ہم شد تباہی

قدح بشکست و آن ساقی نماند — کسے زان میکشاں باقی نماند

بقدر خدمتش این خاندان ہم — شدہ وقف خرابیہائے پیہم

بسا دیہات مقبوضہ بدر شد — پسر شد بے پدر خونش ہدر شد

سر و سامان ہمہ بر باد رفتہ — تنے ماند چند از باد رفتہ

سنہ ۲ام میں ایک اتفاقی حادثہ آتش زدگی کا پیش آیا ۔ رہا سہا بچا کھچا سامان اسکی نذر ہوا

ع کبھی صیاد نے توڑا کبھی آندھی سے اڑا — اپنا یوں بگڑا ہے سو بار نشیمن بکر
(ناظم سیوہاروی)

اس خاندان کی ایک شاخ سیوہارہ میں خاندان مولویان کے نام سے مشہور ہے اس سلسلہ میں مولوی بشیر الدین ذکا ابن مولوی بدیع الدین شاہ اسحاق کے شاگرد تھے ۔ عمر بھر درس و تدریس میں مشغول رہے ۔

اسی سلسلہ میں مولوی عبد الرحمن بن نور الحق مولانا احمد حسن محدث امروہوی کے شاگرد تھے ۔ (مولانا شاگرد تھے مولانا محمد قاسم رحمہ کے اور وہ شاہ عبد الغنی کے) ۔

بھوپال میں رکن مجلس العلما تھے ۔ درس بھی دیتے ۔ علم ادب میں خاص مہارت رکھتے تھے ان کے بہت سے عربی قصائد طبع ہوئے ہیں ۔ ابھی پانچ برس ہوئے وفات ہوئی ہے ۔

مولوی عبد الرحمن کے بھتیجے اور شاگرد مولوی سید حسن بن محمد حسن بھوپال مدرسہ اسلامیہ میں درس دیتے ہیں ۔

راقم سطور کے جد امجد مولوی محی الدین اور ان کے تین بھائی قاضی قمر الدین و مولوی ریاض الدین و مولوی محمد یسین غریق ۔ یہ سب شاہ عبد الغنی کے شاگرد تھے ۔ چاروں حضرات گورنمنٹ برطانیہ پر معزز عہدوں پر مامور رہے ۔ حدیث کی کوئی خدمت انجام نہیں دی ۔ مولانا غریق کی تصنیف ایک

ترجیع بند فارسی و اُردو ہے۔ حضرت جد امجد کی تصنیف ایک رسالہ تسہیل الحساب ہے۔

مولوی محمد حسین بن پرورش علی (مولانا احمد حسن مراد آبادی کے شاگرد تھے اور وہ مولانا عالم علی کے اور وہ شاہ اسحاق کے) گوالیار میں مہاراجہ کے طبیب خاص تھے مگر درس بھی دیتے تھے۔ ان کے وہاں بہت سے مرید بھی تھے۔ ان کے ایک بڑے معزز عہدیدار مرید نے شجرہ طریقت نظم کیا تھا اس کے یہ اشعار ہیں ؎

دونوں جہاں میں کیوں نہ کٹے اسکی چین سے | بیعت نصیب ہو جو محمد حسین سے
سہوارہ اور نگینہ وطن ہیں حضور کے | پر اب گوالیار میں جلوے ہیں نور کے

یہ تو گذرے ہوئے لوگوں کا بیان تھا۔ اب حالت موجودہ بھی عرض کی جاتی ہے۔

خاکسار کے حقیقی پھوپی زاد بھائی مولوی محمد اسحٰق ابن حافظ نجم الہدیٰ نگینوی لوجہ اللہ وعظ و تلقین میں مشغول ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب تفہیمات الٰہیہ کے چند اجزاء عرصہ ہوا انہوں نے طبع کرائے تھے۔ یہ شاگرد ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن و مولانا انور شاہ کے (شاہ صاحبؒ شاگرد تھے شیخ الہند کے، شاہ صاحبؒ کے اسناد رسالہ المسک الاذفر فی اسانید الشیخ محمد انور میں ہیں)۔

مولوی حاجی سعید احمد بی۔ اے ابن ڈاکٹر ابرار حسین (والد ماجد کی پھوپی زاد بہن کے صاحبزادہ ہیں) مولانا انور شاہ کے شاگرد ہیں۔ مدرسہ فتحپوری دہلی میں موطا شریف کا درس دیتے ہیں۔

مولوی حاجی حفظ الرحمن ابن حاجی شمس الدین (خاکسار کے حقیقی پھوپی زاد بھائی ہیں۔ مولوی سید عبد الغفور سیوہاروی (مولوی صاحبؒ شاگرد ہیں حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہوی کے اور وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اور وہ شاہ عبد الغنی کے) اور مولانا انور شاہ کے شاگرد ہیں۔ کشف حفظ الرحمن لمذہب النعمان، رسول کریم و بلاغ مبین ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

میری پھوپی زاد بھائی مولوی فخر الدین کے صاحبزادے مولوی نام جلیل شاگرد ہیں مولانا انور شاہ صاحب کے۔

مولوی حاجی عبدالبصیر آزاد عتیقی ابن حافظ نورالحسن (خاکسار کے حقیقی چچازاد بھائی ہیں) مولانا سید انور شاہ۔ مولانا شیخ الہند، مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی و مولانا خلیل احمد سہارنپوری و مفتی عزیزالرحمن دیوبندی (مفتی صاحب رح شاگرد تھے مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے اور وہ اپنے والد مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی کے اور وہ شاہ اسحق صاحب و شاہ عبدالغنی دہلوی رحمہما اللہ کے شاگرد ہیں۔

آپ دس بارہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں زیادہ مشہور تاریخ القرآن۔ اسرار التنزیل ذی منظوم ہیں۔ مشہور واعظ مقرر ہیں۔

البیان المستند فی اسانید عبدالصمد

اس حقیر فقیر راقم سطور نے مندرجہ ذیل بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا ہے۔

(۱) حضرت شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین احمد صاحب فیض آبادی مدظلہ العالی (حضرت موصوف کو سند ہے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے نیز مولانا رشید احمد گنگوہی سے، مولانا گنگوہی شاگرد ہیں شاہ عبدالغنی کے۔

(۲) مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی عرف میاں صاحب مدظلہ (میاں صاحب شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند رح کے)

(۳) مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی مدظلہ (مولانا شاگرد حضرت شیخ الہند کے)

(۴) مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی مدظلہ (مولانا شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے)

(۵) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ (مفتی صاحب شاگرد ہیں مولانا انور شاہ کشمیری کے)

(۶) مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی مدظلہ (مولانا شاگرد ہیں حضرت شیخ الہند کے)

راقم نے اربعین اعظم تالیف کی ہے، اس اربعین کا نام اربعین اعظم دو وجہ سے رکھا ہے ایک یہ کہ اسمیں صرف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مرویات جمع کی ہیں۔ دوسرے یہ کہ شہزادہ ولیعہد بہادر ملک دکن کا خطاب اعظم جاہ ہے باقی راقم کی دیگر تصانیف ادب، اردو اور تاریخ اسلام کے متعلق ہیں۔ اسوقت تک حدیث کے متعلق اربعین ہے بایہ تاریخ سنہ الہی تابماند ماہ و ماہی ÷ چراغ قاضیان را روشنائی۔

الباب الثانی

فی الکتب

کتب قرن اوّل

اس باب میں تمام تصنیفات و تحریرات کا ذکر نہیں کیا جائے گا بلکہ بعض خاص خاص تصانیف کا تذکرہ ہوگا جس کتاب کے مصنف نے جس عہد میں وفات پائی ہے اسی عہد میں اس کی کتاب کا ذکر کیا گیا ہے لیکن دو تین کتابیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ کرنی پڑیں کیوں کہ اُن کا تصنیف ہونا صحیح طور پر اس عہد سے پہلے ثابت ہے جس میں صاحب تصنیف نے وفات پائی

صادقہ - حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی تصنیف رسول کریم کے عہد میں مرتب ہوئی۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں - دوسری صدی تک اس کا موجود ہونا ثابت ہے کیونکہ مجاہد نے اُن کے پرپوتے عمرو بن شعیب کے پاس یہ صحیفہ دیکھا تھا -

صحیفہ ہمام بن منبہ - ہمام ابن منبہ تابعی شاگرد حضرت ابوہریرہ نے حدیثیں جمع کی تھیں یہ صحیفہ تیسری صدی ہجری کے وسط میں موجود تھا کیونکہ امام مسلم نے اس کی نقل کی ہے۔ اور حوالہ دیا ہے اسلئے میں بلاخوف تردید کہنے کو طیار ہوں کہ صحیفہ ہمام بن منبہ ہمارے پاس موجود ہے

فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ موجود ہے

تفسیر ثوری - امام سفیان ثوری کی تصنیف کتب خانہ رام پور میں ہے۔

امام مالک رح

چونکہ ہم نے ذکر رجال میں سن وفات کا اعتبار رکھا ہے اس لئے امام مالک اگرچہ رجال قرن اوّل میں ہیں لیکن وفات کے اعتبار سے قرن ثانی میں اُن کا ذکر ہوگا لیکن اُن کی کتاب موطا کے متعلق یہ ثابت ہے کہ سنہ ۱۴۰ھ میں مرتب ہو چکی تھی اسلئے موطا کا ذکر قرن اول میں کرنا پڑا

موطا امام مالک ۔ امام مالک بن انس کی تصنیف ہے امام صاحب سنہ ۱۳۰ھ سے سنہ ۱۴۰ھ تک اس کی تصنیف میں مشغول رہے ۔ امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں (مقدمہ شرح موطا) اس کے انتخاب سے موطا کو تیار کیا ۔ یہ کتاب فقہ کے ابواب پر ترتیب ہوئی ہے ۔ احکام کے صحیح اصول جو متفق علیہ تھے اس میں ہیں ۔ یہ اصول انہوں نے شیخ ربیعہ رائی اور انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ حضرت عمر فاروق سے حاصل کئے تھے موطا سے پہلے جو کتابیں تصنیف ہوئیں ، ان کا مبنیٰ زیادہ تر اصحاب و تابعین کے فتاوی تھے امام صاحب نے موطا میں احادیث صحیح و مسند و منقطع و مرسل کو مبنائے اوّل اور آثار و فتاوی کو مبنائے ثانی قرار دیا ۔

چونکہ موطا اس طرز کی پہلی کتاب تھی اور ائمہ متبوعین میں سے ایک امام کی تصنیف تھی اسلئے قاضی ابوبکر بن عربی نے شرح موطا میں لکھا ہے (هذا اوّل كتاب الف في شرائع الاسلام) جب موطا تیار ہوگئی تو امام صاحب نے اس کو ستر شیوخ حدیث کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کی موطا میں اہل حجاز کی قوی حدیثیں اور صحابہ اور تابعین کے فتاوے ہیں ۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ موطا میں تین سو حدیثیں ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ سات سو ہیں ابن مدینی نے کہا ہے کہ امام مالک کی ہزار حدیثیں ہیں (خلاصہ تہذیب التہذیب) اس اختلاف کا باعث یہ ہے کہ بعض نے صرف صحیح حدیثوں کو لیا ہے بعض تمام اقسام کو بعض نے آثار وغیرہ سب کو ۔ موطا کے تمام احادیث و آثار (۱۰۲۷) ہیں ان میں چھ سو حدیثیں صحیح مسند ہیں ۔ ۲۲۲ مرسل ، باقی موقوف اور ۲۸۵ اقوال تابعین ہیں ۔

موطا کو ام الصحیحین کہا جاتا ہے ۔ ابن عربی کا قول ہے کہ موطا اصل اول اور بخاری اصل ثانی ہے شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحریر فرمایا ہے (موطا اصل وام الصحیحین است صحیح بخاری و مسلم ہرچند در ربط و تمیز رجال و کثرت احادیث دہ چند موطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال وراہ اعتبار و استنباط از موطا آموختہ اند واگر بنظر تفحص دیدہ شود احادیث مرفوعہ موطا

غالباً در صحیح بخاری موجود اند پس صحیح بخاری مشتمل است بر موطا با عتبار احادیث مرفوعہ آرے آثار صحابہ وتابعین در موطا زیادہ است (عجالہ نافعہ)

امام مالک سے مؤطا کو تقریباً ایکہزار آدمیوں نے روایت کیا ہے ان میں ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی امام محمد، محدثین میں سے عبداللہ بن وہب مصری ویحیی بن یحیی فقہا میں سے ہشام بن عبداللہ بن قاسم۔ صوفیا میں سے خواجہ ذوالنون مصری۔ سلاطین اور خلفا میں سے ہارون رشید مامون رشید شامل ہیں۔

امام صاحب نے مؤطا کو کئی دفعہ ترتیب دیا ہے اور ہر دفعہ اس میں تغیر کیا ہے۔ ہر بار ان کے شاگرد اس کی نقل لیگئے۔ یہی وجہ ہے موطا کے بعض نسخوں میں اختلاف کی۔

امام سیوطی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے جس قدر روایت کرنے والوں کی تعداد ہے اتنی کسی امام کے رواۃ کے نہیں (تنویر الحوالک)

یحیی بن بکیر نے امام صاحب سے چودہ مرتبہ مؤطا سنی۔

امام شافعی کا قول ہے کہ آسمان کے نیچے موطا سے زیادہ کوئی کتاب بعد کتاب اللہ کے صحیح نہیں۔ موطا ہی ایسی کتاب ہے جس نے خیر القرون میں بزرگان خیر القرون کی مبارک زبان سے اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا خطاب پایا۔

موطا کے شارحین ومعلقین ومحشیین کی بڑی تعداد ہے تقریباً پچیس علمار کبار نے مثل ابوسلیمان الخطابی وقاضی عیاض وغیرہ موطا کی شرح وتعلیق وغیرہ کی ہے۔

سعدون شاعر وقاضی عیاض نے مؤطا کی مدح میں قصاید لکھے ہیں۔

موطا کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موطا کی تمام احادیث مرفوعہ صحیح بخاری میں آچکی ہیں۔ موطا کی جگہ صحاح ستہ میں ابن ماجہ کو اوّل شیخ ابوالفضل محمد بن طاہر (المتوفی ۵۰۷ھ) نے ان کے بعد حافظ عبدالغنی (المتوفی ۶۰۰ھ) نے داخل کیا۔

مؤطا طبقات کتب حدیث میں اوّل طبقہ کی کتاب ہے۔

کتب قرن ثانی

کتاب الزہد والرقاق ۔ شیخ عبداللہ بن مبارک کی تصنیف ہے ۔ کتب خانہ جامع قزوین میں ہے

کتاب الدعاء ۔ ابن ابی الدنیا (المتوفی ۲۸۱ھ) کی تصنیف ہے ۔

کتاب الخراج ۔ امام ابو یوسف کی تصنیف ہے ۔ اس میں صرف ایک ہی عنوان کی حدیثیں ہیں ۔

مسند موسیٰ کاظم ۔ امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کی تصنیف ہے ۔

موطا ۔ امام محمد کی تصنیف ہے ۔ موجود ہے ۔

کتاب الحج ۔ ایضاً

مسند ابی داؤد طیالسی ۔ اس میں ڈھائی سو صحاب کی روایتیں ہیں اور چالیس ہزار حدیثیں ہیں یعنی طرق حدیث و آثار و موقوفات ہیں ۔

مصنف عبدالرزاق ۔ اس کی ایک جلد مدینہ شریف میں ہے ۔

کتب قرن ثالث

سنن سعید بن منصور ۔ ابو عثمان سعید بن منصور (المتوفی ۲۲۹ھ) کی تصنیف ہے ۔ اس میں ثلاثیات بہت ہیں ۔

طبقات ابن سعد ۔ اسماء الرجال میں ہے ۔

مصنف ابن ابی شیبہ ۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ (المتوفی ۲۳۵ھ) کی تصنیف ہے

مسند امام احمد بن حنبل

اس مسند میں سات سو اصحاب کی روایتیں ہیں ۔ تیس ہزار حدیثیں ہیں (ابن خلدون نے

پچاس ہزار لکھی ہیں اور بعض محدثین نے چالیس ہزار) یہ ساڑھے سات لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے۔ تمام مسانید میں سب سے جامع اور صحیح ہے۔ اٹھارہ مسندوں پر تقسیم ہے۔ امام صاحب نے اس کو بطور یادداشت مرتب کیا تھا تیس ہزار حدیثیں تھیں۔ باقی اضافہ ان کے صاحبزادہ عبداللہ اور ان کے پوتے ابوبکر قطیعی (قطیعہ بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے۔ ہندی لفظ کٹرہ اسی سے ماخوذ ہے) نے کیا۔

سیر النبلا میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ مسند ضعیف احادیث کا مجموعہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ القول المسدد اور امام سیوطی نے ذیل الممہد میں ثابت کیا ہے کہ مسند میں سوائے تین چار حدیثوں کے اور کوئی لا اصل لہا نہیں یہ تین چار بھی صاحبزادوں کے اضافہ میں ہیں۔

سب کچھ سہی مگر ضعیف حدیثیں ضرور ہیں۔

مسند عبد بن حمید ۔ یہ مسند طبع نہیں ہوا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔ عبد بن حمید الکشی (المتوفی ۲۴۳ھ) کی تصنیف ہے۔

صحیح بخاری

یہ وہ کتاب ہے جس کا نظیر عالم اسلام میں نہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ سمجھی جاتی ہے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری کی تصنیف ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ نے جو خود صاحب مسند ہیں ایک دن اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کاش کوئی صحیح حدیثوں کو جمع کر دیتا۔ امام بخاری کہتے تھے کہ مجھے خیال ہوا کہ یہ کام اگر میرے ہاتھ سے ہو جائے تو زہے نصیب۔

رات کو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور میں مکھیاں اُڑا رہا ہوں صبح کو میں نے اس کی تعبیر ایک عالم سے دریافت کرائی انہوں نے کہا کہ خواب دیکھنے والا رسول کریم سے جھوٹ کو دور کرے گا۔ اس تعبیر نے میری ہمت بڑھا دی اور خدا کے بھروسہ پر کام شروع کر دیا۔

مسجد الحرام میں بیٹھکر تصنیف شروع کی سولہ برس میں مسودہ ہوا۔ مبیضہ مدینہ میں منبر اور

اور قبر نبی کریم کے درمیان بیٹھ کر کیا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری کو تین دفعہ ترتیب دیا ہر دفعہ کچھ نہ کچھ تغیر کیا۔ یہی نسخوں کے اختلاف کا باعث ہے۔

بخاری میں تمام حدیثیں سع تعلیقات وشواہد و متابعات ومکررات کے (۹۰۸۲) ہیں مکررات کو حذف کرکے احادیث مرفوعہ (۲۶۲۳) ہیں (۲۲) حدیثیں مع مکررات ثلاثیات ہیں اور بعد حذف مکررات (۱۶) ثلاثیات ہیں (۳۴۵۰) ابواب ہیں۔

بعد تصنیف اس صحیح کو امام احمد بن حنبل۔ علی بن المدینی۔ یحیی بن معین اور ایک جماعت محدثین کے سامنے بنظر استصواب پیش کیا۔ سب نے پسند کی چار حدیثوں کے متعلق اختلاف ہوا۔ ان حدیثوں کے متعلق محققین نے امام بخاری کے قول کو ترجیح دی ہے۔

امام بخاری سے صحیح بخاری کو نوے ہزار آدمیوں نے حاصل کیا۔ صحیح بخاری کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ قاضی بلخ کے کتب خانہ میں صحیح بخاری کی گیارہ شرحیں تھیں جن میں سے ہر ایک حجم میں فتح الباری کے برابر تھی (النفس الیمانی مصنفہ علامہ عبدالرحمن بن سلیمان الاہدل الیمانی) ان گیارہ شرحوں کے نام اور حالات پر آج پردہ پڑا ہوا ہے۔ ساٹھ شرحیں پانچ تعلیقات تین مختصر ہیں۔ صحیح بخاری کے متعلق (۲۴) کتابیں فارسی و اُردو میں ہیں۔

یہ کتاب صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ اس میں ابو ہریرہؓ کی ۴۴۶، انسؓ کی ۲۶۸، ابن عمر کی ۲۷۰، ابن عباس کی ۲۱۷، عائشہ کی ۲۴۲، حضرت عمر کی ۶۰، حضرت علی کی ۲۹، حضرت ابوبکر کی ۲۲، حضرت عثمان کی ۹، ابوسفیان کی ایک دیگر صحابیات کی ۲۳ روایات ہیں۔ صحیح بخاری کا صحاح ستہ میں پہلا نمبر ہے اور طبقات کتب حدیث میں پہلے طبقہ کی کتاب ہے۔

صحیح مسلم

امام مسلم کی وفات عہد اختلافی میں ہوئی ہے۔ یعنی ختم قرن ثالث سے ایکسال بعد (سنہ ۲۶۱ھ)۔ صحیح مسلم امام صاحب کی وفات سے بہت پہلے شایع ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کا

ذکر قرن ثالث میں کیا جاتا ہے۔

صرف صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کی بنیاد تو امام بخاری نے ڈالی تھی۔ انہیں کے ہمعصر امام مسلم تھے انہوں نے بھی صحیح مرتب کی۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ کون کس سے بہتر ہے علما کی ایک جماعت نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے لیکن کثرت رائے اسطرف ہے کہ صحیح بخاری کو ترجیح ہے اور بخاری کو شرف اولیت بھی حاصل ہے اس لئے صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا دوسرا نمبر ہے اور طبقات کتب حدیث میں یہ طبقہ اول کی کتاب ہے۔

صحیح مسلم تین لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے۔ اس میں احادیث صحیحہ کو نقل کیا، مکرر کو حذف کردیا طرق واسناد کو جمع کردیا، فقہ اور تراجم کے بابوں پر مرتب ہے۔ یہ کتاب سہل المأخذ ہے۔ جودت ترتیب، حدیث کے شواہد و متابعات کے اجماع کے لحاظ سے اسکو صحیح بخاری پر ضرور ترجیح ہے۔ صحیح مسلم میں اسّی۸۰ سے زیادہ حدیثیں ایسی ہیں جنکی سند میں امام مسلم اور رسول کریم کے درمیان چار واسطے ہیں یہ ان کی اعلیٰ سند ہے۔

صحیح مسلم میں بعد حذف مکررات (۴۰۰۰) حدیثیں ہیں۔ شروح و حواشی وغیرہ کی تعداد تیس۳۰ سے زیادہ ہے۔

کتب عہد اختلافی

سنن ابی مسلم الکشی۔ اس میں ثلاثیات زیادہ ہیں

سنن ابن ماجہ۔ امام ابن ماجہ کی تصنیف ہے صحاح میں چھٹے نمبر کی کتاب ہے اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے بعض علما کی رائے ہے کہ صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ دارمی یا موطا امام مالک ہونی چاہیئے مگر اب قبولیت موجودہ ترتیب ہی کو ہے سنن ابن ماجہ میں ۳۲ کتابیں (۱۵۰۰) ابواب (۴۰۰۰) حدیثیں ہیں۔ بعد تصنیف امام ابن ماجہ نے یہ کتاب امام ابوزرعہ رازی کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے پسند کی۔ اس کی ایک شرح پانچ جلدوں میں حافظ مغلطائی کی ہے۔ ایک امام سیوطی کی ہے۔ اس کا نام

مصباح الزجاجہ ہے، ایک حافظ برہان الدین بن ابراہیم بن محمد حلبی کی ہے۔ ایک پانچ جلدوں میں شیخ کمال الدین بن موسیٰ کی ہے ایک شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی کی ہے۔ ایک شیخ ابوالحسن سندھی بن عبدالہادی کی، ایک شاہ عبدالغنی دہلوی کی ہے اس کا نام انجاح ہے۔

سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سجستانی کی تصنیف صحاح ستہ میں نمبر چار کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ امام ابوداؤد نے بعد تصنیف یہ کتاب امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کی انہوں نے پسند فرمائی۔ اس میں (۴۸۰۰) حدیثیں ہیں ثلاثیات بھی ہیں شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں (ابن الاعرابی گفتہ است کہ شخصے راکہ علم کتاب اللہ وسنن ابی داؤد حاصل شود اورا در مقدمات دین کافی باشد) اس کی کئی شرحیں ہیں۔ سنن ابی داؤد کی مدح میں حافظ ابوطاہر نے قصیدہ لکھا تھا۔

جامع ترمذی۔ امام ترمذی کی تصنیف ہے صحاح ستہ میں نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ اس کے متعلق محدثین کا قول ہے۔ (کاف للمجتہد ومغن للمقلد) مجتہد اور مقلد دونوں کے لئے بس ہے۔ جامع ترمذی کی مدح میں علما نے قصیدے لکھے ہیں۔ علامہ قسطلانی اور ایک دوسرے محدث کے قصیدوں کو علامہ علی بن سلیمان جمعوی نے اپنی تعلیقات کے مقدمہ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سولہ شرحیں عربی میں موجود ہیں۔

تاریخ ابن خثیمہ۔ ابوبکر احمد بن زہیر النسفی بغدادی (المتوفی ۲۷۹ھ) کی تصنیف ہے کتب خانہ جامع قرویین میں ہے۔ اس میں حدیث کا کافی ذخیرہ ہے۔

سنن دارمی۔ امام دارمی کی تصنیف ہے۔ طبقہ سوم کی کتاب ہے اس کو مسند دارمی بھی کہتے ہیں۔ چونکہ اس کی ترتیب صحابہ پر نہیں ابواب پر ہے۔ اس لئے سنن کہنا صحیح ہے۔ باعتبار صحت وعلوئے اسانید وذکر تعامل صحابہ یہ بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس کو ابن ماجہ کی جگہ صحاح ستہ میں داخل کرنا چاہیئے اس میں ۱۵ ثلاثیات ہیں۔

اربعین۔ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن المقری المتوفی ۳۸۱ھ کی تصنیف ہے
مسند حارث بن اُسامہ۔ یہ اصل میں معجم ہے کیونکہ اس کی ترتیب شیوخ پر ہے مسند مشہور ہوگیا ہے۔ ابو محمد ابی اسامہ (المتوفی ۲۸۲ھ) کی تصنیف ہے۔

مسند بزار۔ اس مسند میں اکثر غلطیاں ہیں۔ ابوبکر احمد بن عمر بزار (بزار بنیساری کو کہتے ہیں) المتوفی ۲۹۲ھ کی تصنیف ہے۔

سُنن لنسائیؒ۔ امام ابوعبدالرحمن احمد المتوفی ۳۰۳ھ کی تصنیف ہے صحاح ستہ میں نمبر پانچ اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔

صحیح ابن خزیمہ۔ ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ (المتوفی ۳۱۱ھ) کی تصنیف ہے مگر وہ اس کی تصنیف سے تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے فارغ ہوگئے تھے۔ اور یہ شایع ہوگئی تھی۔ ابن خزیمہ نے تمام صحیح حدیثوں کو جمع کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا مگر پورا نہ کرسکے۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ جو کچھ کیا ہے وہ کس حد تک قابل سند ہے۔ چونکہ یہ کتاب ان کے شاگرد ابن حبان کے ذریعہ سے پہونچی ہے اور ابن حبان کے عقاید پر لوگوں کو شبہ تھا اس لئے قبول کی سند نہ پاسکی اس کا ایک نسخہ جرمن کے کتب خانہ میں ہے۔ یہ وہ نسخہ ہے جو حافظ ابن حجر کے کتب خانہ میں تھا۔ خدا کی شان مسلمانوں کے دین کا علمی خزانہ نصرانیوں کے قبضہ میں ہے اور وہ اسکی قدر دان ہیں

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن ✽ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

المنتقی لابن الجارود۔ یہ صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے۔ ابن الجارود (المتوفی ۳۰۷ھ کی تصنیف ہے
مسند ابویعلی موصلی۔ احمد بن علی (المتوفی ۳۰۷ھ) کی تصنیف ہے اس میں ثلاثیات بھی ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

تفسیر ابن جریر طبری۔ امام ابن جریر طبری (المتوفی ۳۱۰ھ کی مشہور و معروف تفسیر ہے۔ اس میں حدیث کا بہت کافی ذخیرہ ہے۔

کتب قرون ثلاثہ کے بعد

صحیح ابوعوانہ۔ یہ اصل میں صحیح مسلم پر مستخرج ہے۔ چونکہ اس میں اسنا دو متون میں اضافہ کیا گیا ہے اس لئے مستخرج نہیں کہلاتا۔ شیخ ابوعوانہ المتوفی سنہ ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے امام ذہبی نے منتقی الذہبی اسی سے خلاصہ کرکے مرتب کی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مولوی ابوطیب عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے

معانی الآثار۔ امام طحاوی (المتوفی سنہ ۳۲۱ھ) کی تصنیف ہے۔

امالی محاملی۔ ابوعبداللہ (المتوفی سنہ ۳۳۰ھ) کی تصنیف ہے۔

معجم ابن قانع۔ ابی الحسین ابن عبدالباقی المتوفی سنہ ۳۵۱ھ کی تصنیف ہے۔

صحیح ابن سکن۔ ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی المتوفی سنہ ۳۵۳ھ کی تصنیف ہے۔

صحیح ابن حبّان (المتوفی سنہ ۳۵۴ھ) ان کے عقاید پر لوگوں کو شبہ تھا۔ اس لئے یہ کتاب شرف قبول سے محروم رہی۔ اس کا کچھ حصّہ کتب خانہ رام پور میں ہے اور ایک ناتمام نسخہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے کتب خانہ میں ہے۔ اس کی نقل مولوی ابوطیب عظیم آبادی کے کتبخانہ میں ہے۔

معاجم ثلاثہ طبرانی۔ ابوالقاسم طبرانی المتوفی سنہ ۳۶۰ھ نے تمام حدیثوں کو جمع کرنے کا قصد کیا تھا۔ تین معجم طیار کئے۔ معجم صغیر۔ معجم اوسط۔ معجم کبیر۔

معجم کبیر دراصل مسند ہے کیونکہ اس میں مسانید کے طرز پر مرویات صحابہ ہیں۔ سوائے حضرت ابوہریرہ کے کہ ان کی مرویات کو علیحدہ جمع کرنے کا قصد کیا تھا جو پورا نہ ہوا۔

معجم وسط کی چھ جلدیں ہیں۔ یہ شیوخ کی ترتیب پر ہے۔ ایکہزار شیوخ کی روایات ہیں۔

معجم صغیر بھی شیوخ کی ترتیب پر ہے۔

تمام معاجم کی ترتیب باعتبار حروف ہجی تھی۔ طبرانی سے پہلے کسی نے معاجم کو شیوخ اور حروف

ہجی کی ترتیب پر مرتب نہیں کیا۔ یہ اس مفید سہولت کے موجد ہیں۔ ان معاجم میں تیس ہزار حدیثیں تھیں۔ ضعیف حدیثیں بھی تھیں۔ لااصل لہا بھی تھیں۔

جزو ابن نجید۔ ابو عمر اسمعیل بن نجید نیشاپوری المتوفی ۳۶۵ھ کی تصنیف ہے ابن نجید شاگرد تھے عبداللہ بن احمد بن حنبل کے۔ ابن نجید نے حاکم سے روایت کی ہے۔

صحیح اسماعیلی۔ ابوبکر احمد المتوفی ۳۷۱ھ کی تصنیف ہے۔ یہ اصل میں صحیح بخاری پر مستخرج ہے۔ اس میں ایک روایت ان کی عوالی بھی ہے۔ یعنی حضرت انس کی روایتوں میں امام بخاری کے چار واسطے ہیں۔ اسماعیلی بخاری سے موخر ہیں لیکن ان کے بھی چار واسطے ہیں اس لئے ان کی یہ سند بخاری کے مقابلہ پر عالی ہے

معجم ابن شاہین۔ عمر بن احمد المتوفی ۳۸۵ھ کی تصنیف ہے

سنن دارقطنی۔ ابو الحسن علی المتوفی ۳۸۵ھ کی تصنیف ہے۔

جز فضائل اہلبیت۔ ابو الحسن علی بن معروف البزار کی تصنیف ہے یہ ۳۸۵ھ تک زندہ تھے۔

معجم ابن جمیع۔ محمد بن احمد المتوفی ۴۰۲ھ کی تصنیف ہے۔

مستدرک حاکم۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم المتوفی ۴۰۵ھ نے ارادہ کیا کہ صحیحین سے جو صحیح حدیثیں باقی رہ گئیں ہیں ان کو جمع کردے۔ ان سے پہلے بھی بعض نے یہ کام کیا اور ان کے بعد بھی کیا مگر ان سے بہتر کوئی نہ کر سکا۔ ان کا دعوی ہے کہ مستدرک میں تمام صحیح حدیثیں ہیں لیکن علما نے ثابت کیا ہے کہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں بلکہ بعض موضوع بھی ہیں۔ امام ذہبی نے اس کا اختصار کیا ہے۔ اور اکثر احادیث کے متعلق یہ ظاہر کر دیا ہے کہ یہ حدیث کس درجہ کی ہے۔ علما نے فیصلہ کیا ہے کہ بغیر مطالعہ تلخیص ذہبی مستدرک پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔

کتاب المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث۔ عبدالغنی ازدی المتوفی ۴۰۹ھ کی تصنیف ہے۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے۔

حلیۃ الاولیا - ابونعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے۔
مستدرک علی الصحیحین - ابی ذر ہروی مالکی المتوفی ۴۳۴ھ نے تصنیف کی۔
سنن کبری - بیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی تصنیف ہے یہ تقریباً تمام طرق حدیث
جامع کتاب ہے۔
کتاب المستغن والمعرق - خطیب بغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کی تصنیف ہے کتب
پیر جھنڈا (سندھ) میں ہے۔
الکمال فی معرفۃ للموتلف والمختلف مصنفہ ابن ماکولا المتوفی ۴۸۶ھ - کتب
پیر جھنڈا میں ہے۔
الجمع بین الصحیحین للحمیدی - ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر المتوفی ۴۸۸ھ کی تصنیف
اس میں احادیث صحیحین کو مسانید صحابہ پر ترتیب دیا ہے۔
نوادر الاصول حکیم ترمذی المتوفی ۵۰۵ھ کی تصنیف ہے - اس میں غیر معتبر
بہت ہیں۔ بعض اسکو غلطی سے امام ترمذی کی تصنیف سمجھ لیتے ہیں۔
فردوس الاخبار - فردوس دیلمی المتوفی ۵۵۸ھ کی تصنیف ہے حدیثوں کو
حروف تہجی لکھا ہے یعنی جو حرف حدیث میں اول آیا ہے وہ لیا ہے - یہ اس طرز کے موجد ہیں
اس کتاب میں موضوعات بہت ہیں۔
شرح المصابیح - شہاب الدین فضل الدین حسین تورپشتی المتوفی ۶۰۰ھ
تصنیف ہے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں ہے -
جامع الاصول - علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے - علامہ رزین کی کتا
کو ابواب فقہیہ کی مانند ابواب پر مرتب کیا اور ابواب کی ترتیب حروف تہجی پر رکھکر جامع الاصو
نام رکھا۔
معجم دمیاطی - ابو محمد عبدالمومن المتوفی ۷۰۶ھ کی تصنیف ہے - چار جلدیں ہیں

سو شیوخ کی روایتیں ہیں۔

عیون الاثر مصنفہ ابوبکر محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن سید الناس المتوفی ۶۵۹ھ
ناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند بے نظیر سوانح عمری ہے طبع نہیں ہوئی۔کتب خانہ
ۓ ہیں ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح۔ ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالخطیب المتوفی ۷۲۰ھ کی
یف ہے۔اس میں ۲۹ کتابیں (۳۲۷) ابواب (۱۰۳۸) فصلین ہیں۔اس کی ایک شرح
سن علی بن محمد المتوفی ۷۴۳ھ، اور ایک شرح حسن بن محمد طیبی المتوفی ۷۴۳ھ کی اور
عبدالعزیز بن محمد المتوفی ۷۵۰ھ کی اور ایک نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی المتوفی
۱۰ھ کی اور ایک شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے۔ایک شرح مولانا حافظ حاجی محمد ادریس
ہلوی نے لکھی ہے۔جو دمشق میں بصرف محکمہ اشاعت العلوم حیدرآباد طبع ہو رہی ہے۔
نا محمد ادریس صاحب شاگرد ہیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے اور وہ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے

مسلسل بالاولیۃ۔ محمد بن محمد المصری المتوفی ۷۵۴ھ کی تصنیف ہے۔

مسند ابی عبدالرحمن۔ بقی المخلد القرطبی المتوفی ۲۷۶ھ کی تصنیف ہے۔یہ مسند
ب فقہیہ پر مرتب ہے۔اس میں تیرہ سو سے زیادہ اصحاب کی روایتیں ہیں۔

مسلسلات صغریٰ۔ امام سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے۔اس میں ایک ایک
ون کی احادیث مسلسل چلی گئی ہیں۔

کنزالعمال۔ شیخ علی متقی برہان پوری المتوفی ۹۷۷ھ نے امام سیوطی کی تمام حدیثوں
بواب فقہ پر باعتبار حروف تہجی جمع کر دیا ہے۔گویا امام سیوطی کی محنت کو مفید اور سہل بنا دیا ہے
خ ابوالحسن بکری کا قول ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے اور متقی کا سیوطی پر احسان
۔اس کتاب پر ہندوستان اور دکن جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے۔

اربعین اعظم۔ خاکسار مصنف تاریخ ہذا نے ۱۳۵۲ ہجری میں امام ابوحنیفہ رح کی

چالیس روایتوں کو جمع کیا ہے۔ اس کا نام اربعین اعظم رکھنے کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اما
امام اعظم کی مرویات ہیں دوسرے یہ کہ حضرت ولی عہد بہادر دام اقبالہ دولت آصفیہ کا خطاب
اعظم جاہ ہے۔

الباب الثالث

فی الشتات

حفظ و تحریر حدیث

زمانہ قدیم میں ہر ملک و قوم میں خواندہ آدمی کم تھے۔ اسباب کتابت بھی کم تھے رسامان طباعت
بالکل نہ تھا۔ تمام قومی و مذہبی روایات کا زبانی یادداشت پر انحصار تھا۔

ایک محدث آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ وہ اور ایک اُن کا شاگرد ایک اونٹ پر سوار ہو کر
سفر کو چلے۔ راستہ میں ایک موقع پر محدث نیچے کو جھکے۔ شاگرد نے دریافت کیا کہ آپ کیوں جھکے
محدث نے کہا یہاں ایک درخت ہے۔ اس کی ایک شاخ جھکی ہوئی ہے۔ ممکن ہے سر میں لگ
جائے۔ شاگرد نے کہا، یہاں کوئی درخت نہیں محدث نے کہا، رُکو اور تحقیق کرو اگر میری
یہ یاد غلط ہے تو آج سے حدیث روایت نہ کروں گا۔ شاگرد نے قریب کے موضع کے رہنے
والوں سے دریافت کیا تو ایک بوڑھے نے کہا کہ یہاں ایک درخت تھا۔ اس کی ایک شاخ
جھکی ہوئی تھی وہ کاٹ دیا گیا۔ تب محدث کو اطمینان ہوا۔

تحریر میں آسانی سے جعل ممکن ہے اگر تحریروں پر بھروسہ کیا جائے تو جعل مستقل صورت
اختیار کر جاتا ہے پھر اس سے اختلاف مشکل تھا۔

• حضرت عباس ایک مرتبہ حضرت علی کے فیصلے کی نقل کر رہے تھے۔ بعض مقامات کو چھوڑ جاتے
تھے اور کہتے جاتے تھے۔ علی نے یہ فیصلہ ہرگز نہیں کیا ہو گا (مسلم)

یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حفظ میں نسیان ممکن ہے لیکن نسیان سے اس قدر خطرہ نہیں جتنا جعل سے ہے۔ نسیان کی اصلاح دوسرے معتبر راوی سے ممکن ہے۔ اس کی نظیریں پہلے لکھی جا چکی ہیں کہ محدثین خفیف شبہ پر تصحیح کے لئے مہینوں کا سفر کر کے پہونچے۔

اسماعیل بن عبدالکریم اس لئے ضعیف سمجھے جاتے تھے کہ وہ وہب تابعی کے صحیفہ سے دیکھکر روایت کرتے تھے۔ (تہذیب)

اس لئے قرن اول و قرن ثانی میں تحریر کا رواج کم رہا۔ قرن ثالث میں جب لوگوں کے حافظ کمزور ہو گئے اور تالیف و تصنیف کا زور ہوا تو محدثین تحریر پر مجبور ہوئے۔

کثرت تحریر و تصنیف کا یہ نتیجہ ہوا کہ حفاظ حدیث کی تعداد کم ہو گئی یہاں تک کہ امام سیوطی کے بعد ایک بھی حافظ حدیث نہ ہوا۔

اختلاف حدیث

حدیث کی روایتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک روایت بالمعنی۔ دوسری روایت باللفظ۔

اختلاف الفاظ

روایت بالمعنی یہ کہ راوی اپنے الفاظ میں حضورؐ کے قول و فعل وغیرہ کو بیان کرے۔ اس کے الفاظ و عبارت میں تو اختلاف ہونا ہی چاہیئے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے حسب فہم و استعداد الفاظ و عبارت بولے گا مطلب میں فرق نہ آنا چاہیئے۔

روایت باللفظ یہ کہ راوی وہی الفاظ بیان کرے جو حضور علیہ السلام نے فرمائے ہیں۔ اس قسم کی بھی بعض روایتوں کے الفاظ و عبارت میں فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اوقات میں آنحضرت نے ایک ہی کام کے متعلق ایک ہی حکم دیا مگر کبھی کچھ الفاظ ہوئے کبھی اس کے مرادف الفاظ ہوئے مطلب ایک ہی رہا۔

امام ابن سیرین کا قول ہے کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سنا جس کو ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا مگر معنے ایک تھے۔ (مصنف عبدالرزاق)

اختلاف مطلب

بعض حدیثوں کے مطلب و معنی میں بھی فرق ہے اس کا باعث وہی ہے. جو کئی جگہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات میں ایک امر کے پابند نہ رہتے تھے اور ممکن بھی نہ تھا کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کھانے کیلئے ہمیشہ ایک ہی نشست سے بیٹھے کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ہمیشہ شمال ہی کو سر کر کے سویا کرے۔

یہ بھی ہوا ہے کہ بمقتضائے مصلحت و ضرورت حضور نے ایک ہی کام کے متعلق ایکدفعہ ایک حکم دیا۔ دوسری دفعہ اس کے خلاف حکم دیا۔

ریشمی کپڑا پہننے کو حضور نے ناجائز قرار دیا مگر حضرت عبد الرحمن بن عوف و حضرت زبیر ابن العوام کو اجازت دی۔

اینٹھ کر اکڑ کر تبختر کے ساتھ چلنے کی حضور نے ممانعت فرمائی۔ مگر جنگ احد میں جب ابو دجانہ حضرت کی تلوار لیکر اکڑ کر چلے تو ان کی تعریف فرمائی۔

واقعات کے متعلق دو مرد گواہ یا ایک مرد دو عورت گواہ کی ضرورت قایم کی لیکن حضرت خزیمہ کی تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔

نماز کی سخت تاکید فرماتے تھے مگر جنگ خندق میں نماز قضا کرا دی۔

ایسی ہی مختلف صورتیں اور واقعات پیش آئے کہ مختلف طرح کے احکام اور عمل ہوئے جس نے جو دیکھا یا جو سنا وہ گرہ باندھ لیا۔

تصحیح احادیث میں اختلاف محدثین

بعض احادیث کی تصحیح میں جو بین المحدثین اختلاف ہے اوس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) جس نے تضعیف کی اس کو وہ حدیث بسند ضعیف پہونچی جس نے تصحیح کی اس کو بسند قوی پہونچی یا دونوں کو بسند ضعیف پہونچی۔ مگر ایک کو اس کی شواہد و متابعات روایتیں مل گئیں دوسرے کو نہیں ملیں یا دونوں کو ملیں مگر ایک نے باعتبار سند خاص و متن خاص تضعیف کی

چنانچہ ترمذی میں بعض جگہ یوں ہے غریب بھذا اللفظ یعنی باعتبار متن خاص وہ حدیث غریب ہے۔

(۲) کسی راوی پر جرح ہوئی لیکن سبب جرح ایک محدث کو نہ معلوم ہوا۔ اس نے تضعیف کی دوسرے کو سبب جرح معلوم ہو گیا اور وہ قابل التفات نہ تھا۔ اس نے تصحیح کردی۔

(۳) بعض امور ایسے ہیں کہ ان کو ایک محدث موجب جرح سمجھتا ہے دوسرا انہیں سمجھتا۔ اس اختلاف سے تصحیح و تضعیف ہوئی۔

(۴) کسی امام نے کسی راوی پر جرح دیکھکر اس کی تضعیف کردیگئی اور جرح کرنیوالے امام نے اس جرح کو غلط پاکر اس سے رجوع کرلیا۔ رجوع کی اطلاع تضعیف کرنے والوں کو نہیں پہونچی اس لئے وہ اس کی تضعیف پر قایم رہے جنکو اطلاع ہوگئی انہوں نے تصحیح کی۔

(۵) کسی امام نے کسی راوی کی تفتیش کی اور اس میں کوئی امر قابل جرح نہ پایا۔ اُس نے اسکی تصحیح کی۔ کچھ دنوں کے بعد راوی کی حالت بدل گئی۔ اس حالت کو جس نے دیکھا اسکی تضعیف کی۔

اس اختلاف کا ارتفاع مراجعت کتب سے بسہولت ممکن ہے۔

تین قسم کے راوی اور روایتیں

(۱) ایک قسم کے وہ لوگ تھے جو روایت باللفظ کو ضروری اور روایت بالمعنی کو مضر سمجھتے تھے۔ ان کی تعداد زیادہ ہے۔

(۲) وہ جو روایت باللفظ کو بہتر جانتے اور بمجبور بالمعنی بھی روایت کرتے تھے۔

(۳) جو روایت بالمعنی کے عادی تھے اور اس میں کچھ نقصان نہ سمجھتے تھے یہ تعداد میں بہت کم تھے اور ان میں سے خاص خاص ثقات و ماہر علوم کی حدیثیں لی گئیں ہیں۔

تمام کتب حدیث میں انہیں تین قسموں کی روایتیں ہیں۔

محدثین کی سعی کا نتیجہ

دنیا میں ہزاروں حدیثیں کتابوں میں درج ہیں اگر محدثین صرف جمع حدیث پر قناعت کرتے

تو اس سے بھی زیادہ ذخیرہ اکٹھا ہو جاتا۔ اور حدیثوں کی دستیابی کا سلسلہ قیامت تک ختم ہو
آج جو بدعتیوں گمراہوں کو علم حدیث کی طرف نظر کرکے مایوسی ہوتی ہے وہ نہ ہوتی بلکہ اُن کی
ہر خواہش کامیاب ہوتی۔ محدثین نے تلاش کرکے صحابہ کے تعامل پر نظر کرکے راویوں کو جانچ
کر مضمون کو عقل کی ترازو میں تول کر کتاب و سنت سے مقابلہ کرکے حدیثوں کے راویوں کے
مدارج و مراتب مقرر کر دیئے۔ اب کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی کہ صحیح کو غیر صحیح اور ضعیف کو قوی
بنادے یہ جانچ ایسے سخت اُصولوں سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی ایسے کام میں ممکن نہ تھی
موضوعات کا ذخیرہ علیحدہ مرتب ہے۔ موضوعات کی شناخت کے قواعد مقرر ہیں۔ حدیث کے
مراتب، رواۃ کے درجات کے ضوابط مدوّن ہیں۔ علم الفاظ الحدیث کے اصول قایم ہیں۔

حضرت ابوہریرہ کی حدیث ظل عرش میں ایک راوی سے ذرا سی لفظی تقدیم و تاخیر
ہو گئی تھی۔ محدثین نے تحقیق و تفتیش کرکے بتا دیا کہ اصل ترتیب اس طرح ہے۔ (نزہتہ الفکر)

محدثین اس درجہ تحقیق و تفتیش کرتے تھے کہ روایت کے صحیح صحیح حالات کھل جاتے تھے، اور
وضّاع اقرار پر مجبور ہو جاتے تھے۔

مویل بن اسماعیل سے ایک شیخ نے قرآن مجید کی سورتوں کے فضائل حضرت ابی ابن کعب سے
رفوعًا روایت کئے۔ مویل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ حدیث آپ کو کس سے پہونچی انہوں نے
کہا مدائن کے ایک شیخ سے اور وہ ابھی زندہ ہے۔ مویل مدائن پہونچکر اس شیخ سے ملے اور
دریافت کیا اس نے ایک اور شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ اس کے پاس گئے۔ اس نے بصرہ کے شیخ کا
حوالہ دیا یہ بصرہ گئے اس نے عبادان کے ایک شیخ کا حوالہ دیا۔ یہ عبادان گئے۔ اس شیخ نے
ان کی ایک شیخ سے ملاقات کرائی۔ مویل نے اس شیخ سے دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے
ترغیب کیلئے یہ حدیث وضع کی ہے (تدریب الراوی)

اقسام حدیث

حدیث کی بہت سی قسمیں ہیں۔ سب سے پہلے دو قسمیں ہیں۔ مقبول و مردود۔

خبر مقبول ۔ وہ حدیثیں جنکو باعتبار روایت و درایت ائمہ نے قابل حجت قرار دیا ہے۔

خبر مردود ۔ جن روایتوں کو ائمہ نے باعتبار روایت و درایت ناقابل حجت ٹھہرایا ہے۔

یہ دونوں قسمیں تین قسموں پر منقسم ہیں۔ قولی۔ فعلی۔ تقریری۔

قولی ۔ رسول کریم کا قول صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یوں فرمایا ہے۔

فعلی ۔ رسول کریم کا فعل صحابی اس طرح بیان کرے کہ رسول کریم نے یہ کام اسطرح کیا ہے

تقریری ۔ صحابی یوں بیان کرے کہ میں نے یا فلاں شخص نے رسول کریم کے سامنے یہ کام اس طرح کیا تو آپ نے منع نہیں فرمایا۔

ان تینوں قسموں کی دو قسمیں ہیں۔ صریحی۔ حکمی۔

صریحی قولی ۔ صحابی حضور کے بیان فرمودہ الفاظ کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے صاف معلوم ہو کہ اُس نے یہ حضور سے خود سُنا ہے۔ جیسے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حدثنی یا حدثنا رسول اللہ یا اخبرنی یا اخبرنا رسول اللہ یا انبأنی یا انبأنا رسول اللہ۔ مگر ائمہ نے قال رسول اللہ وعن رسول اللہ کو بھی صریحی قولی میں شمار کیا ہے کیونکہ بعض صحابہ نے دوسرے صحابہ سے سنکر روایتیں کی ہیں۔

صریحی فعلی ۔ صحابی آنحضرت کے فعل کو اس طرح بیان کرے کہ اس نے یہ فعل آنحضرت کو کرتے خود دیکھا ہے جیسے رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر محدثین نے کان رسول اللہ کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے خود وہ فعل کرتے نہیں دیکھا دوسرے صحابی سے سنکر روایت کیا ہے۔

صریحی تقریری ۔ صحابی ایسے کام کو جو آنحضرت کے سامنے ہوا اور آپ نے اُس

روکا نہیں۔ ایسے الفاظ میں بیان کرے جن سے صاف معلوم ہو کہ یہ کام اُس نے خود کیا ہے یا یہ واقعہ اس کے سامنے ہوا ہے۔ جیسے فعلت بحضرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ محدثین نے فعل فلان بحضرۃ النبی کو بھی اس میں شمار کیا ہے

حکمی قولی۔ ایک ایسا صحابی جو اسرائیلیات سے کوئی بات ماخوذ کرنے کا عادی نہیں ہے وہ ایسی بات بیان کرے جس کا تعلق عقل و اجتہاد، بیان لغت اور شرح غریب سے نہ ہو جیسے احوال قیامت، قصص انبیاء وغیرہ۔

حکمی فعلی۔ صحابی نے ایسا کام کیا ہو۔ کہ جسمیں اوس کے اجتہاد کا دخل نہ ہو۔

حکمی تقریری۔ صحابہ نے آنحضرت کے عہد میں آپ کی عدم موجودگی میں کوئی غیر ممنوع کام کیا ہو۔

باعتبار شہرت و عدم شہرت حدیث کی دو قسمیں ہیں۔ متواتر۔ احاد۔

متواتر۔ وہ حدیث جس کو اس قدر اشخاص بیان کریں کہ ان کا جھوٹ پر مجتمع ہونا محال ہو۔ علما نے ان کی تعداد مختلف قرار دی ہے ۴۔ ۵۔ ۷۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۲۰۔ ۴۰۔ ۷۰۔ ۳۰۰۔

تواتر کی دو قسمیں ہیں۔ تواتر فعلی۔ تواتر قولی۔

تواتر فعلی۔ رسول کریم نے کوئی ایسا کام کیا جس کا تعلق لوگوں کے ہر روز یا ہر وقت یا کچھ دنوں بعد پے در پے دستور العمل سے ہے اور تمام مسلمان اس کو عمل میں لاتے ہیں۔ جیسے نماز روزہ وغیرہ کے مسائل متعلقہ۔

تواتر قولی۔ حضور کا جو ارشاد تواتر سے ثابت ہو اسکی دو قسمیں ہیں۔ تواتر لفظی۔ تواتر معنوی۔

تواتر لفظی۔ یہ کہ راویوں نے اس کے الفاظ کو محفوظ رکھا ہو۔

تواتر معنوی۔ یہ کہ راویوں نے اس کے معنی و مطلب کو محفوظ رکھا ہو۔ اور اپنے

الفاظ و عبارت میں بیان کیا ہو۔

ان جملہ متواترات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تواتر سکوتی۔ دوسرے تواتر غیر سکوتی۔

تواتر سکوتی یہ کہ راوی نے روایت کیا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا۔

تواتر غیر سکوتی۔ یہ کہ لوگوں نے اس پر اثبات کیا اور عملدرآمد کرنے لگے۔

متواتر چونکہ مفید علم یقینی ہوتی ہیں اسلئے مقبول ہی ہوتی ہیں۔ مردود نہیں ہوتیں۔

خبر متواتر کا تعلق حس سے ہے فعل کا تعلق حس باصرہ سے اور قول کا حس سامعہ سے ہے

فعل کے متعلق راوی بیان کرے۔ رأیتُ رسول اللہ یا فعل کذا۔

قول کے متعلق بیان کرے۔ سمعتُ رسول اللہ یا قال کذا۔

احاد۔ جو متواتر نہو۔ یا۔ وہ روایات کہ عموماً ان کا تعلق عام خلائق سے ایسا نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت یا کچھ دنوں کے بعد پے درپے عمل میں آتی رہی ہوں۔ بلکہ قلت وندرت کے ساتھ اُن پر عمل کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔

خبر واحد کے راوی اگر اچھے ہیں تو مقبول ہوگی اگر اچھے نہیں تو مردود ہوگی۔ امام نووی رح نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ وہ اخبار احاد جو صحیحین کے علاوہ ہیں اسوقت واجب العمل ہوں گے جبکہ اُن کی سندیں صحت کو پہونچ جاویں

اخبار احاد کی تین قسمیں ہیں۔ مشہور۔ عزیز۔ غریب۔

مشہور۔ جس حدیث صحیح کے راوی ہر طبقہ میں کم از کم تین ضرور ہوں یا جس کی روایت عہد صحابہ وتابعین میں کم ہوئی ہو اور بعد کو کچھ زیادہ ہوئی ہو۔ اس میں یہ ضرور نہیں کہ رواۃ کا سلسلہ ابتدا سے انتہا تک یکساں ہو۔

اگر مشہور کے رواۃ کا سلسلہ ابتداء سے انتہا تک یکساں ہے تو اسکو **مستفیض** کہتے ہیں

عزیز۔ وہ حدیث صحیح جسکے سلسلہ رواۃ میں ہمیشہ دو ہی راوی پائے جاویں۔ گو کتنے ہی طرق سے مروی ہو مگر ہر طریق میں انہیں دو راویوں میں سے کوئی ایک راوی پایا جائے۔

غریب وہ حدیث جس کے اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو اسکو فرد بھی کہتے ہیں۔ فرد کی دو قسمیں ہیں۔ فرد مطلق۔ فرد نسبی۔

فرد مطلق وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرتا ہے وہ متفرد ہے اسکو غریب مطلق بھی کہتے ہیں۔

فرد نسبی وہ ہے جسمیں صحابی سے روایت کرنے والے کے بعد کوئی راوی متفرد ہے۔

غریب بہذااللفظ جو حدیث باعتبار متن خاص کے غریب ہو۔

خبر مقبول کی پہلی تقسیم

صحیح جس کے راوی متدین۔ متشرع۔ جیّد الحفظ، ضابط و عادل ہوں۔ اوکی سند مسلسل ہو اس میں کسی قسم کی علّت نہو۔

حسن۔ مثل صحیح کی ہے، فرق اسقدر ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں۔ ان دونوں قسموں کی دو قسمیں ہیں۔ لذاتہ اور لغیرہ۔

صحیح لذاتہ جس کے راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں اور معلل و شاذ نہو۔

صحیح لغیرہ راوی صحیح لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں متعدد طرق سے ہو اسناد متصل ہوں شاذ نہ ہو۔

حسن لذاتہ۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں لیکن کثرت طرق سے ہو۔

حسن لغیرہ۔ جس کے راوی حسن لذاتہ سے کم درجہ کے ہوں مگر متعدد طرق سے ہو

قوی۔ جس کے سب راوی عقیل اور قوی الحافظہ اور ثقہ ہوں۔

شاذ و محفوظ۔ اگر ثقہ راوی نے کسی ایسے راوی کے خلاف روایت کی جو اس سے راجح ہے تو اس حدیث کو شاذ کہیں گے اور اس کے مقابل کو محفوظ۔

منکر و معروف۔ اگر ضعیف راوی نے قوی راوی کے خلاف روایت کی تو

اوس کی حدیث کو منکر اور مقابل والی کو معروف کہتے ہیں۔

متابع۔ حدیث فرد کے جس راوی کے متعلق گمان تفرد تھا۔ اگر اُس کا کوئی موافق مل گیا۔ تو اس موافق کو متابع اور موافقت کو متابعت کہتے ہیں۔

اگر متابعت نفس منفرد راوی کے لئے ہے تو اس کو متابعت تامّہ کہتے ہیں۔

اور اگر اس کے شیخ یا اوپر کے راوی کیلئے ہے تو متابعت قاصرہ کہیں گے۔

شاہد۔ اگر کسی دوسرے صحابی سے ایسا متن مل گیا جو کسی حدیث فرد کے ساتھ لفظاً ومعناً یا صرف معناً مشابہ ہے تو اسے شاہد کہتے ہیں۔

خبر مقبول کی دوسری تقسیم

محکم۔ جس حدیث مقبول کی کوئی حدیث معارض نہ ہو۔

مختلف الحدیث۔ اگر کسی خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہے اور ان دونوں میں بطریق اعتدال تطابق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں۔

ناسخ ومنسوخ۔ جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو اور ان میں تطابق ممکن نہ ہو تو جو حدیث مقدم ثابت ہوگی وہ منسوخ سمجھی جائے گی اور دوسری ناسخ۔

متوقف فیہ۔ جن دو حدیثوں میں تعارض ہو اور تطبیق ممکن نہ ہو اور شان نزول کے ذریعہ سے اسکو ناسخ ومنسوخ بھی قرار نہ دیا جا سکے تو دونوں پر عمل کرنے میں توقف کیا جائیگا۔

تقسیم خبر مردود

حدیث کے مردود ہونے کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کی اسناد سے ایک یا کئی راوی ساقط ہوں۔ دوسرے یہ کہ اوس کا کوئی راوی بلحاظ دیانت وضبط مجروح ہو۔

باعتبار سند

سقوط راوی کے اعتبار سے خبر مردود کی چار قسمیں ہیں۔ معلق۔ مرسل۔ معضل۔ منقطع۔

معلق۔ جس حدیث کے ابتدا سند سے بتصرف راوی ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں

یا اس کی کل سند حذف کر دی گئی ہو یا بیان کرنے والا اپنے شیخ کو چھوڑ کر شیخ الشیخ سے روایت کرے تو یہ حدیث معلق کہلائے گی۔ اگر راوی مدلس ہے تو حدیث مدلس کہلائے گی۔

مرسل ۔ تابعی سے اوپر کا راوی جس حدیث کا ساقط ہو۔ اس طرح روایت کرنے کو ارسال کہتے ہیں اگر کوئی تابعی اپنے ایسے ہمعصر سے ارسال کرتا ہے کہ جس سے اسکی ملاقات ثابت نہیں تو اس کو مرسل خفی کہتے ہیں۔

معضل جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی مسلسل ساقط ہوں

منقطع ۔ جس حدیث کی سند سے ایک یا کئی راوی متفرق مقامات سے ساقط ہوں۔

حدیث معنعن ۔ جس میں **عنعنہ فلاں** سے روایت ہو یا فلان راوی سے مروی ہے بیان کیا جائے ۔ اس میں امام بخاری کی یہ شرط ہے کہ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے امام مسلم کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہمعصر ہوں۔ بعض نے راوی کا مروی عنہ سے روایت کرنا کافی سمجھا ہے۔

بلحاظ طعن راوی

موضوع ۔ جس کا راوی حدیثیں بنانے والا مشہور ہو۔

متروک ۔ جس کو جھوٹی روایت کرنے والے راوی نے روایت کیا ہو۔

منکر ۔ جس کا راوی بکثرت غلطیاں کرتا ہو۔

معلل ۔ جس حدیث کی سند میں ایسی علتیں ہوں جو سند کی صحت میں خلل انداز ہوتی ہیں۔

مدرج ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مدرج الاسناد۔ دوسرے مدرج المتن۔

مدرج الاسناد جسکی سند میں تغیر کیا گیا ہو۔

مدرج المتن ۔ متن حدیث میں صحابی یا تابعی کا قول ملا دیا گیا ہو۔

مقلوب ۔ جس حدیث کی سند میں اسماء مقدم مؤخر ہو گئے ہوں یا متن میں الفاظ مقدم مؤخر ہو گئے ہوں۔

المزید فی متصل الاسناد۔ جسکی سند میں کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا ہو۔

مضطرب۔ راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی گئی ہو کہ ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت متن حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔

مصحف و محرف۔ اسمائے رواۃ میں یا الفاظ میں باوجود بقائے صورت خطی تغیر کر دیا گیا ہو جیسے شریح کو سریج کر دیا گیا ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اور اگر اسمار رواۃ میں اس طرح تغیر ہوا کہ جیسے حفص کا جعفر ہو گیا تو اُس کو محرف کہتے ہیں۔

روایت بالمعنی۔ راوی حدیث میں اختصار کرلے یا الفاظ حدیث کو محفوظ نہ رکھا مطلب یاد رکھکر اپنی عبارت میں بیان کیا۔

بعض ائمہ نے روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھا۔ بعض نے یہ شرط کی ہے کہ روایت بالمعنی اصحاب کے سوا کسی کو جائز نہیں۔ بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر روایت بالمعنی کرنیوالا فقیہ و فہیم ہے تو اس کی روایت لی جائے گی اور اس کا اختصار جائز سمجھا جائیگا۔ تابعین میں سے امام حسن بصری۔ امام شعبہ۔ امام ابراہیم نخعی۔ امام سفیان ثوری روایت بالمعنی کو لیتے تھے

اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کے دماغ میں فراست و تفقہ فی الدین ہوتا ہے ان کو الفاظ کا یاد رکھنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان کے دماغ میں معانی و مطالب کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ الفاظ کیلئے مشکل سے گنجایش ہو سکتی ہے۔ مجتہدین کی یہی کیفیت تھی۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ اگر ہم ایک حدیث کو اپنے سُنے ہوئے کے موافق بیان کرنا چاہیں تو نہیں بیان کر سکتے (تذکرۃ الحفاظ)

امام ابن سیرین نے بیان کیا کہ میں نے ایک حدیث کو دس شیوخ سے سُنا ہر ایک نے مختلف لفظوں میں بیان کیا۔ مگر معنی ایک ہی تھے (مصنف عبدالرزاق)

فقیہ و فہیم کا بالمعنی یا بالاختصار روایت کرنا مضر نہیں۔ ہاں عوام کا ضرور موجب نقصان ہے اسلئے خاص خاص مجتہدین نے روایت بالمعنی کو جائز رکھا باقی محدثین اکثر روایت باللفظ ہی کے

پابند تھے اور ان کو یاد رہتا تھا اور وہ یاد رکھتے تھے۔

الفاظ رسول کا بیان حدیث قولی ہی میں ہو سکتا ہے۔ فعلی و تقریری کا بیان تو بالمعنی ہی ہوگا

مبہم جس کے راوی کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ یا اس طرح ذکر کیا گیا ہو کہ صحیح خیال قائم نہ ہو سکے۔

مستور۔ جس کو ایسے راوی نے روایت کیا ہو کہ جس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہو اور یہ تحقیق نہ ہو سکتا ہو کہ یہ روایت اس کے کس زمانہ کی ہے۔ قبل از عارضہ یا بعد از عارضہ۔

شاذ۔ جس کا راوی ہمیشہ بد حافظہ رہا۔

مختلط۔ جس کے راوی کو کسی وجہ سے سہو و نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا ہو۔ ایسے راوی کی روایت جو قبل از عارضہ ہوگی وہ لی جائے گی جو عارضہ کے بعد ہوگی وہ قبول نہ کی جاوے گی

ضعیف۔ جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم۔ بد حافظہ وغیرہ ہو۔

تقسیم خبر بلحاظ اسناد

مرفوع۔ جس حدیث کی سند رسول کریم پر منتہی ہوا اور سب راوی ثقہ ہوں۔

موقوف۔ جس میں راوی صحابی کے قول و فعل و تقریر کو بیان کرے۔

مقطوع۔ جس میں راوی تابعی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے۔

موقوف و مقطوع کو آثار بھی کہتے ہیں۔

مسند۔ مرفوع صحابی جو ایسی اسناد سے ثابت ہو کہ بظاہر متصل ہے۔

متصل۔ جس کے سلسلہ رواۃ میں ایک راوی بھی درمیان میں ساقط نہ ہوا ہو۔

نوٹ۔ بعض حدیثوں کے ساتھ حسن غریب اور حسن صحیح وغیرہ لکھا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے مروی ہے۔ متفق علیہ وہ حدیث ہے جس پر امام بخاری اور امام مسلم دونوں کا اتفاق ہو کل متفق علیہ حدیثیں (۲۳۲۶) ہیں۔

حدیث قدسی وہ حدیث ہے جس میں رسول کریم نے خدا وند ذوالجلال کی طرف سے بیان کیا ہو یعنی فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

بعض اصطلاحات

مخضرمین ۔ وہ لوگ جنہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے مگر رسول کریم کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے۔ ان کو بعض نے صحابہ میں شمار کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ کبار تابعین میں ہیں۔

سند عالی جس میں راوی سے حضورؐ تک رجال کم ہوں۔

علو مطلق و نزول مطلق ۔ اگر ایک حدیث کی کئی سندیں حضورؐ تک پہونچتی ہوں۔ مگر ان میں ایک سند میں دوسری سندوں سے وسایط کم ہوں۔ تو اس کو علو مطلق کہتے ہیں اور مقابل کو نزول مطلق۔

علو نسبی و نزول نسبی ۔ اگر ایک حدیث کی کئی کئی سندیں ہوں اور وہ سندیں کسی مشہور امام حدیث تک پہونچتی ہوں جیسے شعبہ و مالک وغیرہ تو ان سندوں میں سے جس سند میں آدمی کم ہوں گے اسکو علو نسبی کہا جائیگا اور مقابل کو نزول نسبی۔

موافقت ۔ کسی مصنف کے شیخ تک ایسی اسناد چلا دینا جو مصنف کے شیخ جو مصنف تک پہونچی ہے۔ مغایر ہو اور تعداد رجال بھی اس میں کم ہو۔

۔ کسی مصنف کے شیخ الشیخ تک ایسی اسناد چلا دینا جو مصنف کی اسناد کے مغائر ہو اور تعداد رجال میں بھی اس سے کم ہو۔

مساوات ۔ ایک حدیث کی سند کسی مصنف کی عالی ہو۔ دوسرا مصنف بھی اس حدیث کو کسی دوسری سند سے روایت کرے اس میں بھی تعداد رجال اسکی برابر ہو۔

مصافحہ ۔ ایک حدیث ایسی اسناد سے جو دوسری سے عالی تھی روایت کی گئی جو کسی مصنف کے شاگرد کے اسناد کے ساتھ تعداد رجال میں مساوی ہو

روایۃ الاقران ۔ دو ہمعصروں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا۔

روایت الاکابر عن الاصاغر۔ چھوٹے سے بڑے کا روایت کرنا۔ مثلاً باپ کا بیٹے سے یا استاد کا شاگرد سے روایت کرنا۔ اس کے خلاف کو روایت اصاغر عن الاکابر کہتی ہیں۔

روایت سابق و لاحق۔ اگر دو آدمی ایک ہی شیخ سے روایت کرتے ہیں۔ انمیں سے ایک دوسرے سے پہلے مرگیا تو مرنے والے کی روایت کو روایت سابق اور دوسرے کی روایت کو روایت لاحق کہتے ہیں۔

مسلسل۔ اگر ایک سند کے عام رواۃ نے ایک ہی لفظ سے مثلاً حدثنا وغیرہ سے ایک حدیث روایت کی یا سب کے سب ایک قول پر متفق ہو گئے۔ اسکو مسلسل کہتے ہیں۔

اجازت۔ روایت حدیث کے لئے کسی محدث سے اجازت لینا ضروری ہے۔

اجازت بالمشافہہ۔ اگر کسی شیخ نے کسی کو مخصوص حدیث اپنے سے روایت کرنے کی زبانی اجازت دیدی تو اس کو مجازاً اجازت بالمشافہہ کہتے ہیں۔

اجازت بالمکاتبہ۔ شیخ نے روایت حدیث کی اجازت مکتوبی دی ہو۔

اجازت معینہ۔ شیخ کسی کتاب معین غیر حاضر کی انسبت طالب سے کہے کہ تم مجھ سے اس کی روایت کرو۔

مناولہ۔ شیخ اپنا اصل نسخہ حدیث یا اسکی نقل طالب کو دیدے۔

وجادہ۔ طالب کو کوئی ایسی کتاب مل گئی جس کا کاتب کوئی محدث ہو تو اُسے وجادہ کہا جاتا ہے۔ جب تک کاتب سے اجازت حاصل نکرے اسوقت تک **اخبرنی فلان** کہکر روایت نہیں کرسکتا۔

وصیت بالکتاب۔ محدث نے بوقت وفات وصیت کی کہ میری یہ کتاب فلاں شخص کو دیدی جائے لیکن موصی لہ اُس کے بغیر اجازت روایت نہیں کرسکتا۔

اعلام۔ کسی شیخ کا یہ کہنا کہ فلاں کتاب فلاں شیخ سے روایت کرنا۔

اجازت مجہول۔ اگر شیخ نے یہ کہا کہ میں نے عبدالرحمن کو اجازت دی تو یہ اجازت مجہول ہے

صاف کہے میں نے تجکو اجازت دیدی۔

متفق و مفترق۔ اگر چند راویوں اور ان کے باپ دادوں کے نام ونسب کنیت ایک ہی ہوں تو ان کو متفق و مفترق کہا جاتا ہے۔

مؤتلف و مختلف۔ اگر متعدد اسماء خط میں متفق اور تلفظ میں مختلف ہوں (یہ اختلاف کبھی لفظوں سے ہوتا ہے جیسے یحیٰی و یحیٰی۔ کبھی شکل سے ہوتا ہے جیسے حفص و جعفر۔)

متشابہ۔ راویوں کے نام خط و تلفظ میں متفق ہوں مگر ان کے آباء کے نام بلحاظ تلفظ مختلف بلحاظ خط متفق ہوں۔ جیسے محمد بن عَقیل بفتح عین و محمد بن عُقیل بضم عین۔

طبقہ رُواۃ۔ ہمعصر اشخاص اور وہ اشخاص جو ایک شیخ سے روایت کرنے میں شریک ہوں (اُستاد بھائی یا پیر بھائی یا ہم مکتب یا ہم درس)

تزکیہ کسی راوی کے اوصاف کا اس طرح بیان کرنا کہ اس پر جرح باقی نہ رہے۔

امر۔ جو حکم دیا گیا قرآن میں یا حدیث میں (امر کے خلاف اگر کوئی فعل رسول کریم کا ہے تو امر اس سے منسوخ نہیں ہوسکتا کیونکہ فعل عذر و تخصیص وغیرہ کو محتمل ہے۔

تخریج۔ تلاش کر کے کسی حدیث کی سند صحیح نکالنا اور کسی حدیث کو معہ سند ذکر کرنا

صحابی۔ جس نے بحالت اسلام رسول کریم کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو

تابعی۔ جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔

تبع تابعی۔ جس نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔

وحی متلو۔ جس کے الفاظ منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے اور آپ اس کو پڑھ کر سناتے تھے اسکو وحی جلی بھی کہتے ہیں۔ یہ قرآن ہے۔

وحی غیر متلو۔ جس کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا تھا اس کو حضور اپنے الفاظ و عبارت میں بیان فرماتے تھے۔ اس کو وحی خفی بھی کہتے ہیں۔ یہ حدیث ہے۔

حدیث قول و فعل و تقریر رسول کریم کو کہتے ہیں حدیث کو خبر اور اثر بھی کہتے ہیں۔

حدیث کا اطلاق قول وفعل وتقریر صحابہ وتابعین پر بھی ہوتا ہے۔ موزوں یہ سمجھا گیا ہے کہ حدیث قول وفعل وتقریر رسول کریم وصحابہ۔ اثر قول وفعل وتقریر تابعین۔

محدث جو شخص علم حدیث کے درس وتدریس تالیف وتصنیف وغیرہ میں مشغول ہو

اخباری۔ جو شخص فن تاریخ میں مشغول ہو۔

روایت۔ جو حدیث یا اثر یا خبر بیان کیجائے۔

راوی۔ روایت بیان کرنے والا۔

مروی عنہ۔ جس سے روایت کیجائے۔

متن۔ حدیث کی اصل عبارت۔

سند۔ راویوں کا سلسلہ یعنی زید اس طرح بیان کرے کہ میں نے سُنا عمر سے عمر نے سُنا خالد سے خالد نے سُنا بکر سے

اصول الروایت وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ کیجاتی ہے۔

اصول الدرایت وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ کیجاتی ہے۔

تعدیل۔ اوصاف بیان کرنا

جرح۔ ذمائم بیان کرنا۔

ضبط صدر۔ حفظ قلبی ونگہداشت ذہنی۔

ضبط کتاب۔ تحریر کا تا وقت روایت محفوظ رکھنا۔

متروک الحدیث۔ جس راوی کی حدیث ترک کردیجائے کسی عیب کی وجہ سے۔

اصحّ الاسانید۔ جس روایت کے تمام راوی اعلیٰ درجہ کے ہوں۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ اصح الاسانید امام زین العابدین ہیں جبکہ وہ اپنے والد ماجد امام حسین یا اپنے جد امجد حضرت علی سے روایت کریں۔ بعض کا قول ہے کہ اصح الاسانید نافع ہیں جبکہ وہ ابن عمر سے روایت کریں بعض نے کہا ہے کہ امام زہری ہیں جبکہ وہ سالم اور سالم حضرت ابن عمر سے روایت کریں یا محمد بن سیرین

روایت کریں عبیدہ بن عمر سے اور وہ حضرت علی سے۔ یا ابراہیم نخعی روایت کریں علقمہ سے اور وہ ابن مسعود سے۔ (نخبہ)

سلسلۃ الذہب ۔ امام مالک کی سند جس کو وہ نافع سے اور نافع حضرت ابن عمر سے روایت کریں

ثلاثیات ۔ وہ روایتیں جس میں راوی اور رسول کریم کے درمیان تین واسطے ہوں

شیخین ۔ امام بخاری و امام مسلم۔

شرط شیخین ۔ امام بخاری و امام مسلم نے صحت حدیث کیلئے جو شرائط مقرر کئے ہیں

امام ۔ جو حدیث وفقہ اور تمام علوم دینیہ میں صاحب کمال ہو۔

حافظ ۔ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حُجت ۔ جسکو تین لاکھ حدیثیں یاد ہوں۔

حاکم ۔ جس کو تمام احادیث مرویہ مع متن و سند و جرح و تعدیل و تاریخ کے معلوم ہوں

مجتہد ۔ جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کر سکتا ہو۔

قطعی الثبوت ۔ جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے صحیح ہیں عام اس سے کہ وہ متواتر ہوں یا احاد۔ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت ہیں۔

ظنی الثبوت ۔ جو حدیثیں اپنی سند روایت کے اعتبار سے حسن لذاتہ ہیں وہ ثبوت کے اعتبار سے ظنی الثبوت ہیں۔

قطعی الدّلالۃ ۔ جو روایت کسی مدلول پر اپنی عبارۃ النص کے اعتبار سے صاف صاف بلا تاویل صریح لفظوں میں دلالت کرے۔

ظنی الدّلالۃ ۔ جو اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں تاویل کی محتاج ہو۔

قلیل الحدیث ۔ جس راوی سے بہت کم روایت کی گئی ہو۔

اُمّ الاحادیث ۔ سنت مؤکدہ ۔ سنت غیر مؤکدہ ۔ مباح ۔ گناہ صغیرہ ۔ مکروہ جنکو ائمہ نے کہا ہے ان تمام احکامات کی حدیثیں محکمات اور اُمّ الاحادیث کہلاتی ہیں۔

مستملی ۔ شیخ کے درس میں طلبا کا ہجوم کثیر ہو تو شیخ کسی ہوشیار، قابل طالب علم کو درمیان میں کھڑا کرتا ہے جو شیخ کے الفاظ دوسروں تک پہونچاتا ہے ۔ اسکو مستملی کہتے ہیں۔

مقری ۔ پڑھنے والا۔

تعلیق ۔ سقوط راوی ۔

نص ۔ آیت قرآن ۔ حدیث ۔

سُنّت ۔ قول وفعل رسول واصحاب ۔ سنت کی دو قسمیں ہیں عادی ۔ عبادی

عادی وہ افعال جو دنیوی مصلحت یا وقتی وذاتی ضرورت سے کئے گئے ۔

عبادی ۔ وہ افعال جو بہ نیت ثواب مذہبی طور پر کئے گئے ۔

عبادی کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک اکیدی جسکو مؤکدہ بھی کہتے ہیں ۔ دوسرے سنت الزواید جسکو مستحبہ بھی کہتے ہیں ۔ سنت مؤکدہ جسکو لازمی طور پر کیا گیا اس کا ترک کرنے والا گنہگار ہوتا ہے سنت مستحبہ جسکو کبھی کیا اور کبھی ترک کیا ۔ اس کو ترک کرنے سے گناہ نہیں ہوتا ۔

تعامل ۔ عملدرآمد ۔

توارث ۔ قدامت عمل ۔

طرق ۔ سلسلہ روایت ۔

مُدلِّس جو راوی اپنے مروی عنہ کو چھوڑ کر اوپر کے شیخ سے روایت کرے کہ میں نے فلاں سے یہ حدیث سُنی ۔ اس روایت کرنے والے کو مدلّس اور اس فعل کو تدلیس کہتے ہیں ۔

وضاع ۔ حدیثیں گھڑنے والا ۔

وحدان ۔ وہ راوی جس سے ایک ہی راوی نے روایت کی ہو

سیر ۔ وہ علم جسمیں تاریخی حدیثیں ہوں ۔

مستدرک ۔ استدراک کے معنی ہیں کہ کسی مصنف سے جو رہگیا ہو اسکو جمع کر دیا جائے ۔ جو کتاب اس طرح تصنیف کی گئی ہو اسکو مستدرک کہتے ہیں ۔

فوائد

(۱) شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے عجالہ نافعہ میں تحریر فرمایا ہے۔ حدیث خبر کی قبیل سے ہے اور خبر صدق و کذب دونوں کو محتمل ہے۔ پس اس علم کے حصول میں دو چیزیں لازم ہیں۔ ایک راویوں کے حالات کا ملاحظہ کرنا دوسرے حدیث کے معانی سمجھنے میں احتیاط کرنا۔ اگر امر اول میں کوتاہی ہوئی تو جھوٹی حدیث سچی حدیث کے ساتھ ملتبس ہو جائے گی۔ اگر امر ثانی میں احتیاط نہ کی تو مراد غیر مراد کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔ دونوں صورتوں میں اس علم سے جو فائدہ کی توقع ہے وہ میسر نہ ہوگی بلکہ اس کا انجام اُلٹا ہوگا۔

(۲) جملہ احادیث دو قسموں پر منقسم ہیں۔ ایک وہ جنکو قرآن مجید سے کوئی اور کسی قسم کا سروکار نہیں۔ دوسری وہ جن کا تعلق قرآن مجید سے وابستہ ہے پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک احکامی دوسرے غیر احکامی۔ جو حدیثیں غیر احکامی ہیں ان کا تعلق قرآن مجید سے صرف اِسقدر ہے کہ رسول کریم نے قرآنمجید کے استعارے۔ کنایہ۔ تشبیہ۔ تعریض۔ ایجاز وغیرہ مشکل مقامات کی تشریح فرمائی ہے جیسے بخاری و ترمذی کے باب التفسیر کی حدیثیں۔ احکامی وہ جن کا تعلق قرآن مجید کی احکامی آیات سے ہے عام اس سے کہ وہ اعتقادیات سے ہوں یا اخلاقیات سے ہوں یا عبادات سے یا معاملات سے۔ غرض یہ قرآنمجید کے اُن لفظوں کی تشریح سے تعلق رکھتی ہیں کہ جو قرآنمجید میں بطور اسم یا بطور اجمال کے بیان کئے گئے ہیں۔ جیسے لفظ صلوۃ۔ زکوۃ وغیرہ مگر اُن کی ہیئت کذائیہ اُن کے اجزا، ان کے مقادیر۔ ان کے اوقات بیان نہیں ہوئے۔ اگر بیان ہوئے تو محض التفات دلانے کیلئے بیان کئے گئے۔ آن حضرت نے اُن کو کر کے یا کرا کے یا فرما کے بتا دیا۔

(۳) ڈھائی سو اصحاب ایسے تھے جو سفر و حضر میں اکثر حضور کے ساتھ رہتے تھے۔

(۴) علم کی دو قسمیں ہیں ضروری۔ نظری۔

ضروری وہ علم جو بلا نظر حاصل ہو۔ اس لئے کہ یہ علم جس میں صلاحیت نظر نہ ہو اسکو بھی حاصل ہوتا ہے،

نظری وہ جو بذریعہ نظر حاصل ہو۔

(۵) جو اخبار احاد مقبول ہیں وہ مفید ظن غالب ہیں۔ لیکن جب اُن کے ساتھ اور قرائن منضم ہوں تو مفید علم یقینی نظری ہوتے ہیں۔ ان قرائن کے چند اقسام ہیں۔ (۱) صحیحین کی وہ حدیثیں جو جرح و تعارض سے محفوظ ہیں مفید علم نظری ہیں (۲) وہ حدیث مشہور جس کے متعدد اسناد مختلف طرق سے ثابت ہوں اور وہ اسناد ضعف و علل سے محفوظ ہوں مفید علم نظری ہیں (۳) وہ حدیث جو غریب نہو اور اس کے سلسلہ رواۃ میں تمام ائمہ حفاظ ہوں مفید علم نظری ہیں

(۶) امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے، امام شافعی کے نزدیک اگر کسی دوسرے طریق سے اس کی تائید ملجائے تو مقبول ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر ارسال کرنے والا تابعی غیر معتبر روایات بیان کرنے کا عادی نہیں تو مقبول ہے۔

(۷) مدلس روایت کا راوی اگر معتبر روایات بیان کرنے کا عادی ہے تو اس کی یہ روایت قبول کیجائے گی۔

(۸) تزکیہ۔ تعدیل ایک شخص کا بھی معتبر ہے۔

(۹) اگر ایک حدیث بکر نے خالد سے سُنی اور پھر وہی حدیث بکر نے عمر سے سُنی تو یہ دو حدیث شمار ہوں گی۔

(۱۰) محدثین و فقہاء نے لکھا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا اگر موضوع نہو تو فضائل میں مستحب ہے لیکن احکام حلال و حرام، بیع و نکاح و طلاق میں نہیں۔ بسا اوقات ناکارہ راویوں سے ترغیب و ترہیب و فضائل اعمال اور قصص کی حدیثیں نیز زہد اور مکارم اخلاق اور ان کی مثل ایسی حکایتیں جن کا تعلق حلال و حرام اور دیگر تمام احکامات سے نہیں ہے روایت کی ہیں اور یہ اس قسم کی حدیثیں ہیں کہ محدثین کے نزدیک ان میں تساہل کرنا جائز ہے ماسوا موضوع کے۔

(خلاصۃ الخلاصہ)

(۱۱) جملہ احادیث مرفوعہ معتبرہ جو از روے روایت و درایت صحیح ثابت ہوں وہ قابل حجت ہیں

اپنے ثبوت کے اعتبار سے دو قسموں پر منقسم ہیں۔ قطعی الثبوت۔ ظنی الثبوت۔

جو حدیثیں اپنی سند روایت کی اعتبار سے صحیح ہیں عام اس سے کہ وہ متواتر ہوں یا عاد اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی الثبوت ہیں۔

جو حدیثیں اپنی روایت کے اعتبار سے حسن لذاتہ ہیں وہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے ظنی الثبوت ہیں۔

جملہ حدیثیں اپنے مدلول پر دلالت کرنیکے اعتبار سے دو قسم پر ہیں۔

قطعی الدلالۃ جو کسی مدلول پر اپنی عبارۃ النص کے اعتبار سے صاف صاف بلا تاویل صریح لفظوں میں دلالت کرے۔

ظنی الدلالہ جو اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں تاویل کی محتاج ہو۔

پس اس طرح چار قسمیں بن گئیں۔

اگر حدیث صحیح صریح ہے تو قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ہے۔

اگر حدیث صحیح غیر صریح ہے تو قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے۔

اگر حدیث حسن لذاتہ صریح ہے تو ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہے۔

اگر حدیث حسن لذاتہ غیر صریح ہے تو ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے۔

(۱۲) اوّل درجہ کے روات اور تمام معتبر رواتیں بھی فرق مراتب ہے۔ یہ فرق زیادتی علم و حسن عمل و فہم و ذکا کے اندازہ سے قایم کیا گیا ہے۔ مثلاً حسن بصری کے شاگرد ایوب سختیانی اور اشعث الحمرانی ہیں لیکن ایوب کا مرتبہ اشعث سے زیادہ مانا گیا ہے۔ اس لیے اگر اشعث کی روایت ایوب کے خلاف ہوگی تو نہیں مانی جاوے گی۔

(۱۳) تمام احادیث کا اسوقت تک صحیح شمار نہیں ہوسکا۔ زیادہ سے زیادہ بارہ لاکھ جید شیر ثابت ہوتی ہیں۔ کیونکہ امام علی بن المدینی کا قول ہے کہ شیخ یحیی بن معین نے بارہ لاکھ حدیثیں لکھیں۔ اور مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اتنی حدیثیں لکھی ہوں۔ (تہذیب الاسماء واللغات نووی)

امام سیوطی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیثوں کی تعداد دولاکھ ہے کیوں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجکو دولاکھ حدیثیں یاد ہیں اگر میں اس سے زیادہ پاتا تو محفوظ کرتا۔ اُمید ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ حدیثیں نہیں۔ (لواقح الانوار امام عبدالوہاب شعرانی۔)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ہمچنین از احادیث صحاح وحسان وضعاف بضعیفکہ محتمل است واستدلال فی الجملہ بآن توان نمود آن ہم تقریباً دس ہزار تن است بغیر تکرار وبغیر اعتبار سند بسبب تعداد رواۃ از صحابہؓ تابعیں واگر با ملاحظہ این تعداد بر شمریم زیادہ از الوف الوف باشد (قرۃ العین)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تو صرف تین اقسام کی تعداد بیان کی ہے۔ امام علی بن مدنی کا قول باعتبار تعدد رواۃ معلوم ہوتا ہے۔ امام سیوطی کا تخمینہ اوسط اندازہ میں صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴) امام بیہقی کا قول ہے احکامی روایتوں کی اسناد کو سختی سے جانچا گیا ہے۔ فضائل وثواب وعقاب کی حدیثوں کی جانچ میں نرمی سے کام لیا گیا ہے۔ (المدخل)

(۱۵) شیخین نے اُن راویوں کی روایتیں لی ہیں جن کی روایت کو پہلے قبول کرتے چلے آئے ہیں۔

(۱۶) امام نسائی نے ان حدیثوں کو بھی لیا ہے جن کے راویوں کے قابل اعتبار ہونے پر اتفاق نہیں تو ناقابل اعتبار ہونے پر بھی اتفاق نہیں۔

(۱۷) امام ابوداؤد نے جس باب میں ان کو قوی حدیث نہیں ملی ضعیف کو بھی لے لیا ہے۔

(۱۸) جس حدیث میں کہتے ہیں رواہ الجماعۃ وہاں مراد ہوتی ہے کہ تمام ائمہ صحاح ستہ نے اسکو روایت کیا ہے۔ جہاں کہتے ہیں رواہ الاربعۃ وہاں مراد ہوتی ہے کہ تمام ائمہ سنن اربعہ یعنی ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے اسکو روایت کیا ہے۔

(۱۹) صحاح میں (۱۰۵) صحابہ کی روایتیں ہیں۔ اور مسند ابوداؤد طیالسی میں (۲۵۰) کی۔

رموز

ثنا۔ نا۔ یہ لفظ جہاں حدیث میں واقع ہوگا وہ مخفف حدثنا کا ہوگا۔

انا۔ یہ مخفف اخبرنا کا ہوگا۔

ح ۔ یہ حرف جہاں ہوگا اس سے مراد تحویل ہے۔ (تحویل اس کو کہتے ہیں کہ جہاں ایک متن حدیث کے دو اسناد ہوں یا زائد ہوں اور ایک سند سے دوسری سند کی طرف نقل کیجائے

قال۔ یہ لفظ ہر حدثنا یا اخبرنا یا انبانا یا حدثنی یا اخبرنی یا انبانی کے پہلے کہا جانا ضروری ہے مگر جب لفظ الفاظ مذکورہ سے ابتدائے اسناد میں واقع ہوتا ہے اس کے پہلے کہنا ضروری نہیں۔ (حدثنا یا حدثنی) کے ساتھ اسوقت روایت کیجاتی ہے جبکہ الفاظ زبان شیخ سے سنے ہوں۔ اخبرنا یا اخبرنی کے ساتھ اسوقت روایت کیجاتی ہے جبکہ شیخ کو حدیث سنائی گئی ہو۔

صیغہ جمع متکلم مع الغیر جیسے اخبرنا۔ اکثر سمع مع الغیر پر دال ہے اور کبھی تعظیم پر۔

یبلغ بہ۔ جہاں آئے وہاں حدیث کے مرفوع ہونے کا یقین ہے۔

عن ابیہ عن جدہ۔ جہاں کہیں حدیث میں آئے وہاں ضمیر راوی کیطرف راجع ہے یہ بھی احتمال ہے ابیہ کی طرف راجع ہو۔

مثلہ سے اسوقت تعبیر کرسکتے ہیں جبکہ متابعت لفظاً اور معناً ہو۔

نحوہ سے اسوقت تعبیر کیجاتی ہے کہ متابعت صرف لفظاً ہو۔

قراءۃ علیہ جہاں کہیں اسناد میں واقع ہوتا ہے وہاں شیخ کو سنانا مراد ہوتا ہے

لا یصح فی ھذا الباب۔ جہاں واقع ہوتا ہے وہاں ضعف حدیث یا حدیث کا موضوع ہونا مراد ہوتا ہے۔

ھذا حدیث مسند سے مرفوع صحابی مراد ہے۔

من السنۃ کذا سے موقوف صحابی مراد ہے

اصح ما فی الباب جہاں کہیں آتا ہے وہاں اس سے ارجح اور اقل ضعف مراد ہوتا ہے،
اعتبار جس سے متابع۔ شاہد۔ منکر۔ شاذ وغیرہ کی معرفت ہو جائے۔
غیر مرۃ یا غیر واحد جہاں کہیں آتا ہے۔ وہاں کئی بار یا کئی شخصوں سے مروی
ہونا مراد ہوتا ہے۔

طرز تعلیم حدیث

صحابہ کا یہ دستور تھا کہ وہ خود حدیث روایت کرتے اور اس کی مناسب تشریح کر دیتے
اگر کسی طالب کو شبہ ہوتا وہ دریافت کر لیتا۔ لکھنے والے بعد درس اپنا لکھا ہوا دکھا لیتے۔
تابعین کا بھی یہی طریقہ تھا جب طلبا کی کثرت ہوتی تو مستملی مقرر کیے جاتے۔
امام مالک نے یہ طرز ایجاد کیا کہ طالب علم پڑھتا اور تقریر کرتا امام صاحب سنتے اور جو
شکوک رہتے ان کو رفع کر دیتے۔ امام صاحب غسل و وضو کر کے صاف لباس پہن کر خوشبو لگا کر
نہایت وقار سے بیٹھتے۔ امام صاحب کا درس نہایت پر شکوہ ہوتا تھا۔
آج کل یہی طرز زیادہ رائج ہے۔ بہت کم شیوخ خود پڑھتے ہیں۔ اکثر طلبا سے پڑھواتے ہیں
شیخ نورالدین۔ علی بن محمد اجہوری خود پڑھتے تھے۔ حدیث کے معنی و مطلب بیان کرتے،
رواۃ کی سیرت و تاریخ و مناقب بیان کرتے۔ لطائف اسنا دیعنی سند مکی ہے یا مدنی۔ روایت
صحابی کی صحابی سے ہے یا صحابی کی تابعی سے یا تابعی کی صحابی سے اصاغر کی اکابر سے ہے یا
اکابر کی اصاغر سے بیان کرتے۔ جو قواعد اصولی و فروعی اس پر مبنی ہیں اور مذاہب فقہاء
اور ان کا ماخذ یہ سب کچھ بیان کرتے۔
سید محمد مرتضیٰ شارح احیاء العلوم کے درس میں ایک منفری ہوتا۔ مستملی ہوتے
ایک کاتب ہوتا۔ اوّل تمام حاضرین کے نام لکھے جاتے۔ دن اور تاریخ وغیرہ لکھی جاتی۔ اُس پر
شیخ کے دستخط ہوتے۔

شرائط بیان حدیث

(۱) راوی باوضو ہو (۲) سامع باوضو ہو (۳) راوی عادل وثقہ ہو (۴) راوی اول اپنی سند بیان کرے (۵) راوی اپنے مروی عنہ کے حالات سے موافق شرائط واقف ہو (۶) حدیث کے اصل الفاظ بیان کرے۔ (۷) راویوں کے نام صاف صاف لے (۸) یہ راوی جواب روایت کرنا چاہتا ہے جس شیخ کی طرف سے روایت کرتا ہے یہ حدیث اس نے اس شیخ سے خود سُنی ہو (۹) محدثین نے ابتدا سے آج تک اس امر کو محفوظ رکھا ہے کہ جس حدیث کے بیان کرتے وقت حضور علیہ السلام نے دست مبارک سے یا کسی دوسری طرح کوئی اشارہ فرمایا وہ اشارہ بھی آج تک محفوظ ہے۔ محدثین اس حدیث کو روایت کرتے وقت اسی طرح اشارہ کرتے ہیں۔ پس حدیث بیان کرنے والے کو چاہئیے کہ اس اشارہ کا بھی لحاظ رکھے۔

الفاظ ادائے حدیث

(۱) سمعت وحدثنی (۲) اخبرنی وقرأت علیہ (۳) قرأ علیہ وانا اسمع (۴) انبانی (۵) ناولنی (۶) شافھنی بالاجازۃ (۷) کتب الی بالاجازۃ (۸) عن وغیرہ۔

سمعت وحدثنی کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے تنہا شیخ سے روایت سنی۔

حدثنا اور سمعنا اگر کہا گیا تو معلوم ہوگا کہ دوسرے لوگ بھی شریک سماعت تھے۔

اخبرنی بمنزلہ قرأت علیہ ہے اس سے سمجھا جائیگا کہ راوی نے تنہا شیخ سے پڑھا۔

اگر اخبرنا اور قرأ علیہ کہا تو معلوم ہو جائے گا کہ ایک شخص نے شیخ کے سامنے پڑھا، دوسروں نے سُنا۔ انبأ بمنزلہ اخبر ہے۔ یہ اجازت کیلئے آتا ہے۔

عن اس راوی کو کہنا درست ہے جو شیخ کا معاصر ہو اور شیخ سے ملاقات کی ہو اگرچہ

نہیں تو روایت مرسل یا منقطع ہوگی۔

شرائط شیخین

امام بخاری وامام مسلم ان شرطوں سے حدیث لیتے تھے۔

شرائط امام بخاری۔ (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) طول ملازمت یعنی اپنے شیخ کے پاس راوی سالہا سال رہا ہو (۳) راوی طبقہ اولی کا مشہور ثقہ آدمی ہو۔ (۴) راوی سے مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہو۔

شرائط امام مسلم (۱) حدیث متصل الاسناد ہو (۲) تمام روات ثقہ ہوں (۳) روات ہمعصر ہوں (۴) روات مشہور ہوں۔ (۵) شذوذ وعلت نہو۔

ضابطہ قبول حدیث

(۱) وہ حدیثیں قبول کی جائیں گی جو بخاری ومسلم دونوں کی متفق علیہ ہیں۔

(۲) جن کی تخریج بخاری نے کی ہے۔

(۳) جن کی تخریج مسلم نے کی ہے۔

(۴) جو شرائط شیخین کے موافق ہیں۔

(۵) جو بخاری کی شرط کی موافق ہیں۔

(۶) جو مسلم کی شرط کے موافق ہیں۔

وجوہ ترجیح حدیث

متعارض حدیثوں میں ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینا یہ دو طرح پر ہے۔ ایک باعتبار متن۔ دوسرے باعتبار سند۔

باعتبار متن

(۱) قوت دلالت۔ محکم کو مفسر پر۔ مفسر کو نص پر۔ نص کو ظاہر پر۔ خفی کو مشکل پر۔ اجماع کو نص پر۔ عام غیر مخصوص کو عام مخصوص پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۲) اہمیت۔ ایک متن سے جو حکم مستفاد ہوتا ہے وہ بمقابلہ دوسرے متن کے حکم کے شارع کی نظر میں اہم ہو۔

(۳) افضلیت۔ تخصیص کو تاویل پر ترجیح ہے نص موافق قیاس کو نص خلاف قیاس پر ترجیح ہے۔

(۴) تعامل۔ دو متعارض حدیثوں میں سے جس حدیث کے موافق خلفاء راشدین کا عمل ثابت ہوگا وہ مرجح ہوگی۔

باعتبار سند

(۱) راوی قوی ہو (۲) سند عالی ہو (۳) جس حدیث کا راوی کثیر الروایت ہو اسکو ترجیح ہوگی (۴) جو راوی عربیت میں ماہر ہو (۵) جو راوی قوی الحافظہ۔ حافظہ سے روایت کرنے والے کو لکھنے پڑھنے والے پر ترجیح ہوگی۔ (۶) اکابر صحابہ کی روایت اصاغر صحابہ کی روایت پر مرجح ہوگی۔ (۷) جس راوی نے حدیث کو حالت بلوغ اور اسلام میں سنا اسکی روایت اُس راوی پر مرجح ہوگی جس نے حالتِ طفلی میں سُنا یا حالت کفر میں سُنا۔

ان کے علاوہ ان دونوں اقسام کے وجوہ ترجیح اور بھی ہیں ان میں جو اہم معلوم ہوئے لکھدئے گئے۔

ھدایات

(۱) راوی کا نام، اسکی ولدیت، کنیت، لقب، قوم، قبیلہ، سکونت، پیشہ، نسبت، ولادت، وفات اور اس کے دیگر حالات اور اسکے متعلق جرح و تعدیل کا جاننا ضروری ہے

(۲) شیخ اور طلبہ کو لازم ہے کہ سماعت وقراءت حدیث میں طہارت کاملہ کیساتھ مشغول ہوں

(۳) شیخ اور طالب دونوں کی نیت خالص ہو۔ طلبِ دنیا مقصود نہ ہو۔

(۴) شیخ پر طلبا کے ساتھ شفقت اور طلبا پر شیخ کی تعظیم وتکریم لازم ہے۔

(۵) صرف شریک درس ہوکر روایت کرنے کا مجاز نہیں ہوتا بلکہ شیخ سے اجازت روایت

حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۶) شریک درس نابالغ بھی ہوسکتے ہیں مگر اجازت روایت عاقل، بالغ، قابل و ثقہ کو دیجائے

(۷) اگر حدیث لکھی جائے تو لکھنے میں حرکات و سکنات و صحت املا کا لحاظ ضروری ہے

(۸) اگر کثرت سے طلبا شریک درس ہوں تو شیخ کو چاہئے کہ درمیان میں ایک قابل طالب علم کو مستملی مقرر کرے۔

(۹) جو حدیث املا کرائی جائے شیخ کو چاہئے کہ بعد املا اسکو دیکھ لے۔

(۱۰) حدیث کے شان نزول سے بھی واقف ہونا ضروری ہے

اقسام تصانیف اور ان کی ایجاد

جوامع - جن میں ہر قسم کی حدیثیں ہوں یعنی عقاید۔ احکام۔ اداب۔ سیر وغیرہ اس قسم کے پہلے مصنف رسول کریم کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص المتوفی ۶۵ھ ہیں اور اس قسم کی پہلی تصنیف ان کی کتاب صادقہ ہے جو عہد رسالت میں باجازت حضور علیہ السلام تالیف ہوئی۔ جوامع کا ترتیب ابواب فقہیہ لشمول اقوال صحابہ مرتب کرنا یہ سب سے پہلے امام شعبیؒ المتوفی ۱۰۴ھ نے کیا۔ جامع میں صحیح حدیثوں کا التزام ہوتا ہے اس کے موجد امام بخاری المتوفی ۲۵۶ھ ہیں۔

مسانید - جہاں تک مسانید اور انکے مصنفین کے متعلق مجکو معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اول مسند امام موسیٰ کاظم المتوفی ۱۸۳ھ ہے۔ مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث کو ترتیب صحابہ جمع کیا گیا ہو۔ خواہ باعتبار حروف تہجی یا باعتبار سبقت اسلام۔ خواہ باعتبار شرافت نسبی۔ امام موسیٰ کاظم کے بعد ابوداؤد طیالسی کا مسند ہے۔ یہ مسند اگرچہ مصنف کے بہت بعد مرتب ہوا لیکن مصنف اسکو تالیف کر گیا تھا۔ ان کے بعد ربیع بن صبیح۔ نعیم بن حماد۔ ہاشیم وغیرہ وغیرہ بہت سے ہمعصر و قریب العصر حضرات نے مسانید تالیف کئے۔

معاجم - جن میں احادیث کو ترتیب شیوخ جمع کیا گیا ہو۔ اس کے موجد

ابن قانع المتوفی ۳۵۱ھ ہیں۔ معاجم کو باعتبار حروف تہجی مرتب کرنے کی ایجاد طبرانی المتوفی ۳۶۰ھ کی ہے۔

سُنن جن میں احادیث احکام مذکور ہوں۔ یہ سعید بن منصور المتوفی ۲۲۹ھ کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔

اجزاء۔ جزء کی جمع ہے جس میں ایک شخص خاص کی حدیثیں جمع کی جائیں جیسے جزء حدیث ابوبکر۔ یہ ابوبردہ تابعی المتوفی ۱۰۴ھ وابان تابعی المتوفی ۱۱۵ھ وسلیمان تابعی المتوفی ۱۰۸ھ اور چند تابعیوں کی ایجاد ہے۔ ان کے بعد اسحاق بن راہویہ المتوفی ۲۳۸ھ کا جزء معلوم ہوتا ہے

رسالہ۔ جس میں کسی ایک خاص مقصد کی حدیثیں جمع کی جائیں۔ اس کے مُوجد حضرت زید بن ثابت صحابی المتوفی ۴۵ھ ہیں۔ انہوں نے کتاب الفرائض مرتب کی تھی۔

اربعین۔ جس میں چالیس حدیثیں جمع کی جائیں۔ جہاں تک تلاش کیا گیا سب سے پہلا اربعین شیخ عبداللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ کا معلوم ہوا۔ اربعین میں کسی ایک ہی شخص خاص کی مرویات کو جمع کر دینا یہ خصوصیت خاکسار کی اربعین اعظم کی ہے کہ اس میں صرف امام اعظمؒ ہی کی مرویات جمع کی گئی ہیں۔ یہ اربعین ۱۳۵۲ ہجری میں طبع ہوا ہے۔

حدیث کا طرز تصنیف

رسول کریم اور خلفائے راشدین کے عہد میں جو تالیفات ہوئیں ان میں بلا لحاظ ترتیب صرف حدیثیں تھیں۔ جس نے جو سُنا لکھ لیا۔ یہ طرز ۹۹ھ تک رہا۔ صرف امام شعبی رہ نے اپنی کتاب کو ابواب و فصول پر مرتب کیا۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں جو تالیفات ہوئیں ان میں بعض کی تقسیم ابواب پر تھی اور صحابہ اور تابعین کے فتاوی بھی لکھے تھے۔ اِس طرز کے موجد امام زہری تھے۔ امام موسیٰ کاظم نے صرف حدیثوں کو جمع کر کے مسند مرتب کیا۔ پھر ابوداؤد طیالسی نے مسند مرتب کیا۔ یہ مسند اپنے مؤلف کے وفات کے بعد مرتب ہوا، ان کے بعد متعدد ہمعصر یا قریب العصر بزرگوں نے مسانید مرتب کیے

معمر بن راشد و سعید بن ابی عروبہ نے مکہ میں، سفیان ثوری و محمد بن معین بن غزوان نے کوفہ میں۔ عبد الرزاق و معمر بن راشد نے یمن میں۔ ولید بن مسلم نے شام میں۔ حماد بن سلمہ و روح ابن عبادہ و ربیع بن صبیح نے بصرہ میں ہشیم نے واسط میں۔ جریر بن عبد الحمید نے رے میں، عبد اللہ بن مبارک نے خراسان میں۔ عبد اللہ بن وہب نے مصر میں۔ سفیان بن عیینہ و امام مالک نے مدینہ میں کتابیں تصنیف کیں۔ عوام انہیں بزرگوں کو حدیث کا پہلا مصنف سمجھتے ہیں۔ ان بزرگوں کا تذکرہ اس کتاب میں ہے۔

امام احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ۔ عثمان بن ابی شیبہ نے اس طرز کو کمال تک پہنچایا اس طرح ہر قسم کی رطب و یابس روایات جمع ہو گئیں۔ ان میں صحیح و ضعیف کا تمیز کرنا اور حدیث کے درجات کو پہچاننا اور علل حدیث کی معرفت سے آگاہ ہونا صرف ان علما کا کام تھا جو راوی کے حالات سے واقف تھے۔ عام مسلمان اس سے مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ امام بخاری و مسلم نے اس مشکل کو حل کیا اور صحیح اور ضعیف وغیرہ کو ظاہر کر دیا یہ طرز بہت پسندیدہ اور مفید رہا۔ ان کے بعد بعض لوگوں نے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جیسے ابن خزیمہ وغیرہ اور بعض نے تمام حدیثوں کے جمع کرنے کی سعی کی جیسے امام سیوطی وغیرہ، بعض نے صرف موضوعات کو جمع کیا جیسے ابن جوزی۔

دستور تصنیف حدیث

(۱) صحابہ کا طریق تو یہ تھا کہ جو حدیث سنی لکھ لی۔ کوئی ترتیب نہ تھی جیسے کتاب صادقہ۔

(۲) تابعین میں سے بعض نے اپنے اپنے شیوخ کی حدیثیں جمع کیں جیسے صحیفہ ہمام ابن منبہ۔ ان کے بعد بعض نے کتابوں کو ابواب و فصول پر تقسیم کیا۔

(۳) اس کے بعد اسانید کا اس طرح رواج ہوا کہ صحابہ کی مرویات علیحدہ علیحدہ جمع کی گئیں بعض کی ترتیب باعتبار قبول اسلام تھی۔ بعض کی ترتیب باعتبار حروف تہجی یہ زیادہ سہل تھی۔

(۴) بعض نے ترتیب ابواب فقہیہ پر رکھی اور اس کے ساتھ صحابہ و تابعین کے فتاوی بھی لکھے۔

(۵) بعض نے ابواب فقہیہ پر ترتیب رکھکر صرف حدیثوں کو جمع کیا یعنی ہر ایک باب کو کسی عنوان سے معنون کر کے اس کے تحت میں وہ حدیثیں لکھیں جنکو اس باب کے حکم کے اثباتاً یا نفیاً تعلق تھا۔

(۶) بطرق علل یعنی متن کے ساتھ تمام اسانید کا بیان، رواۃ میں بلحاظ رفع وارسال وتوقف وغیرہ اختلافات کا ذکر۔

(۷) بطرق اطراف۔ یعنی ہر حدیث کا ایک ایک حصہ جو بقیہ پر دال ہو ذکر کیا جائے اور پھر اس کے اسناد ہوں۔

طبقات کتب حدیث

پہلی صدی اور دوسری صدی کے ابتدائی حصّہ کی تصانیف اپنے بعد کی تصانیف میں مدغم ہوگئیں کیونکہ بعد والوں نے اپنی کتابوں کو سابقین سے بہتر ترتیب اور اضافہ کے ساتھ جمع کیا اس لئے ان کی ضرورت نہ رہی۔ مطابع اور پریس تو تھے نہیں جو ایک دو نسخہ کہیں باقی رہجاتا ہر کتاب کی اشاعت بربنائے ضرورت قلمی ہوتی تھی جب ان سے بہتر کتابیں مدون ہوگئیں تو اُن کو کوئی کیوں رکھتا اور لکھتا۔ اب اُن تصانیف سے ہم کو اُن کے بعد کی تصانیف وکتب تاریخ وسیر روشناس کراتی ہیں۔ ایسا معاملہ دیگر فنون کی کتابوں کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ خلیل و ابوعبیدہ وغیرہ ائمہ نحو کی تصانیف متاخرین کی تصانیف کے بعد معدوم ہوگئیں۔ اب جو ذخیرہ ہمارے ہاتھ میں ہے اس کے مراتب کی تقسیم ائمہ نے اِس طرح کی ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا قول عجالہ نافعہ میں نقل کیا ہے۔ (باید دانست کہ کتب حدیث باعتبار صحت وشہرت وقبول بر چند طبقہ می شوند)۔

صحت کی شاہ صاحب نے یہ تعریف کی ہے کہ اُس کے مصنف نے پوری کوشش کر کے صحیح حدیثیں جمع کی ہوں اگر دوسری قسم کی حدیث لایا ہو تو اس کے ضعف وغرابت و شذوذ وغیرہ نقائص کو ظاہر کر دیا ہو۔

شہرت کی شاہ صاحب نے یہ تعریف کی ہے کہ ہر زمانے کے ماہرین فن اُس کو پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں اور اس کی حدیثوں اور راویوں کی جانچ کرتے رہے ہوں۔

قبول کی یہ تشریح کی ہے کہ علما نے ان کتابوں کو معتبر و مستند قرار دیا ہو فقہا نے اُن سے تمسک کیا ہو

طبقۂ اوّل ۔ موطا امام مالک ۔ صحیح بخاری ۔ صحیح مسلم ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں لیکن مثل قرآن مجید کے محفوظ نہیں ان کو صحیح باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں، صحیحین کی شان یہ ہے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں اور یہ دونوں کتابیں اپنے اپنے مضمون تک متواتر ہیں (حجۃ اللہ البالغہ) ان کتابوں میں قریب دو ثلث کے درجۂ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں جن کا زیادہ تر تعلق احکام سے ہے اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں مگر درجۂ چہارم کے راوی نہیں

طبقۂ دوم ۔ جامع ترمذی ۔ سنن ابی داؤد ۔ سنن نسائی ۔ مسند احمد بن حنبل جامع الاصول ابن اثیر ۔ موطا امام محمد ۔ ان میں سے اوّل الذکر تینوں کتابوں میں قریب نصف کے درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں ۔ اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں ۔ باقی کتب میں درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں نصف سے کچھ زیادہ ہیں ۔

طبقہ سوم ۔ سنن ابن ماجہ ۔ مسند شافعی ۔ مصنف عبد الرزاق ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ۔ مسند ابوداؤد طیالسی ۔ مسند دارمی ۔ مسند ابو یعلی ۔ مسند عبد بن حمید ۔ سنن دارقطنی ۔ صحیح ابن حبان ۔ مستدرک حاکم ۔ کتب بیہقی ۔ کتب طحاوی ۔ تصانیف طبرانی معجم صغیر و کبیر ۔ سنن سعید بن منصور ۔ مسند حارث ۔ سنن مسلم ۔ مسند بزار ۔ معجم ابن قانع ۔ مسند امام اعظم ۔ ان میں ایک ثلث سے کم درجۂ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے

زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کی۔ ان میں بعض کتابیں باعتبار روایات ایکدوسرے سے قوی مانی گئی ہیں۔

طبقۂ چہارم:۔ کتاب الضعفاء لابن حبان۔ کتاب الضعفاء للعقیلی۔ تصانیف حاکم کتاب الکامل لابن عدی۔ تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف خطیب۔ تصانیف لابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف ابن نعیم۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف ابن عساکر تصانیف ابوشیخ۔ تصانیف ابن نجار اور بہت سی کتابیں ہیں جو اسی طبقہ میں شامل ہیں مثل طبقات کبریٰ واقدی۔ تاریخ طبری۔ سیرت شامی۔ ابوالفداء۔ مسعودی۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی شرح مواہب۔ تاریخ الخمیس۔ خصائص کبریٰ۔ دلائل نبوت۔ روضۃ الاحباب۔ مدارج النبوۃ۔ نزہۃ المجالس۔ مسامرۃ الاخیار۔ سیرت حلبیہ۔ تاریخ کامل۔ شواہد نبوت۔ معارج نبوت۔ دلائل ابونعیم۔ ابن خلدون۔ ابن خلکان۔ شرح اربعین۔

ان میں بعض کتابیں ایکدوسرے سے باعتبار روایات قوی مانی گئی ہیں۔

طبقہ سوم کی تمام کتب حدیث کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "احادیثے کہ جماعہ از علماء متقدمین برزمان بخاری و مسلم و معاصرین آنہا یا لاحقین بہ آنہا در تصانیف خود روایت کردہ اند والتزام صحت نمودہ و کتب آنہا در شہرت و قبول در مرتبہ طبقۂ اولیٰ و ثانیہ نرسیدہ ہر چند مصنفین آن کتب موصوف اند بہ تبحر در علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و احادیث صحیح حسن و ضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دران کتب یافتہ می شود و در رجال آن کتب بعضے موصوف بعدالت اند و بعضے مستور و بعضے مجہول و اکثر آن احادیث معمول نزد فقہاء نشدہ اند بلکہ اجماع بخلاف آنہا منعقد گشتہ۔ و درین کتب ہم تفاضل و تفاوت است بعضہا اقوی من بعض۔" (عجالہ نافعہ)

طبقہ چہارم کے متعلق فرماتے ہیں۔ "احادیثیکہ نام و نشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخران آنرا روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آنرا

اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و دران قدحی و علتی دیدند کہ باعث شد همہ آنہا نرا بر ترک آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود ولنعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا ؎

فان کنت لا تدری فتلك مصیبة وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

(یہ حدیثیں اگر تجکو نہ ملتیں تو مصیبت تھی۔ اور اگر مل گیئں تو یہ بڑی مصیبت ہے)

واین قسم احادیث را بسیارے محدثین زدہ است وبجہت کثرت طرق این احادیث کہ درین قسم کتب موجود اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ و در مقام قطع ویقین بدان تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولی وثانیہ وثالثہ مذہبے برآوردہ اند و درین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند۔ وبیشتر رسائل موضوع احادیث واکثر مسائل نادرہ از ہمیں کتب می برآید ومایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل ونوادر خود ہمیں کتابہا است اشتغال بہ احادیث این کتب و استنباط احکام از آنہا لاطائل می نمایند ومعہذا اگر کسے را رغبت تحقیق این کتب باشد میزان الاعتدال للذہبی ولسان المیزان ابن حجر عسقلانی برائے احوال رجال این کتب بکارش می آید وبرائے شرح غریب وتوجیہات عبارات آن مجمع البحار شیخ محمد طاہر لوہرہ گجراتی مغنی است (عجالہ نافعہ)

مسلمانوں کے دو گروہوں کی پشت وپناہ یہی کتابیں ہیں۔ ایک گروہ مروجہ بدعات ورسومات پرانہیں سے استدلال کرتا ہے جنکی طرف شاہ صاحبؒ نے اشارہ کیا ہے۔

دوسرا گروہ ائمہ متبوعین پر طعن کرنے کے لئے ان کی آڑ پکڑتا ہے۔ اس گروہ کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے الانصاف میں علامہ ابوسلیمان خطابی کا یہ مضمون نقل کیا ہے۔

اہلحدیث فرقہ کی اکثر کوششیں اور ہمتیں روایات اور ان کے طرق جمع کرنے اور اُن غریب اور شاذ حدیثوں کی طلب میں صرف ہوتی ہیں جو موضوع ومقلوب ہیں یہ لوگ نہ متنوں کی پرواہ کرتے ہیں، نہ احادیث کے معنی سمجھتے ہیں نہ ان کے اندرونی بھیدوں کو استنباط کرتے ہیں نہ اُن کے پوشیدہ سے پوشیدہ اور باریک سے باریک اُمور کے نکالنے کی فکر کرتے ہیں اور معاملہ

برعکس اکثر اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں۔ اور اُن پر طعنہ زنی کرتے ہوئے دعوی کر بیٹھتے ہیں کہ وہ لوگ سنت کے خلاف کرتے تھے اور یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم اُن کو دیا گیا تھا ہم اس سے قاصر ہیں")

اس طبقہ کی کتابوں میں قریب ایک ثمن کے درجہ اوّل و دوم کی اور قریب دو ثمن کے درجہ سوم کی باقی پانچ ثمن میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

چونکہ ہر درجہ کے رُوات باعتبار روایت اعلیٰ و ادنیٰ ہیں لہذا ان کتابوں میں درجہ اوّل و دوم و سوم کے ادنی رواۃ کی روایتیں ہیں۔

اصح الکتب

قرون ثلاثہ کی انتہا ۲۲۰ھ تک ہے سن ۲۶۰ھ تک بھی اس دور کو شمار کیا گیا ہے۔

غرض سن ۲۲۰ھ تک تو مسلم ہے آگے چالیس برس اختلافی ہیں۔ سن ۲۲۰ھ تک بخاری و مسلم تصنیف نہیں ہوئیں تھیں۔ اس زمانہ تک اصح الکتب بعد کتاب اللہ موطا امام مالک تسلیم کیجاتی تھی قرن ثالث کے بعد مقدس رجال موطا ہی کو اصح الکتب کہتے تھے۔ امام شافعی کا قول ہے ما علی وجہ ادیم الارض بعد کتاب اللہ اصح من موطا) روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں)۔ شاہ عبد العزیز صاحبؒ نے موطا کو ام الصحیحین کہا ہے۔ اگر موطا کی تاریخ پر نظر کیجائے تو یہی اصح الکتب کہلانے کی مستحق نظر آئے گی۔

قرن ثالث کے بعد بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہنے لگے۔ صحیح بخاری، کی یہ شان امام بخاری کے علوم رتبت پر نظر کرتے ہوئے صحیح بخاری کے لئے یہ خطاب نہایت موزوں ہے مجھے یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ اس خطاب کی ایجاد کس زمانہ سے اور کس بزرگ سے ہے جو کچھ ہوئی ہے قرون ثلاثہ سے باہر ہے

علامہ ابو علی نیشاپوری نے صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے (ما تحت ادیم السماء اصح من کتاب مسلم۔ آسمان کے نیچے مسلم کی کتاب سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں) علمائے مغاربہ

(افریقیہ والے) صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے ہیں۔

صحیح بخاری کی صحت کا مدار جن اوصاف پر ہے وہ صحیح مسلم کی صحت اوصاف سے قوی ہیں اس لئے زیادتی صحت میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح ہے مگر باعتبار حسن ترتیب اور مفید ہونے کے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر تفوق حاصل ہے ۔

وہ اُن سے زیادہ ہیں تو وہ ان سے سوا ہیں

لیکن اولیت کا شرف جو بخاری کو حاصل ہے وہ مسلم کے حصّہ میں نہیں آیا۔ اور یہ بڑا شرف لیکن اس اعتبار سے موطا سب سے افضل ہے۔

غرض خیر القرون میں بزرگان خیر القرون کی مبارک زبان سے اصح الکتب کا خطاب موطا پایا تھا قرون ثلاثہ کے بعد اکثر علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ صحیح بخاری اصح الکتب ہے بعض نے صحیح مسلم کو قرار دیا لیکن زیادہ اجماع صحیح بخاری پر ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

صحاح ستّہ

حدیث کی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح یہ چھ کتابیں تسلیم کی گئی ہیں۔

بخاری ۔ مسلم۔ ترمذی ۔ ابو داؤد۔ نسائی ۔ ابن ماجہ۔

اور ان کا مرتبہ اسی ترتیب سے ہے جس ترتیب سے یہ نام لکھے ہیں بعض علماء نے ابن ماجہ کی جگہ سنن دارمی بعض نے موطا امام مالک کا نام لیا ہے ۔ مگر اس قول کو قبول عام کی سند نہیں ملی۔ ان میں سے ہر ایک کتاب کے حالات علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں۔

بخاری اور مسلم کے ساتھ صحیح کہا جاتا ہے اور دونوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ترمذی کو جامع کہا جاتا ہے ۔ سنن بھی کہتے ہیں۔ باقی سب سنن کہلاتی ہیں۔ سنن اربعہ جب کہیں بولا یا لکھا جاتا ہے تو صحیحین کے علاوہ باقی چاروں کتابیں مراد ہوتی ہیں۔

صحاح میں ایکسو پانچ اصحاب کی روایتیں ہیں ان میں کچھ کثیر الروایت ہیں علم حدیث میں نصف سے زیادہ ان کی روایتیں ہیں۔ کتب صحاح ستہ میں صحیح و حسن وضعیف ہر قسم کی حدیثیں

جنکو محدثین نے ظاہر کر دیا ہے۔ بوجہ اغلبیت ان کو صحاح کہا جاتا ہے۔

سنہ ۱۱۷۹ھ میں جب شاہ عالم بادشاہ دہلی انگریزوں کا پنشن خوار تھا۔ چند گمراہ امیروں نے بسرپرستی مرتضیٰ خان و مرید خان صحاح ستہ کی کتابوں میں تحریف کر کے خوشخط نسخے لکھا کر سستے داموں فروخت کر لئے لیکن یہ چالاکی اسی وقت کھل گئی اور علماء کرام نے اس کا سد باب کر دیا۔

تدوین علم حدیث کے لئے جو علوم ایجاد ہوئے

علم حدیث کی تکمیل و ترتیب و حفاظت و نصرت کے لئے کم و بیش سو علوم ایجاد ہوئے علامہ حازمی نے کتاب العجالہ میں لکھا ہے کہ علم حدیث میں بہت سے انواع ہیں جو سو تک پہنچتے ہیں۔ ہر ایک نوع ان میں مستقل فن ہے (تدریب الراوی)

ان تمام علوم کا ذکر اس مختصر میں مشکل ہے صرف خاص خاص فنون کے متعلق مختصراً کچھ لکھا جاتا ہے۔

علم اسماء الرجال - اس میں راویوں کے حالات سے بحث ہوتی ہے یہ رواۃ حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے۔

علم الروایۃ - اس میں روایت اور ضبط حدیث پر نظر ہوتی ہے

علم الدرایۃ - اس میں نفس حدیث کی جانچ کیجاتی ہے۔

علم تدوین الحدیث - اس میں جمع حدیث پر بحث کیجاتی ہے۔

علم الناسخ والمنسوخ - اس میں یہ بحث ہوتی ہے کہ کون سی حدیث ناسخ ہے اور کون سی منسوخ ہے۔ اور کیوں منسوخ ہے۔ اس کے لئے حدیث کے علل و اسباب اور مصلحۃ وقت اور شان نزول کا جاننا ضروری ہے۔

علم النظر فی الاسناد - اس میں حدیث کی سند پر بحث کیجاتی ہے۔

علم کیفیۃ الروایۃ - یعنی راوی نے حدیث کو کس طرح روایت کیا ہے اور اس کے

درجات کیا ہیں۔

علم الفاظ الحدیث۔ یعنی محدثین کی اصطلاحیں کیا ہیں اور جن الفاظ میں حدیث مروی ہے وہ الفاظ رسول کے ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

علم المؤتلف والمختلف۔ بعض صورتوں میں ایک ہی واقعہ ہوتا ہے مگر دو شخصوں کے متعلق دو مختص احکام ہوتے ہیں یا دو واقعے ہیں مگر دونوں کے لئے ایک ہی طرح کی روایت ہے اس کی بحث ہوتی ہے۔

علم طبقات الحدیث۔ کس درجہ کی حدیث ہے اور اس کے راوی کس طبقہ کے ہیں

علم غریب الحدیث۔ یعنی نامانوس الفاظ کا کیا مطلب ہے وہ حدیث میں کس مطلب کے لئے آئے ہیں۔ اُس زمانے کے محاورہ میں اُن کا کیا مفہوم تھا۔

علم الجرح والتعدیل۔ راویوں کے اعتبار و بے اعتباری کے وجوہ۔

علم طرق الاحادیث۔ بعض حدیثیں کئی کئی طریق سے مروی ہیں اور معنوی مناسبت کے اعتبار سے اُن کے ٹکڑے مختلف فصلوں میں لاتے ہیں۔ اس طرح کی حدیثیں صحیح بخاری میں بہت ہیں۔

علم الموضوعات۔ موضوع حدیثوں کی شناخت کا علم۔

علم علل حدیث۔ یہ علم بہت غامض اور ادق ہے اس میں وفیات، موالید مساکن، القاب و اسماء و لقائے رواۃ پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ ہر ہر راوی کے الفاظ حدیث اور حدیثوں کا احاطہ ضرور ہے۔ حدیث کی تحلیل میں کم از کم تین مجموعی قوتوں کا کمال درکار ہے۔ حفظ۔ فہم۔ معرفت۔

علم تصحیف اسماء۔ ہمشکل ناموں کی تشریح کا علم۔

علم الوحدان۔ قلیل الحدیث راویوں کا بیان۔

علم روایۃ الاباء عن الابناء۔ باپ کے بیٹوں سے روایت کرنے کا علم۔

علم روایۃ الصحابۃ عن التابعین۔ صحابہ کا تابعین سے روایت کرنا۔
علم الموضح الاوھام الجمع والتفریق۔ مجہول راویوں کا بیان۔
علم معرفۃ علوم حدیث۔ علوم حدیث کی حقیقت کا علم۔
علم اسباب۔ جس میں حدیث کا سبب بیان کیا گیا ہو۔
غرض جس قدر علوم علم حدیث کی خدمت کے لئے ایجاد ہوئے ہیں اُن کا شمار سو سے زیادہ ہے اور ہر علم پر علماء کی متعدد تصانیف ہیں۔

علم اصول حدیث

ابو محمد حسن بن عبد الرحمن رامہرمزی (المتوفی ۳۶۰ھ) نے ایک کتاب المحدث الفاصل لکھی یہ کتاب علوم حدیث پر پہلی کتاب تھی مگر جامع نہ تھی۔ اب یہ فن بعد تہذیب و ترتیب اصول حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ حاکم نے اسی عنوان پر ایک کتاب لکھی وہ بھی مکمل نہ تھی۔ ابو نعیم اصفہانی نے اس کی تکمیل کرنی چاہی مگر نہ کر سکے۔ خطیب نے کفایہ، الجامع لآداب الشیخ والسامع، قاضی عیاض نے الماع، ابو حفص میانجی نے مالا یسع المحدث جہلہ تصنیف کیں۔ علامہ ابن صلاح (المتوفی ۶۴۳ھ) نے ان سب سے ایک کتاب بنائی جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے پھر بعض علما نے اس کا تکملہ لکھا بعض نے اختصار کیا۔ بعض نے نظم کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا خلاصہ کر کے نخبۃ الفکر نام رکھا۔ الکفایہ خطیب کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

علم غریب الحدیث

اس فن پر سب سے پہلے ابو عبیدہ بن المثنیٰ نے کتاب لکھی اس کے بعد ابوالحسن المازنی و اصمعی وغیرہ نے کتابیں تصنیف کیں۔ ابی عبید قاسم بن سلام (المتوفی ۲۲۵ھ) نے چالیس سال محنت کر کے کتاب غریب الحدیث طیار کی۔
ابی عبید احمد بن محمد الہروی نے کتاب الغریبین حروف معجم پر مرتب کی۔

اصول درایت

اُصول درایت اُن قواعد کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے نفس حدیث کا حال معلوم ہوتا ہے اصل میں تو یہ ایک خاص ملکہ ہے جو ایک فن میں تبحر اور مہارت کاملہ کے بعد پیدا ہو جاتا ہے جیسے تجربہ کار صرّاف کی نظر کسوٹی پر لگانے سے پہلے تاڑ جاتی ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہو سکتا ہے ماہرین فن کا ارشاد ہے ان للحدیث ضوءا کضوء النهار تعرفه وظلمة کظلمة اللیل تنکره (حدیث کا نور دن کی طرح ہے تو اس کو پہچان لے گا۔ اور جعلی کی تاریکی رات کی طرح ہے تو اس سے خود انکار کرے گا)۔

شناسندہ گر نیست شوریدہ مغز — نہ بہرہ شناسد ز دینار نغز

حدیث از معایب بود گر تہی — درخشندہ می باشد از فرہی

از و تابد انوار پیغمبری — چو نور از مہ و تابش از مشتری

حقیقت میں فن روایت کی ممارست سے ایک ملکہ یا ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس سے تمیز ہو جاتی ہے کہ یہ قول و فعل رسول ہے یا نہیں۔ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ وہ ایک امر ہے جو محدّث کے دل پر وارد ہوتا ہے اور وہ اس کو رد نہیں کر سکتا۔ محدث ابو حاتم سے ایک شخص نے کئی حدیثوں کے متعلق دریافت کیا انہوں نے بعض کو صحیح بعض کو منکر بعض کو مدرج بتایا۔ سایل نے دریافت کیا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کیا راوی آپ سے کہہ گئے تھے انہوں نے کہا نہیں مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے کہا کیا آپ علم غیب کے مُدّعی ہیں انہوں نے کہا نہیں کسی ماہر فن سے دریافت کرو۔ سائل نے ابو ذرعہ محدث سے جا کر دریافت کیا۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کہا۔ جب سائل کی تسکین ہوئی۔ (فتح المغیث)

اصول روایت سے چونکہ رواۃ کی جانچ کیجاتی ہے اس لئے اس سے متن حدیث کی غلطی کا ارتفاع نہیں ہوتا۔ لہذا حدیث کی جانچ کیلئے اصول درایت قائم کئے گئے۔

درایت کی رُو سے جب کسی حدیث کی جانچ کیجاتی ہے تو راوی پر نظر نہیں کیجاتی خارجی عوارض

و اسباب پر نظر کیجاتی ہے یہ اصول قرآن و حدیث و تعامل صحابہ سے ماخوذ ہیں۔ ائمہ نے انکی تشریح و توسیع کی ہے یہ اصول سو سے زیادہ ہیں۔

صحابہ کرام کے عہد میں اصول درایت کے مدارج قایم ہو گئے تھے۔ کیونکہ اختلاف مدارج کا جو اثر احکام پر پڑتا ہے وہ ان کی اجتہادی رایوں سے ثابت ہے مگر کوئی تصیف و تالیف نہیں ہوئی تھی۔ اور صحابہ کرام ان اصول کے سختی سے پابند تھے۔

قران مجید میں حکم ہے کہ طلاق بائن دینے کے بعد ایام عدت گذرنے تک عورت کو گھر سے نہ نکالو (لا تخرجوھن من بیوتھن) حضرت عمر کے عہد میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بعد طلاق کے عورت کو سکنی کا حق ہے یا نہیں۔ فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ میرے شوہر نے مجکو طلاق دیدی تھی تو رسول کریم نے مجکو حق سکونت سے محروم کر دیا تھا۔

چونکہ یہ امر حضور علیہ السلام کی حدیث اور آیت قرآن کے خلاف تھا اس لئے حضرت عمر نے فرمایا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کو نچھوڑ ینگے۔ خدا جانے بات کو سمجھی یا نہیں یا بھول گئی۔ حضرت عائشہ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ فاطمہ بنت قیس کو رسول کریم نے اس لئے گھر سے منتقل ہونے کا حکم دیا تھا کہ ان کا گھر سنسان مقام پر تھا۔ وہاں تنہا ان کا رہنا مناسب نہ تھا۔ (ابوداؤد)

اصول درایت میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

(۱) جو حدیث قرآن کی عبارۃ النص کے خلاف ہو صحیح نہیں۔ قران مجید میں ارشاد ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (اس پر چلو جو تمپر اترا ہے اس کے سوا اوروں کے پیچھے نہ چلو)

(۲) جو حدیث حدیث متواتر کے خلاف ہو صحیح نہیں۔ کیونکہ حدیث متواتر کا حکم رسول ہونا صحت سے ثابت ہوتا ہے اور امر رسول کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ ماکان لمؤمن و لا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ (جب خدا اور رسول حکم دے

تو کسی صاحب ایمان کو اس کے عدمِ قبول کا حق نہیں)

(۳) جو حدیث ایسے مشہور تاریخی واقعہ کے خلاف ہو جو متواتر کا حکم رکھتا ہے قابل قبول نہیں۔ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔ یعنی صحیح متواتر تاریخی واقعہ لائق تسلیم وقابل حجت ہے۔

(۴) جو حدیث مشاہدات کے خلاف ہو قابل حجت نہیں۔ (ھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی وانھرًا ومن کل الثمرات الخ) مشاہدات کو بیان کرکے بتایا ہے کہ مشاہدات کے خلاف یقین نہیں کرنا چاہیئے۔

(۵) جو عقل کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔ قرآنِ مجید میں جا بجا تاکید ہے کہ عقل سے کام لو (ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ رجس انہیں پر ہے جو عقل نہیں رکھتے) کذلک نفصل الآیات لقوم یعقلون۔ ہم آیات کو کھول کر عقل والوں کے لئے بیان کرتے ہیں ولقد ترکنا منھا ایۃ بینۃ لقوم یعقلون۔ ہم نے نشان چھوڑے ہیں عقل والوں کیلئے حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ عقل میرے دین کی اصل ہے۔ علم میرا ہتیار ہے (شفا قاضی عیاض)

خلاف عقل سے یہ مطلب نہیں کہ ہر شخص کی عقل کے خلاف ہو بلکہ علما اور ماہران فن حدیث اس کو خلاف عقل قرار دیں۔ بعض حدیثوں کے متعلق بعض ناواقف کہدیتے ہیں کہ خلاف عقل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محاورات عرب اور حدیث کے شان نزول وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے مثال کے طور پر ہم ایک حدیث کا ذکر کرتے ہیں جس کو خلاف عقل کہا جاتا ہے

ذکر عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجل فقیل ما زال نائمًا حتے اصبح فما قام الی الصلوۃ فقال بال الشیطان فے اذنہ۔ رسول کریم کے حضور میں ایک شخص کے متعلق کہا گیا کہ وہ صبح تک سوتا رہا اور نماز کو نہیں اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے اوس کے کان میں پیشاب کردیا)۔ علامہ ابن قتیبہ اسکے متعلق لکھتے ہیں (معناہ افسدہ یقال بال فی کذا

ای افسدہ والعرب تکنی عن الفساد بالبول) پیشاب کرنے سے مراد خراب کرنا ہے۔ اہل عرب خرابی کے لئے کنایۃً پیشاب کا لفظ بولتے ہیں۔

(۶) جو اجماع قطعی کے مخالف ہو قابل حجت نہیں۔ کیونکہ رسول کریم نے فرمایا ہے لا تجتمع امتی علی الضلالۃ (میری اُمت کا اجماع گمراہی پر نہ ہوگا۔)

(۷) جس حدیث کو ایسا راوی بیان کرے کہ جو اس کے مضمون کا مدعی یا طرفدار ہو یعنی دوسرے کے خلاف اپنے خیال وعقاید کے اثبات کیلئے پیش کرے۔

(۸) جو حدیث مختلف فیہ مسئلہ کی ایسی تشریح کرے جو مقتضائے وقت یا قرینہ حالیہ کے خلاف ہو یا اس کی تائید نہ کرے۔

(۹) جس حدیث میں معمولی نیکی پر حج وعمرے اور ایسے ہی بڑے بڑے امور خیر کی برابر ثواب اور معمولی گناہ پر بڑی بھاری سزا کی دھمکی ہو۔

(۱۰) جس حدیث میں ایسا امر عظیم بیان کیا گیا ہو کہ اگر وہ واقع ہوتا یا ہوا تو اس کو عام طور پر لوگ جانتے اور دیکھتے اور بیان کرتے مگر سوائے ان راویوں کے اور کوئی بیان نہیں کرتا لائق حجت نہیں۔

(۱۱) کوئی حدیث کسی ایک واقعہ یا مضمون واحد سے تعلق رکھتی ہے جو متعدد طریقوں سے مروی ہے مگر وہ متعدد طرق سے موصول شدہ روایات کیا باعتبار لفظوں کے اور کیا بلحاظ معنی کے آپس میں متغائر ہیں کہ جس سے کوئی ایک امر معتدبہ بھی ثابت نہیں ہوتا قابل حجت نہیں ہے۔

(۱۳) جس حدیث میں رکاکت لفظی ایسی ہو کہ قواعد عربیہ کی رو سے مستحسن نہ ہو اور رکاکت معنے ایسی ہو کہ وقار نبوت کے خلاف ہو صحیح نہیں۔

(۱۴) جس حدیث میں کسی امر معقول کو محسوس اور محسوس کو معقول میں بیان کیا گیا ہو اس طرح سے کہ اس کا وقوع اسی طرح ہوا نہ بطور تنزیل کے صحیح نہیں۔

(۱۴) جو حدیث کسی ایسے علوم متعارفہ کے مخالف ہو کہ جن کے اصول مشاہدوں اور بے شمار تجربوں کے بعد قایم ہوں اور ان سے ہمیشہ ایک ہی سے نتیجے ایسے برآمد ہوتے ہوں کہ جنمیں غلطی نہیں ہوتی۔ صحیح نہیں۔

(۱۵) جس حدیث کا راوی اس کے موضوع ہونے کا خود اقرار کرے۔

(۱۶) جس حدیث میں دنیا سے اسقدر بے رغبتی بیان کی گئی ہو اور آخرت کا اس قدر خوف بیان کیا گیا ہو کہ اول تو انسان اس پر عمل کرنے سے فطرۃً معذور ہو اور جو کوئی بمشکل اس پر کاربند ہو تو خود بخود تمام دنیا اور اس کے اسباب کا درہم برہم ہونا لازم آئے صحیح نہیں۔

(۱۷) تمام اسرائیلیات کا انبار خواہ دلیل علمی کے طور پر ہو خواہ معقولات و مظنونات کے طریق پر قابل حجت نہیں۔

(۱۸) جو حدیث حسیات کے خلاف ہو لایق حجت نہیں۔

مگر تمام اصولوں کے ساتھ یہ شرط ہے کہ ایسی حدیثوں کے لفظوں اور جملوں اور عبارتوں میں قواعد عربیہ متعارفہ یا اس کے معنوں میں دیگر بے طرفدار علوم کے ذریعہ سے تاویل کر کے تطابق دینا ناممکن ہو، تو ناقابل حجت ہیں۔ اور اگر تطابق ممکن ہے تو قابل حجت ہیں۔

اسماء الرجال

علم حدیث کی خدمت کے لئے جو علوم و فنون ایجاد ہوئے ان میں سے خاص خاص کا ذکر مختصراً ہو چکا ہے لیکن ان میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم علم اسماء الرجال ہے اس کے متعلق کسی قدر تفصیل کیجاتی ہے۔ یہ علم راویان حدیث کی سوانح عمریاں یا تاریخ ہے۔ اس میں رواۃ کے نام و لقب، حسب و نسب، قوم و وطن، ولادت و وفات، علم و فضل، دیانت و تقویٰ، حفظ و ذکاوت حفظ۔ صحت و مرض وغیرہ کا بیان ہوتا ہے بغیر اس علم کے حدیث کی جانچ مشکل ہے۔ اس کے ذریعے سے ائمہ حدیث نے مراتب احادیث و رواۃ کا پتہ لگایا اور بہت سے

نکات و مشکلات کو حل کیا ہے۔

محدثین علیہم الرحمۃ نے احادیث اور روایات کی جانچ پڑتال کرتے وقت راویوں کے کثرت عبادت یا قایم اللیل یا صائم الدہر ہونے یا ان کے تبحر علمی، ان کی ولایت و زہد و تقوی وطہارت یا ان کی امارت و ریاست بلکہ ان کی فقاہت و مجتہدانہ جلال و شکوہ سے نہ مرعوب ہوتے ہوئے اور اکثر نامور مجتہدین کے اجتہاد کا لوہا مانتے ہوئے اور اکثر امور میں ان کی عظمت وشان تسلیم کرنے کے باوجود وہ اصول و قواعد اور صداقت کے معیار قایم کئے اور مذہبی دنیا میں آزادیٔ رائے کا سنگ بنیاد رکھا۔ فی الحقیقت نظام شمسی کی مملکت میں یہ ایک ایسا بے نظیر واقعہ ہے کہ جس کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ عبداللہ بن مبارک، عباد بن کثیر کے زہد و تقوی کی تعریف کیا کرتے تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ان سے حدیث روایت نہ کیجائے اس فن کے متعلق مشہور محقق ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے "کوئی قوم دنیا میں نہ ایسی گذری، نہ آجتک موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا سا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (انگریزی مقدمہ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء)۔

اس فن سے صحیح و غیر صحیح روایت کی شناخت میں بڑی مدد ملتی ہے۔ امام عبداللہ حاکم سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ حاکم نے دریافت کیا یہ حدیث تم نے کس سے سنی اور کب سُنی۔ اُس نے کہا عبد بن حمید سے فلاں سن میں سنی۔ امام نے اپنے شاگردوں کی طرف دیکھکر فرمایا ان کو دیکھو کہ ان سے یہ حدیث عبد بن حمید نے اپنے مرنے سے سات برس بعد بیان کی۔

ابراہیم طالقانی نے محدّث عبداللہ بن مبارک سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا اس کا راوی کون ہے۔ اس نے کہا شہاب بن خراش۔ ابن مبارک نے کہا وہ ثقہ ہے اُس نے کس سے روایت کی۔ اس نے کہا حجاج بن دینار سے۔ ابن مبارک نے کہا

وہ بھی ثقہ ہیں۔ اس نے کس سے روایت کی۔ اُس نے کہا رسول کریم سے۔ ابن مبارک نے کہا حدیث کا مضمون صحیح ہے، مگر یہ حدیث نہیں کیونکہ ابن دینار کا زمانہ رسول کریم سے بہت بعد ہے (مسلم)

خلیفہ کے دربار میں یہودیوں نے ایک دستاویز پیش کی جو رسول کریم کی لکھائی ہوئی تھی اس میں لکھا تھا کہ یہود خیبر کو جزیہ معاف اور بیگار معاف۔ اس دستاویز کو پیش کر کے یہودیوں نے جزیہ اور بیگار کی معافی کا مطالبہ کیا۔ عُمّال حکومت کو بجز تسلیم کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جب یہ دستاویز محدثین کے سامنے پیش ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ یہ جعلی ہے۔ اور اس کے یہ معقول وجوہ بیان کئے (۱) یہ کہ اسپر حضرت سعد بن معاذ کی گواہی ہے اور سعد بن معاذ غزوۂ خندق کے بعد وفات پا گئے تھے غزوۂ خیبر سے بہت پہلے۔ پھر ان کی اس پر شہادت کیسی (۲) یہ کہ اس دستاویز پر کاتب کا نام معاویہ بن ابی سفیان لکھا ہے۔ معاویہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے (۳) یہ کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نازل نہیں ہوا تھا پھر اس میں جزیہ کا ذکر کیسا۔ (۴) یہ کہ رسول کریم کے عہد مبارک میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔ (۵) یہ کہ جزیہ ان کو معاف ہوتا جو اسلام کے دوست ہوتے۔ بنی خیبر والے اسلام کے سخت دشمن تھے ان کو جزیہ کیوں معاف ہوتا۔ اور اگر بعد میں یہ دوست ہو گئے ہوتے تو اس کے بعد یہ خارج البلد کیوں کئے جاتے)۔

روایات کی اس طرح تحقیق و تنقید بغیر علم اسماء الرجال کے ممکن نہیں۔

اس فن کی بنیاد قرآن مجید نے قایم کی۔ یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا (یعنی خبر بیان کرنے والے کو دیکھ لیا کرو کہ کیسا آدمی ہے)

صحابہ کرام برابر جانچ پڑتال کرتے رہے۔ حضرت عمر اور حضرت عائشہ کے واقعات سے معلوم ہوگا لیکن اس کو فن کی صورت امام شعبہ (المتوفی سنہ ۱۶۰ھ) نے دی انہوں نے اس کے اُصول مقرر کئے مگر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ اس زمانہ کے بہت سے علما نے اس فن کو غیبت قرار دیا اور امام شعبہ کے مخالف ہو گئے۔ امام اعظم رح بھی ان اصول کے کچھ زیادہ مؤید نہ تھے۔

صحابہ کے حالات میں متقدمین و متاخرین نے بہت سی تالیفات کیں۔ تابعین و تبع تابعین اور اُن کے بعد کے لوگوں کے حالات میں مفصل تصانیف موجود ہیں۔ اگر کوئی محدث چاہے تو آسانی سے اپنے سلسلہ روایت کو ثقہ راویوں کے ذریعہ سے رسول کریم تک ثابت کر سکتا ہے۔

اس فن میں سب سے پہلے تصنیف شیخ یحیی بن سعید القطان (المتوفی ۱۹۸ھ) نے کی۔ ابن سعد نے طبقات لکھی جو موجود ہے۔ امام احمد بن حنبل، شیخ یحیی بن معین (المتوفی ۲۳۳ھ) شیخ علی بن المدینی (المتوفی ۲۳۴ھ) نے تصانیف کیں۔ فن جرح و تعدیل کا مدار انہیں آخر الذکر تینوں حضرات پر ہے۔

امام بخاری نے تاریخ لکھی۔ امام مسلم نے کتاب الاسماء والکنی، و کتاب التاریخ والمجروحین من المحدثین لکھی۔ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل تصنیف کی۔ اس میں جمیع رواۃ کا تذکرہ کیا۔ عجلی اور ابن حبان و ابن شاہین نے صرف ثقات کے ناموں کو جمع کیا۔ ابن عدی و ابن حبان نے مجروحین کو جمع کیا۔ عقیلی و امام نسائی و ابن حبان۔ ان تینوں کی تصانیف کا نام کتاب الضعفاء ہے۔ امام بخاری کی تاریخ صغیر طبع ہو چکی ہے۔

امام احمد بن حنبل کی کتاب العلل والرجال کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں ہے۔ تاریخ کبیر امام بخاری کا جزو اور کتاب الجرح والتعدیل۔ ابن ابی حاتم تین جلد اور کتاب الثقات لابن حبان اور کتاب الاسماء والکنی و کتاب التاریخ امام مسلم کتاب الضعفاء عقیلی یہ سب ذخیرہ قلمی کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں موجود ہے۔

اس فن میں سب سے بہتر کتاب ابن عدی (المتوفی ۳۶۵ھ) کی ہے جس کا نام کامل ابن عدی ہے، اکثر محدثین نے اسی سے لیا ہے۔ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی گئی۔ دارقطنی کا قول ہے کہ اسماء الرجال میں کامل ابن عدی کافی ہے۔

حافظ ابو نعیم اصفہانی (المتوفی ۴۳۰ھ) نے تاریخ نیشاپور لکھی۔ خطیبؒ نے چودہ جلدوں

میں تاریخ بغداد لکھی (تاریخ بغداد ایک محدث کی تاریخ کا ذیل تھا) خطیب کے بعد اس پر محدثین نے ذیل لکھے۔ تاریخ خطیب بغدادی کی چھ جلدیں۔ اور تاریخ اصفہان حافظ ابونعیم کتبخانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں موجود ہیں۔

الاکمال فی مشتبہ الانساب الرجال، ابن ماکولا (المتوفی ۴۸۷ھ) نے تصنیف کی۔ یہ کتب خانہ ٹونک میں موجود ہے۔ ابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ) نے اسی جلدوں میں تاریخ دمشق لکھی۔ ان تاریخوں میں رواۃ و محدثین کے متعلق گرانقدر معلومات ہیں اور علم حدیث کے بہت سے متعلقات کا تذکرہ ہے۔

حافظ عبدالغنی مقدسی (المتوفی ۶۰۰ھ) نے کمال فی اسماء الرجال تالیف کی۔ اس کتاب کو حافظ جمال الدین المزی (المتوفی ۷۴۲ھ) نے ترتیب و اضافہ کے ساتھ تیرہ جلدوں میں مرتب کر کے تہذیب الکمال نام رکھا۔ اس کے متعلق صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ ایسی کتاب نہ پہلے لکھی گئی نہ آیندہ لکھے جانے کی امید ہے۔

حافظ ذہبی نے اسماء الرجال میں متعدد کتابیں لکھیں ان کی کتاب سیر النبلا ایسی کتاب ہے جسکو تاریخ دمشق اور تاریخ نیشاپور کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ تصنیف کی اور تہذیب الکمال مزی کو مختصر کر کے کارآمد بنایا۔ اور تذہیب التہذیب نام رکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب الکمال مزی کو آٹھ برس محنت کر کے اضافہ فوائد و حذف زوائد کے بعد تہذیب التہذیب نام رکھا یہ کتاب اصل کتاب سے بقدر ایک ثلث زیادہ ہے۔ پھر اس کا خلاصہ ایک جلد میں کر کے تقریب التہذیب نام رکھا۔

ابونصر کلاباذی نے صرف بخاری کے رجال کو۔ ابوبکر منجویہ نے صرف مسلم کے رجال کو ابوالفضل ابن طاہر نے بخاری و مسلم دونوں کے رجال کو۔ ابوعلی جبائی نے صرف ابوداؤد کے رجال کو علمائے مغاربہ نے ترمذی و نسائی کے رجال کو جمع کیا۔

اسماء الرجال کی بہت سی شاخیں ہیں۔

الموضح لاوھام الجمع والتفریق یعنی مجہول راویوں کا بیان - اس کے متعلق عبدالغنی صوری وخطیب نے کتابیں لکھیں۔

علم الوحدان یعنی قلیل الروایت راویوں کا بیان - مسلم وحسن بن سفیان نے کتابیں لکھیں۔ ابواسحق ابراہیم بن یعقوب جوزفانی نے کتاب معرفۃ الرجال لکھی۔

روایۃ الآباء عن الابناء - اس کے متعلق خطیب نے کتاب لکھی۔

روایۃ الصحابۃ عن التابعین - اس کے متعلق خطیب نے کتاب لکھی۔

روایۃ الراوی عن ابیہ عن جدہ کے متعلق حافظ صلاح الدین علائی نے کتاب لکھی حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی تلخیص کی۔

تصحیف اسماء - اس کے متعلق ابواحمد عسکری نے کتاب لکھی۔ دارقطنی رح نے کتاب لکھی۔ پھر عبدالغنی بن سعید نے کتاب لکھی۔ خطیب نے دارقطنی کی کتاب کا تکملہ لکھا۔ ابونصر ماکولا نے ان تمام کتابوں کو اپنی کتاب اکمال میں جمع کر دیا۔ پھر ابوبکر بن نقطہ نے ایک کتاب لکھی منصور بن سلیم اور ابوحامد صابونی نے اس کا تکملہ لکھا۔ امام ذہبی نے ایک کتاب لکھی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بنصر المنتقبہ بتحریر المشتبہ لکھی۔

بعض روایات میں ایسا ہے کہ راوی اور اس کے باپ دادا کا جو نام ہے وہی اس کے شیخ اور اس کے باپ دادا کا نام ہے۔ اس کے متعلق ابوموسی مدینی نے کتاب لکھی۔

کون راوی کس کا بھائی یا کون راویہ کس کی بہن ہے - اس فن کے متعلق علی بن مدینی نے کتاب لکھی۔ کتاب بنصر المنتقبہ فی تحریر المشتبہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔

کتاب المعجم فی الاسماء مصنفہ ابوبکر احمد بن ابراہیم (المتوفی ۳۷۱ھ)۔ اللباب فی تہذیب الانساب لابن اثیر۔ اکمال تہذیب الکمال فی معرفۃ الرجال مغلطائی۔ یہ قلمی کتابیں کتبخانہ پیر جھنڈا (سندھ) میں ہیں۔

غرض جو بزرگ حامل روایات ہیں ان کے حالات ہر طرح مکمل و مدون موجود ہیں یہ شرف علم حدیث کے سوا کسی علم کو حاصل نہیں۔ دنیا کی کوئی قوم اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی ابتدا سے علما اپنے شیوخ کے حالات لکھتے چلے آئے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔

جرح و تعدیل

اس فن میں اجتہاد و ظن و تخمین کا دخل نہیں۔ یا تو مشاہدات ہیں یا مسموعات۔ اتصال سند۔ توثیق رواۃ۔ راوی مروی عنہ کی معاصرت، باہم لقاء و سماع یہ امور یا مشاہدات سے ہیں یا مسموعات سے، دو شخصوں کی لقاء و سماع شخص حاضر رویت و مشاہدہ سے اور شخص غایب شخص حاضر کی شہادت سے جان سکتا ہے۔ راوی کا ثقہ ہونا۔ ضابطۃ القلب جید الحفظ ہونا ملاقات و تجربہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ رواۃ کے متعلق جس قدر الفاظ جرح و تعدیل ہیں ان کی بنا حس و مشاہدہ ہے نہ کہ رائے و قیاس۔

ائمہ فن نے نہایت دلیری سے جس کے متعلق جو معلوم ہوا وہ لکھدیا ہر شخص کے عیوب ہر شخص کے اوصاف بیان کردئے۔ اس صورت میں راہ فیصلہ صاف ہے، دیکھنے والوں نے جرح و تعدیل اور جرح و تعدیل کرنیوالونکے وزن سے اندازہ کرلیا کہ اس شخص کی بات کس درجہ لائق رد و قبول ہے۔ ائمہ فن نے جرح و تعدیل میں خفیف خفیف امور کو بھی نظر انداز نہیں کیا سوائے انبیاء علیہم السلام کے ایسا کون شخص ہو سکتا ہے جس میں کچھ کمزوری نہ ہو یا جس میں تمام محاسن ہی محاسن ہوں یا جسکی ہر بات ہر شخص کو محبوب ہو۔ اس طرح جرح سے کوئی بڑے سے بڑا امام بھی نہیں بچ سکا۔ ائمہ پر جرح کرنے سے جرح کرنے والوں کا مقصد توہین و تذلیل کرنا نہ تھا یا یہ کہ وہ اُن کو غیر معتبر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ ان امور کا اظہار اس لئے ضروری تھا کہ کل کو یہ خیال پیدا نہو جائے کہ رسول کریم کے سوا اور بھی معصوم ہوئے ہیں یا یہ کہ دانستہ ان لوگوں کی عیب پوشی کی گئی ہے، خدا جانے ان میں کیا کیا عیوب ہوں گے۔ اس لئے کسی بزرگ پر ایسی معمولی جرحوں کو دیکھکر ماہر فن مضطر نہیں ہوتا۔ اُس کی نظر اُس کی غرض و غایت پر ہوتی ہے وہ الفاظ جرح

اور جرح کرنے والوں اور الفاظ تعدیل اور تعدیل کرنے والوں کا وزن کرکے نتیجہ نکالتا ہے
اس طرح جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یقیناً صحیح ہوتا ہے۔

جرح و تعدیل میں بھی اختلاف ہے اور اختلاف ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ ہر امام کا اپنا
اپنا اجتہاد اور اپنے اپنے اصول ہیں۔ ان اصول کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ ایک شخص
ایک بات کو کسی قدر معیوب سمجھتا ہے، دوسرے کے نزدیک معیوب نہیں۔

ایک بات دو شخصوں کو ایک ہی ذریعہ سے پہونچی۔ ایک اس ذریعہ کو معتبر سمجھتا ہے دوسرا
ضعیف خیال کرتا ہے بعض نے اس راوی کی تضعیف کی ہے جو کتاب دیکھکر روایت کرے
وہ سمجھتے ہیں کہ اس کا حافظہ قوی نہ تھا۔ بعض نے اس کو احتیاط پر محمول کیا ہے۔

امام شعبہ نے ایک شخص کی اس لئے تضعیف کی کہ انہوں نے اس کو خچر دوڑاتے دیکھا تھا۔
یہ امر اُن کے نزدیک معیوب تھا۔ ہر شخص اس کو معیوب نہیں سمجھ سکتا۔

جرح و تعدیل میں اس لئے بھی اختلاف ہوا ہے کہ ایک شخص کسی راوی سے ملا اسوقت
وہ تندرست تھا۔ اس نے اس کی توثیق کی۔ جب اس سے دوسرا ملا تو اس کو ضعف حفظ و
نسیان کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اُس نے اس کی تضعیف کی۔

ایک وقت کسی عقلمند سے بھی کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ ایک شخص ایک راوی کو خوب
جانتا تھا کہ وہ دانشمند ہے، اس نے اسکی توثیق کی۔ کسی دوسرے کے سامنے اتفاقاً اُس سے
کوئی امر رکیک سرزد ہو گیا۔ اس پر اُس نے جرح کر دی۔

بعض جرحوں کا باعث معاصرانہ نوک جھونک بھی ہے پرانے بزرگوں میں نفسانیت کم تھی
منافست تھی۔ چونکہ متقدمین میں ہر شخص اجتہاد کی قابلیت رکھتا تھا اور بجائے خود مجتہد تھا۔
اس لئے اختلاف اجتہاد سے بھی جرحیں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اصول قرار دیا گیا ہے
کہ ایک محدث کی جرح معاصر محدث پر قابل قبول نہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ جرح میں تعدی کبھی خواہش نفسانی سے اور کبھی حسد و

وعداوت وغیرہ سے بھی کیجاتی ہے۔ غالباً متقدمین کا کلام اس قسم کی تعدی سے پاک ہے
اور کبھی اعتقادی مخالفت سے بھی صادر ہوتی ہے۔ اس قسم کی جرحیں متقدمین و متاخرین میں
بکثرت ہیں مگر اعتقادی مخالفت سے جرح کرنا عموماً ناجائز ہے (نخبہ)

تمام امور پر نظر کر کے ائمہ نے یہ قرار دیا ہے کہ بعض جگہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے
بعض جگہ تعدیل جرح پر مقدم ہوتی ہے۔ اگر جرح کے الفاظ سخت ہیں جو عیب بیان کیا گیا ہے
واقعی بڑا عیب ہے۔ جرح بیان کرنے والا عالم و مقدس ہے، معاصرت و تعصب کا دخل
نہیں تو جرح مقدم ہو گی۔ اور اگر اس کے خلاف ہے تو تعدیل مقدم ہو گی۔

جرح اور تعدیل کرنے والوں کی تعداد پر بھی نظر کی جاتی ہے۔ یہی علامہ سبکی نے طبقات شافعیہ
میں لکھا ہے اگر ایسا نکیا جائے تو یہ امر علاوہ اس کے کہ عقل و انصاف کے خلاف ہے اسکی
زد سے کوئی امام بھی نہیں بچ سکتا۔ نہ امام مالک، نہ امام اعظم نہ امام بخاری۔

امام ابو ایوب سختیانی (المتوفی ۱۳۱ھ امام مالک کے استاد تھے) نے اپنے استاد امام
حسن بصری اور اعمش پر جرح کی ہے اور مدلس کہا ہے۔ عیسی بن ابان نے امام شافعی کے رد
میں کتاب لکھی۔ یحیی قطان نے امام جعفر صادق کی روایتوں پر اعتراض کیا ہے، امام بخاری پر
امام مسلم وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں۔ بعض نے ان کی صرفی غلطیاں نکالی ہیں۔

علما نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ائمہ متبوعین پر جرح نہ کیجائے۔ انہوں نے یہ فیصلہ ہر پہلو پر
نظر کر کے اور اُن کے معایب و محاسن بیان کرنے والوں کی تعداد و شان کو دیکھکر ان امور کو
سمجھکر جو جرح میں بیان کئے گئے ہیں کیا ہے۔ امام شعرانی نے لکھا ہے الائمۃ کلھم
علی ھدی من ربھم (میزان شعرانی) ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　　　که جاہا سپر باید انداختن

یہ فیصلہ قرین عقل و انصاف ہے کیونکہ ائمہ متبوعین سے کسی ایسے امر کا صدور ہونا ثابت
نہیں جس کو واقعی جرح قرار دیا جا سکے۔

راوی کے مجروح ومطعون ہونے کی دس قسمیں ہیں۔ پانچ کا تعلق راوی کے ضبط سے ہے اور پانچ کا عدل سے ہے۔

جرح ضبط

(۱) اس کا حافظہ خراب ہو۔

اس میں دو قسم کے آدمی ہیں۔ ایک وہ جن کا حافظہ ہمیشہ خراب رہا۔ بعض نے اس قسم کے راویوں کی روایت کو شاذ کہا ہے، ان کی حدیث جب قبول کی جاتی ہے کہ جید الحفظ راویوں کی روایت سے متابعت کرے۔

دوسرے وہ کہ جن کا حافظہ بعد کو کسی وجہ سے خراب ہو گیا، ان کی وہ احادیث قبول کی جائیں گی جو اس عارضہ سے پہلے روایت کی ہیں اور بعد عارضہ جو بیان کی ہیں وہ اگر کسی صحیح حدیث کی موافق ہیں تو قبول کی جائیں گی ورنہ نہیں۔ ایسی روایتوں کو بعض نے حسن لغیرہ اور بعض نے صرف حسن کہا ہے۔

(۲) راوی کو وہم ہو جاتا ہو (۳) راوی اپنے بیان میں فاش فاش غلطیاں کرتا ہو اور اس کو محسوس نہ کرتا ہو (۴) ضبط حدیث میں غفلت کرتا ہو (۵) مخالفت کرتا ہو۔

مخالفت کی چھ صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ راوی سیاق اسناد میں تغیر کرتا ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) روایت کئی سندوں سے ہے، راوی نے سب کو ملا کر ایک سند بنا لی۔ اور اختلاف اسانید کو بیان نہ کیا (۲) راوی نے روایت بیان کی۔ پہلی مرتبہ ایک لفظ بیان نہ کیا دوبارہ جب روایت کی تو وہ لفظ بیان کیا (۳) راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں سے ہیں اس نے اس میں کتر بیونت کر دیا یعنی ایک حدیث کے الفاظ متن دوسری حدیث کے متن میں ملا کر ایک حدیث بنا لی اور ایک سند سے بیان کر دی (۴) شیخ نے حدیث کی اسناد بیان کرتے ہوئے درمیان میں کچھ اپنی طرف سے بطور تشریح کہا۔ راوی شیخ کے الفاظ کو بھی جزو حدیث

سمجھکر بیان کرتاہے۔

دوم یہ کہ راوی متن حدیث میں اس طرح تغیر وتبدل کرتاہے کہ صحابی وتابعی وتبع تابعی کے کلام کو حضور کے کلام میں ملا دیتاہے۔

سوم یہ کہ راوی نے غلط فہمی سے سلسلہ اسناد میں تقدیم وتاخیر کردی۔

چہارم یہ کہ راوی جب حدیث روایت کرے تو سلسلہ اسناد میں زیادہ راویوں کو بیان کرجائے

پنجم یہ کہ راوی حدیث بیان کرتے وقت جب اسناد بیان کرے تو دو حدیثوں کو اس طرح بیان کرے کہ تمام راویوں میں خلط ملط ہوجائے۔

ششم یہ کہ جس راوی نے بیاض حدیث لکھی سہوًا یا خطاً املا میں غلطی ہوگئی یا الفاظ الٹ پلٹ ہوگئے۔

جرح عدل

(۱) جہالت یا راوی یعنی کسی راوی کا نام یا لقب یا کنیت اس طرح آئے کہ اس سے دوسرے شخص کا بھی گمان ہوسکے۔ یا روایت کرنے والا مروی عنہ کے حالات سے واقف نہیں یا روایت کرنے والا راوی اول کا نام ہی نہ لے، یوں کہے اخبرنی شیخ یا رجل یا ابن فلان اگرچہ مبہم الفاظ سے اس کی تعدیل بھی مذکور ہو جیسے اخبرنی الثقة لانه قد یکون ثقة۔ اگر کسی راوی نے کسی ایسے شخص کا نام کسی روایت میں لیا تو اس کو مجہول العین کہیں گے اور اگر دو یا زیادہ نے روایت کیا اور کسی نے اس کی توثیق نہیں کی تو مجہول الحال اور مستور کہینگے

(۲) ارتکاب کبائر یعنی گناہ کبیرہ کرتا ہو۔

(۳) بدعتی ہو۔ بدعتی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کے عقائد اہل اسلام کے خلاف ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کی روایت مردود ہے۔ دوسرے وہ جو عقاید میں تو اسلام کی موافق ہے مگر آیات متشابہات اور اسی قسم کی روایات میں قسم قسم کی تاویلیں کرتاہے اگر وہ جھوٹ بولنا جائز نہیں سمجھتا تو اس کی روایت قبول کی جاسکتی ہے جیسے معتزلہ، اور اگر جھوٹ بولنا جائز سمجھتا ہے،

تواس کی روایت مردود ہے جیسے خارجی۔

(۴) عجیب عجیب روایات وقصص وحکایات خلاف روایات صحیحہ بیان کرنے والا اسکی روایت مردود ہے۔

(۵) وضاع۔یعنی حدیثیں بنانے والا۔اسکی روایت مردود ہے۔

راویوں کے درجات

(۱) وہ لوگ جو نہایت متقی، متدین، متشرع، قوی الحافظہ۔ماہر علوم، ذکی وفہیم، عادل وضابط تھے بدعتی نہ تھے۔

(۲) وہ لوگ جو تمام اوصاف میں مثل نمبرایک کے تھے مگر حافظہ میں اُن سے کم تھے۔ اس میں دو قسم کے آدمی تھے ایک وہ جو حدیثوں کو لکھ لیتے تھے، دوسرے وہ جو لکھتے نہ تھے اگر کسی مقام پر بھول گئے۔تو اس کے مفہوم کے موافق مرادف لفظ لگا دیا۔

(۳) وہ لوگ جو متدین، متشرع، متقی تھے مگر فہم وفراست میں نمبر۱ و۲ کی برابر نہ تھے جو یاد رہا رہا جو بھول گئے بھول گئے۔اگر اپنی بھول چوک کا خیال آیا تو حاطب اللیل کی طرح جو سمجھ میں آیا لکھدیا۔

(۴) وہ لوگ جو متدین ومتشرع تھے مگر کمی فہم وفراست کیوجہ سے مناقب و مثالب ترغیب وترہیب میں حدیثوں میں کمی بیشی تغیر وتبدل کرنا، نئی حدیث بنانا جائز سمجھتے تھے۔اس میں چار قسم کے آدمی تھے۔

ایک وہ جو دنیوی عزوجاہ کیلئے حدیثوں میں تغیر کرتے اور نئی نئی حدیثیں بناتے، تاکہ لوگ اُن کی طرف رجوع ہوں۔

دوسرے وہ جو اپنے فروعی مسائل کی تائید کیلئے اپنے اساتذہ کے الفاظ کو شامل حدیث کر لیتے تھے۔

تیسرے وہ جو کمی عقل وفہم کی وجہ سے شیخ کے الفاظ کو روایت بالمعنی سمجھکر حدیث سمجھ لیتے تھے

چوتھے وہ دشمنان اسلام جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے حدیثیں گھڑتے تھے

ان تمام اقسام میں ہر قسم کے راویوں میں بھی تفاوت ہے کیونکہ سب لوگ تمام صفات میں یکساں نہیں ہوتے۔ ما کے راویوں میں کوئی کسی سے اتقا میں کم ہے کوئی کسی سے فہم و فراست میں زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح م۲ و ۳ و ۴ میں اس تفاوت سے حدیث کے مختلف اقسام قرار دئے گئے ہیں۔ جیسے حدیث صحیح کے اقسام صحیح لذاتہ و صحیح لغیرہ۔ انمیں راوی تو ما و ۲ کے ہوں گے مگر ایک دوسرے سے مدارج میں کم و بیش ہوں گے۔

راویوں کے اظہار اوصاف کے لئے الفاظ مقرر ہیں جو اس کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس درجہ کا راوی ہے۔ اس کے چھ درجے تعدیل میں مقرر کئے گئے ہیں چھ جرح میں۔ اور ان الفاظ میں تین درجے ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اشد۔ اوسط۔ اضعف۔ جس راوی میں اوصاف بدرجہ کمال ہیں اس کے لئے جو لفظ ہوگا اس میں مبالغہ اور شدت ہوگی جو اس سے کم ہوگا اس کے الفاظ میں توسط ہوگا۔ جو اس سے کم ہوگا اس کے الفاظ میں ضعف ہوگا۔

الفاظ تعدیل

(۱) متقی۔ فہیم۔ قوی الحفظ ماہر علوم صحیح العقیدہ کے لئے۔

اوثق الناس۔ اضبط الناس۔ لا اعرف له نظیرًا۔ امام الدنیا۔ جبل الاتقان الیه المنتهی فی التثبت وغیرها۔

(۲) جن میں پہلے مرتبہ کے اوصاف اس مرتبہ والوں سے کم پائے جائیں لا یسأل عنه وغیرہ

(۳) مرتبہ دوم سے کم والوں کے لئے ثقة ثقة۔ حجة حجة۔ حافظ عالم، فقیہ فاضل وغیرہ

(۴) مرتبہ سوم سے کم والوں کے لئے ثقة۔ ثبت۔ عدل وغیرہ۔

(۵) نمبر ۴ سے کم والوں کیلئے۔ صدوق۔ لا باس به۔ صدوق لهم له اوهام۔ یخطئ لغیرہ باخرہ۔ لیس به باس وغیرہ۔

(۶) پانچویں سے کم والوں کے لئے جعل وق ان شاء اللہ۔ ارجو لاباس۔ صالح، صالح الحدیث۔ متقارب الحدیث۔ حسن الحدیث۔ روی عنہ الناس۔

الفاظ جرح

(۷) چھٹے مرتبہ سے کم والوں کے لئے۔ ما ینکرہ فیہ۔ فیہ مقال۔ فیہ ضعف، یعرف ینکر۔ ھولیس کذلك۔ لیس بقوی۔ سیٔ الحفظ۔ مستور مجہول الحال لیس بالحافظ۔ لیس بثقۃ۔ لیس بحجۃ وغیرہ۔

(۸) ساتویں سے کم والوں کیلئے۔ لایحتج بہ۔ مضطرب۔ منکر الحدیث وغیرہ

(۹) اٹھویں سے کم والوں کیلئے۔ رد حدیثہ۔ مردود الحدیث۔ لا یکتب حدیثہ غیرہ

(۱۰) نویں سے کم والوں کیلئے۔ یسرق الحدیث۔ متہم بالکذب۔ ساقط۔ متروك ذاھب الحدیث وغیرہ۔

(۱۱) دسویں سے کم والوں کیلئے۔ کذاب۔ دجال۔ وضاع وغیرہ۔

(۱۲) گیارہویں سے کم والوں کیلئے۔ اکذب الناس۔ رکن مزار کان الکذب معدن الکذب وغیرہ۔

موضوعات

جب حدیثیں وضع ہونے لگیں تو ائمہ نے اصول روایت ودرایت کو وسعت دی۔ اور اس سختی کے ساتھ جانچ کی کہ سب کی قلعی کھل گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وضاعوں کے نام بھی ظاہر کردئے ان کے قائم کردہ اُصولوں نے خود وضاعوں کو اقرار وضع پر مجبور کیا۔ موضوع حدیثوں کو بھی قلمبند کردیا۔ جن کتابوں میں موضوع حدیثیں ہیں۔ ان کے نام بھی بتادئے۔

عبدالکریم وضاع نے خود اقرار کیا کہ اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کیں۔ (فتح المغیث)

خلیفہ کے دربار میں ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے ایکہزار حدیثیں وضع کیں ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب)

فرقہ زنادقہ نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔ (فتح المغیث)

مہلب ابن ابی صفرہ مشہور سپہ سالار دولت امویہ نہایت متقی پرہیز گار تھے، مگر خوارج کے خلاف حدیثیں وضع کرتے تھے (ابن خلکان) ابن یحیی مدنی۔ واقدی۔ مقاتل بن سلیمان خراسانی۔ محمد بن سعید شامی۔ ترغیب و ترہیب کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ (ابن خلکان)

احمد جویباری۔ ابن عکاشہ کرمانی۔ ابن تمیم فریابی یہ حدیثیں وضع کرتے تھے۔ ان کے متعلق سہل بن السری نے بیان کیا کہ ان لوگوں نے دس ہزار حدیثیں وضع کیں۔ (تحذیر المسلمین مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۰۴ء)

سلیمان بن عمرو النخعی۔ وہب بن وہب القاص حسین بن علوان۔ ابوالبختری۔ اسحٰق ابن نجیح۔ ابو داؤد نخعی۔ ابو بشر احمد بن محمد الفقیہ المروزی۔ وہب بن حفص۔ محمد بن سعید ابو سعید مدائنی۔ محمد بن قاسم الطالقانی یہ لوگ حدیثیں بناتے تھے (تدریب الراوی)

فرقہ کرامیہ (محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہے) کے لوگ ترغیب و ترہیب کیلئے حدیثیں بناتے تھے۔

میسرہ ابن عبدربہ نے کہا۔ میں نے حدیثیں اس لئے وضع کیں کہ لوگ ڈر کر زہد اختیار کریں (تدریب الراوی و کتاب الضعفا لابن حبان)

گمراہ فرقے اپنے عقاید کی تقویت کے لئے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ ان کا تفصیل کے ساتھ کتابوں میں ذکر ہے۔

مسند انس بصری۔ اربعون ودعاتہ۔ کتاب القضاعی۔ علویات۔ کتاب العروس یہ کتابیں موضوعات سے پر ہیں (تذکرۃ الموضوعات)

وضاعوں، مدلسوں کے نام ظاہر کرنے اور موضوعات کے کتابوں کے نام بتانے کے علاوہ محدثین نے بھی موضوعات کو جمع کر دیا ہے۔ جیسے کتاب الموضوعات ابن جوزی،

موضوعات ابن عبدالبر۔ موضوعات علی قاری ۔ موضوعات شوکانی۔

موضوعات کی شناخت کے اصول مقرر کردئے ہیں۔

(۱) جو قرآن کے خلاف ہو (۲) جو حدیث صحیح کے خلاف ہو (۳) جو عقل کے خلاف ہو (۴) جو مشاہدہ کے خلاف ہو (۵) جس میں رکاکت لفظی ہو اور اسی قسم کے قواعد ہیں ان کا ذکر دوسری جگہ ہے۔

موضوعات کا اثر مستحبات و اکل و شرب اور بعض معاشرتی امور طب اور مناقب و مثالب واقعات گذشتہ، واقعات آیندہ میں ہیں۔ ارکان و احکام میں ان کا دخل معلوم نہیں ہوتا۔

ایسے ایسے ائمہ حدیث ہوئے ہیں کہ جنکی بصیرت کی شہرت تھی۔ اور جو اصلی و مصنوعی کی شناخت میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے کہ خلیفہ کے سامنے ایک وضاع پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اُس نے کہا امیرالمومنین مجھے تو آپ قتل کردیں گے مگر اُن چار ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جو میں نے وضع کرکے رائج کردی ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو عبداللہ ابن مبارک اور ابو اسحاق فزاری کو بھی جانتا ہے وہ موضوعات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینکدیں گے۔

امام محمد اسحاق بن خزیمہ کا قول تھا کہ جب تک ابُو حامد ابن الشرقی (المتوفی ۳۲۵ھ) زندہ ہے کوئی جھوٹی روایت نہیں کرسکتا۔ (لالی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ)

رسولؐ اور اطاعت

قرآن مجید میں بیس جگہ اطاعت رسول کریم کا حکم ہے۔ اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو) اس آیت میں دونوں اطاعتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔ اگر دوسری اطاعت ضروری نہوتی تو علیحدہ بیان کرنے کی ضرورت نہوتی۔ اور بارہ جگہ دیگر انبیاء کی اطاعت کا ذکر ہے اور سورہ نساء میں کل انبیاء کی اطاعت کے متعلق ایک جگہ حکم ہے۔

سلاطین ہر شخص کو مخاطب نہیں کرتے نہ ہر شخص اس کا اہل ہوتا ہے کہ سلطان اسکو مخاطب کرے نہ براہ راست بادشاہ کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ سلاطین اپنی طرف سے وزراء و عمال کو مامور کرتے ہیں۔ ان کے ذریعہ سے سلطان کی اطاعت ہوتی ہے انکی اطاعت عین بادشاہ کی اطاعت ہے۔ بادشاہ فروعی معاملات کے متعلق کوئی حکم نہیں دیتا ہے اُس کے فرامین اُصولی ہوتے ہیں باقی فروعات کا مدار وزراء و عمال کی صوابدید پر ہوتا ہے وہی فرامین سُلطانی کی تشریح کرتے ہیں۔ دنیا کا یہ نظام خدائی نظام کی نقل ہے یہی صورت خدا اور رسول کی اطاعت کی ہے۔ خداوند ذوالجلال نے قرآن میں بار بار یہی فرمایا ہے۔ کہ رسول کی اطاعت کرو۔ کہیں رسول کی زبان سے کہلایا ہے کہ میری اطاعت کرو۔
(اتقوا اللہ واطیعون۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی) ما ارسلنا من رسول الا لیطاع بأذن اللہ۔ (ہمنے رسول اسلئے بھیجے ہیں کہ ہمارے حکم سے اُن کی اطاعت کیجائے) خدا کے احکام اصول ہیں رسول کے احکام اُن کی شرح ہیں۔ اِسی وجہ سے حکم ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (رسول تمہارے لئے بہترین نمونہ ہیں) یعنی جس طرح رسول عمل کرے اسی طرح تم عمل کرو۔ اور رسول کے اقوال و افعال پر نظر رکھو۔ انہیں کو مشعل راہ بناؤ۔ ہمارے احکامات کی جو تفصیل باقی ہے وہ نمونے میں دیکھ لو۔

ایک فرقہ منکر حدیث ہے جو اہل القرآن مشہور ہے اِن آیات کے متعلق وہ کہتا ہے کہ رسول سے مراد آیات الٰہیہ یعنی خود قرآن ہے پیغمبر مراد نہیں۔ اطاعت سے مراد موافقت ہے کیونکہ قرآن مجید میں خدا کے سوا دوسرے کی اطاعت کو شرک قرار دیا ہے لا یشرک فی حکمہ احدًا (اس کے حکم میں کسی کو شریک نکرو) امر سے مراد طرز عمل ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا درمیانی واؤ تفسیری ہے۔

ہر مذہب کا بہترین زمانہ وہ ہوتا ہے جو صاحب مذہب سے قریب ہو جیسا اُس زمانہ کے لوگ صاحب مذہب کے مقصد کو سمجھ سکتے ہیں۔ زمانہ بعید کے آدمی نہیں سمجھ سکتے۔ اور صاحب مذہب کے اقوال کی تشریح جو اُس کے اصحاب یا قریب زمانے کے لوگ کرتے ہیں وہی صحیح ہوتی ہے ہندوؤں سے پوچھو بہترین زمانہ وہ تھا جو بیاس اور اُس کے شاگردوں کا تھا۔ بیاس کے اقوال کو جیسا اُس کے شاگرد سمجھے کوئی نہ سمجھ سکا۔ یہودیوں سے دریافت کرو یہی کہیں گے کہ اصحاب موسیٰ توریت کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور اُن کا عمل بالکل توریت کے مطابق تھا۔ عیسائی حواریین مسیح کو انجیل کا صحیح سمجھنے والے مسیح کی صحیح پیروی کرنیوالے بتائیں گے۔ ایک یورپین فاضل نے صحیح لکھا ہے کہ ہر مذہب کا بہترین زمانہ اس کا ابتدائی زمانہ ہے (انوار القرآن ص ۲) ۔

اِس لئے قران و حدیث کا جو ترجمہ جو مطالب سلف صالحین بتا گئے ہیں وہی صحیح ہے۔

یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ تیرہ سو برس تک اِن آیات کا مطلب کوئی صحیح نہ سمجھ سکا۔ آج تک سارے بزرگان دین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کا ایک ہی مطلب سمجھتے رہے اور تیرہ صدی تک اُمت مرحومہ غلطی میں مبتلا رہی۔ یہ ایسی کھلی ہوئی بات ہے کہ جس کو کوئی قبول نہیں کر سکتا۔

اب اگر اہل قرآن کے طریقہ پر اس کے معنی کئے جاویں تو اس چار الفاظ کی آیت میں رسول سے مراد قرآن، اطاعت سے مراد موافقت، دو کے معنی میں مراد لی جائیگی کیا یہی شان فصاحت وبلاغت ہے کہ یہ چار لفظ تینتیس جگہ قران میں آئے اور کہیں اصل حقیقت نہ بیان کی جا سکی۔

اطاعت کے معنی اگر موافقت ہیں تو آیت میں دونوں جگہ ایک ہی معنے لینے چاہیئیں ایک ہی آیت میں ایک ہی لفظ کے دو معنی بیک وقت نہیں قبول کئے جا سکتے۔

واؤ تفسیری سے یہ مطلب ہے کہ اطیعوا اللہ کی تفسیر اطیعوا الرسول سے کیجاتی ہے یہ خیال چند وجوہ سے باطل ہے۔

واؤ تفسیری دو مرادف یا ہم مصداق لفظوں یا فقروں کے بیچ میں آتا ہے اور یہاں

ایسا نہیں ہے۔ واضح کی تفسیر نہیں کیجاتی۔ مبہم کی تفسیر کی حاجت ہوتی ہے۔ (اطیعوا اللہ اللہ کی اطاعت کرو) یہ ایک صاف بات ہے اس کے سمجھنے میں کسی جاہل احمق، گنوار بلکہ کسی پاگل کو بھی دقت نہیں ہوسکتی پھر اس کی تفسیر کی کیا حاجت پیش آئی۔

مبہم کی تفسیر واضح سے کیجاتی ہے (اللہ) واضح ہے سب جانتے ہیں کہ یہ خدا کا نام ہے اس کے کوئی دوسرے معنی ہی نہیں اسلئے یہ واضح ہے اس کو مبہم نہیں کہہ سکتے۔ رسول کے کئی معنی ہیں اس لئے یہ مبہم ہے کیا عجیب بات ہے کہ واضح کی تفسیر مبہم سے کیجاتی ہے۔ ایسا تو کوئی نالایق نثار اور شاعر بھی نہ کرے گا۔

اگر مبہم ہی سمجھا جائے اور تفسیر کی ضرورت ہی خیال کیجائے تو ایک دو جگہ تفسیر کرنا کافی تھا بتیس[۳۲] جگہ تفسیر کرنا یہ تو کوئی معمولی مصنف بھی نہیں کرسکتا۔

امر کے معنی طرز عمل کے صحیح نہیں سب جانتے ہیں کہ امر حکم کو کہتے ہیں اگر طرز عمل کے معنی لئے جائیں تو یہاں بھی وہی دقت پیش آتی ہے (فاتبعونی واطیعوا امری۔ میرا اتباع کرو میرا حکم مانو)۔ فاتبعونی میں کوئی اختلاف و ابہام نہیں۔ امری میں اختلاف و ابہام ہے لہذا واضح کی تفسیر مبہم سے ہوئی جو سراسر قواعد فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے۔

رسول سے مراد پیغمبر ہی ہے قران نہیں، قرآن میں کہیں رسول کا لفظ کتاب کیلئے نہیں آیا۔ جہاں کہیں آیا ہے۔ پیغمبر یا فرشتے کے لئے آیا ہے۔ (یاقوم لیس بی ضلالۃ ولکنی رسول من رب العلمین (حضرت نوح اپنی قوم سے کہتے ہیں) اے میری قوم میں گمراہ نہیں ہوں میں خدا کا پیغمبر ہوں) حضرت موسی نے فرعون سے فرمایا (انی رسول من رب العلمین میں خدا کا پیغمبر ہوں) (انما المسیح عیسے بن مریم رسول اللہ۔ مسیح مریم کا بیٹا اللہ کا پیغمبر ہے)۔ حضرت جبریل نے حضرت مریم سے کہا (انما انا رسول ربک۔ میں تیرے رب کا رسول ہوں) (لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق۔ اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کردیا) خواب انسان دیکھتا ہے کتاب نہیں دیکھتی۔ (یایھا الرسول بلغ ما انزل

البلٰت۔ اے رسول پہونچا دے جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے) کتاب پر کچھ نازل نہیں کیا جاتا۔
کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا۔ ہمنے تمہیں میں سے اپنا رسول بھیجا۔
جو تم کو ہماری آیات پڑھکر سُناتا ہے) یہاں آیت اور رسول دونوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا
گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو چیزیں ہیں۔ رسول پڑھکر سُناتا ہے، کتاب پڑھ کر نہیں
سُناتی۔ (ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم۔ ہمنے اَن پڑھوں میں اُنہیں میں سے
رسول بھیجا۔)

غرض قرآن مجید میں جہاں کہیں رسول کا لفظ آیا ہے اُس سے انسان یا فرشتہ مراد ہے
کتاب و آیات کسی طرح بھی مراد نہیں ہو سکتے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اطاعت رسول کا حکم صرف انکی حیات تک تھا اگر یہ صحیح مانا جائے تو
اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ رسالت صرف اتنے ہی عرصہ کیلئے تھی یہ جو کچھ دنیا میں انقلاب کرایا
گیا یہ صرف ۲۳ برس کے لئے تھا۔ قرآن مجید کے احکام قیامت تک کیلئے ہیں۔ اور قرآن مجید
میں ارشاد ہے فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول۔ اگر تم میں کوئی نزاع
ہو تو اللہ اور اُس کے رسُول کی طرف رجوع کرو۔) جب رسول موجود نہیں تو خیال مذکور کے موافق
یہ آیت بیکار ہو گئی یہ حکم جب ہی کارآمد ہو سکتا ہے کہ رسول سے مراد اقوال رسول ہو۔ اگر
آثار رسالت کو نہ مانا جائے یا محو کر دیا جائے تو کتاب و رسالت دونوں بیکار ہو جاتے ہیں۔

تاریخ اور حدیث

تاریخ کا مبدءِ اوّل تو قصص و حکایات ہیں جو نامعلوم زمانے سے زبانی بیان ہوتے
چلے آئے ہیں۔ اور ہر جگہ ہر زبان پر ان کے واقعات جداگانہ ہیں۔ پیدائش عالم کے بارے میں
ہندوستان میں اور ہی حکایتیں ہیں۔ ایران میں ان کے خلاف ہیں۔ چین والے اِن دونوں
سے علیحدہ بیان کرتے ہیں بقول ڈاکٹر سنولیس صاحب "تاریخ ملل قدیم میں قصدًا و سہوًا بہت کچھ

تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ ان قصص و حکایات کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ راویٔ اول کون ہے۔ اور راویوں کے کیا حالات ہیں وہ نیک لوگ تھے یا بد تھے، راستگو تھے یا دروغگو قوی الحافظہ تھے یا ضعیف الحفظ، ان قصص کے بیان کرنے میں اُن کی کوئی ذاتی غرض تو نہ تھی مروی عنہ کی راوی سے ملاقات ہوئی تھی یا نہیں۔ مروی عنہ نے راوی کے الفاظ یا مفہوم کو محفوظ رکھا یا نہیں۔

مبداء ثانی آثارات ہیں۔ یعنی کہیں سے پُرانے برتن ملے۔ کہیں سے ٹوٹے ہوئے ہتیار دستیاب ہوئے، کہیں کھنڈرات نکلے، کہیں کوئی کتبہ ملا کہیں سے زیور وغیرہ ہاتھ لگا، اِن تمام چیزوں پر نظر کر کے قرائن و قیاس سے رائے قائم کی گئی کہ یہ سامان فلاں قوم کا ہوگا اور اس کے ایسے ایسے حالات ہوں گے۔

چونکہ سرتا پا زبانی گپوں اور دور دراز قیاسات پر مدار ہے اسلئے مورخین کے بیانات متزلزل ہوتے ہیں اور ان کے نظریئے بدلتے رہتے ہیں۔

حدیث کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ اس کا موضوع ذات پاک سرور کائنات ؐ ہے۔ آپ کے حالات قبل از ولادت سے بعد وفات تک کلی و جزئی طور پر ہزاروں مجلدات میں مذکور ہیں جن کو ثقہ و عادل راوی روایت کرتے چلے آئے ہیں اور اُن کی جانچ اس سختی سے کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ سختی قدرت انسانی سے باہر ہے۔ حضور کے افعال و اقوال کو بیان کرنیوالے راستگو، صالح الاعمال لوگ تھے۔ راوی و مروی عنہ کی ملاقات ثابت ہے، ان تمام راویوں کے تمام حالات کتابوں میں مذکور ہیں۔ جن کو محتاط مصنفین نے تجسس و تلاش اور تحقیق و تفتیش کے بعد لکھا ہے۔

علم حدیث کی تدوین و ترتیب و تحفظ کیلئے سو کے قریب فنون ایجاد ہوئے اور ہر فن پر کثیر التعداد مستقل تصانیف ہیں اور ان تصانیف کا سلسلہ چودہ صدیوں سے برابر قائم ہے حدیث کی روایت بجز راستگو، صحیح العقیدہ، صالح، ذی علم قوی الحافظہ صحیح الدماغ شخص کے

قبول نہیں کیجاتی۔

اگر کسی شخص نے عمر بھر میں ایک دفعہ جھوٹ بولا اور اس نے توبہ کر لی تو مطابق قانون شریعت اوسکی شہادت قبول کیجائے گی لیکن مطابق ضوابط علم حدیث اوس کی حدیث قبول نہیں کیجائیگی دروغگو کیا متہم بالکذب کی روایت بھی مقبول نہیں۔

جب تک راوی اوّل سے آخر راوی تک کے حالات مع نام ونسب و اخلاق وعادات معلوم نہوں اسوقت تک روایت نہیں لیجاتی۔ اس لئے اس وقت تک جو لوگ حدیث بیان کرتے آئے ہیں ان میں سے سب اپنے شیوخ کے حالات و سند بیان کرتے آئے ہیں۔ اور شیوخ کے حالات بعد تحقیق ضبط تحریر میں آتے رہے ہیں۔

اس فقیر نے علم حدیث حاصل کیا ہے حضرت شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین احمد صاحب فیض آبادی مدنی مدظلہ العالی سے۔ انہوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی و مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اور ان دونوں بزرگوں نے شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی سے انہوں نے شاہ اسحٰق دہلوی سے انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی سے انہوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی سے۔

حضرت شیخ الہند کے اسانید رسالہ (الدر المنضود فی اسانید شیخ الہند محمود) میں اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے اسانید رسالہ (الیانع الجنی فی اسانید شیخ عبدالغنی) میں اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے اسانید رسالہ (عجالہ نافعہ) میں اور شاہ ولی اللہ صاحب کے اسانید رسالہ ارشاد اور اور چند رسائل میں مذکور ہیں۔ کیا کوئی مورخ اس طرح اپنی سند بیان کر سکتا ہے۔

کتاب مفصل

قرآن مجید میں قرآن کے متعلق ارشاد ہے (تفصیلاً لکل شئ۔ اسمیں ہر چیز کی تفصیل ہے) تبیاناً لکل شئ۔ اس میں ہر چیز کا بیان ہے) ان آیات سے اہل القرآن کو یہ شبہ ہو گیا ہے

کہ جب قرآن کتاب مفصل ہے تو پھر حدیث کی کیا ضرورت ہے۔ ضرورت حدیث کے متعلق ایک علیحدہ مضمون ہے تفصیل کل شئ اور تبیان کل شئ کا یہ مطلب ہے کہ حصہ ایمانیات، توحید رسالت سزا، جزا۔ حشر و نشر کا مفصل مذکور ہے باقی معاملات وغیرہ کے متعلق ہر قسم کے اصول ہیں، یہی مطلب بزرگان سلف سے منقول ہے اور اسی کو عقل قبول کرتی رہی۔

الواح موسی کے متعلق بھی جن کی تعداد دس سے زیادہ نہ تھی تفصیلاً لکل شئ آیا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا اور باور کر سکتا ہے کہ دس تختیوں میں تمام دنیا کے جزئیات و فروعات کا بیان ہوگا وکتبنا لہ فی الالواح من کل شئ موعظۃ و تفصیلاً لکل شئ۔ ہم نے لوحوں میں ہر قسم کی نصیحتیں اور ہر چیز کی تفصیل لکھدی تھی۔) یہ تختیاں سات یا دس تھیں۔ (جلالین) ان لوحوں کے متعلق بائیبل کا بیان ہے کہ ان میں احکام عشرہ تھے (استثنا باب ۲۵) کیا ان دس احکام میں دنیا کی تمام ضروریات اور جزئیات مذکور تھیں یا سما سکتی ہیں؟ پھر تفصیلاً لکل شئ سے سوائے اس کے کیا مطلب ہے کہ حصہ ایمانیات مکمل مذکور تھا۔ دنیا میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہو سکتی کہ اس میں تمام جزئیات محصور ہوں۔ جزئیات لامحدود ہیں اور نئی نئی حاجتیں پیش آتی ہیں ایسی بہت سی جزئیات ہوں گی جو وجود میں نہیں آئیں۔ تجربہ بتاتا ہے کہ قرآن موجود، حدیث کی سینکڑوں جلدیں موجود تفسیر و فقہ کی صدہا جلدیں موجود، لیکن ان سب میں مل کر بھی جزئیات محصور نہیں۔ ان چودہ صدیوں میں اگر صرف اُن مسائل کو جمع کیا جائے جو وضو و غسل و طہارت کیلئے پیش کئے ہیں تو قرآن مجید سے کم ضخیم جلد تیار نہ ہو۔

کوئی نہیں بتا سکتا نہیں دکھا سکتا کہ کتے بلی بھنگ کی حرمت قرآن مجید کی کس آیت میں ہے زکوۃ کی تفصیل کہاں ہے، حج کے تفصیلی احکام۔ نماز کی تعداد رکعات و اوقات وغیرہ کہاں ہیں بیوی کے ساتھ اس کی پھوپی خالہ کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کہاں مذکور ہے، قاتل کا مقتول کے مال سے محروم ہونا کس آیت میں ہے

•

فرقہ اہل قرآن کے امام الطریقہ شیخ عبداللہ چکڑالوی نے لکھا ہے کہ قرآن میں ہر بات مفصل ہے

اور نماز کتاب اللہ کی تعلیم سے مشرح ہے (برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن) لیکن اپنی نماز کی جسکو وہ صلوٰۃ القرآن کہتے ہیں جو ترکیب لکھی ہے اس کو قرآن سے ثابت نہیں کر سکتے اُونکی نمازیں بجائے تسبیحات کے آیات قرآنیہ ہیں۔ تکبیر اولی کی جگہ وان اللہ ھوالعلی الکبیر، ثنا یعنی سبحانک کی جگہ انی وجہت وجھی للذی الخ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہر موقع پر آیات مقرر کرلی ہیں مگر نہیں بتا سکتے کہ ان آیات کا تعین کس آیت کے حکم سے ہے۔ شیخ چکڑالوی اذان کے منکر تھے۔ اسکو کفر و شرک سمجھتے تھے۔ لیکن اُن کے خلیفہ شیخ حشمت علی نے چند آیات قرآنی ربنا اننا سمعنا منادیا وغیرہ جمع کرکے ایک اذان بنا لی، لیکن نہیں بتا سکتے کہ یہ تعین کس آیت کے حکم سے ہوتا ہے باوجودیکہ اُن کے نزدیک قرآن میں سب تفصیل ہے لیکن پھر ان میں تعجب خیز اختلاف ہے۔ شیخ چکڑالوی کو قرآن سے پانچوقت کی نماز ثابت ہوئی۔ اُن کے شاگردوں کو دو وقت کی نظر آئی۔ شیخ کو تعداد رکعات دو تین چار ثابت ہوئیں۔ مریدوں کو صرف دو ثابت ہوئیں۔ یہ کیسی کتاب مفصل ہے کہ پیر و مرید میں فیصلہ نہ کر سکی۔ باوجود اس دعوے کے کہ قرآن مفصل ہے اسکی تشریح کیلئے حدیث کی ضرورت نہیں۔ شیخ چکڑالوی جب خود ترجمہ کرنے بیٹھے تو صرف فقرہ اقیموا الصلوٰۃ کی تشریح کے لئے اُن کو چار سو صفحات کی ایک کتاب لکھنی پڑی۔ ایک فقرہ کے سمجھانیکے لئے مجلد کتاب برہان الفرقان علی صلوٰۃ القرآن کی ضرورت ہوئی اگر ان احادیث کو جمع کیا جائے جو نماز کے متعلق ہیں تو اس سے نصف ضخامت کی کتاب بھی مرتب نہ ہو۔ غرض تفصیل و تبیان کا یہ مطلب ہے کہ ایمانیات کا حصہ مکمل ہے اور اصول ہیں۔ چودہ صدیوں سے تمام اُمت نے یہی مطلب سمجھا ہے

منکرین حدیث کے اعتراضات اور اُن کے جوابات

جہاں تک غور کیا گیا ہے منکرین حدیث کے خاص اعتراضات یہ دس ہیں۔

(۱) حدیث کی روایت عہد خلفائے راشدین میں ممنوع تھی۔ عہد عباسیہ سے سلسلہ روایت شروع ہوا۔ ان میں اکثر بادشاہوں کی سیاسی اغراض کا دخل ہے۔

(۲) حدیث کا لکھنا اور اس پر تالیفات دوسری صدی کے بعد شروع ہوا۔

(۳) بعض حدیثوں سے رسول کریم اور اسلام پر اعتراضات قایم ہوتے ہیں۔

(۴) بعض حدیثوں سے نزول وحی حسب خواہش رسول ثابت ہوتا ہے۔

(۵) بعض حدیثوں سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔

(۶) اگر حدیثیں خدا و رسول کے نزدیک واجب العمل ہوتیں تو ان کی حفاظت کا سامان بھی مثل قرآن کے ہوتا۔

(۷) بعض مسائل کے متعلق مختلف حدیثیں ہیں۔

(۸) قرآن مجید کے متعلق خود قرآن میں ارشاد ہے (تفصیلاً لکل شیئ و تبیاناً لکل شیئ) پھر حدیثوں کی کیا ضرورت ہے۔

(۹) حدیث کو زیادہ سے زیادہ مثل علم تاریخ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱۰) بجز متواتر روایات کے جو بہت قلیل ہیں اکثر احادیث اخبار احاد ہیں۔ اخبار احاد سے علم و یقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ ظن غالب حاصل ہوتا ہے۔ ظن پر مذہب کا مدار رکھنا عقل و دانش کے خلاف ہے۔

(۱۱) رسول کریمؐ سے بعض امور میں سہو و نسیان ثابت ہے۔ وحی الٰہی میں سہو و نسیان کا دخل نہیں مانا جا سکتا۔

(۱۲) قرآن کریم کامل کتاب ہے وہ کسی چیز کا محتاج نہیں حدیث کو ماننا گویا قرآن کو محتاج

جوابات

(۱) گزشتہ مضامین میں ثابت ہو چکا ہے کہ روایت حدیث عہد رسالت سے جاری تھی حضورؐ نے اور خلیفہ اوّل و دوم نے کثرت روایت کو منع کیا ہے۔ اور غیر احکامی حدیثوں پر روک ٹوک کی ہے۔ یہ دونوں خلفاء خود حدیث کے بڑے راویوں میں سے ہیں۔

اگر یہ مانا جائے کہ حدیث کی روایت اور حدیث پر عمل عہد عباسیہ سے شروع ہوا اور اس سے پہلے حدیث کوئی چیز نہ تھی تو لازم آتا ہے کہ رسول کریم کے بعد تمام اُمّت مرحومہ گمراہ ہو گئی اور دنیا میں ایک بھی مسلمان نہ رہا۔ ایسی ناکامیاب نبوت تو انبیاء سابقین میں سے بھی کسی کی نہیں ہوئی۔ ختم المرسلین کی نبوت ختم ہو گئی اور ختم المرسلین سے زیادہ کامیاب وہی شخص رہا جس نے اُمت مرحومہ کو حکم خدا و رسول کے خلاف اتباع حدیث پر قایم کر دیا۔ اس کامیابی کی نظیر دنیا کے کسی ملک، کسی قوم، کسی مذہب میں نہیں مل سکتی کہ عرب سے چین تک سب ایک خیال پر قایم ہو گئے۔ نہ اس کامیاب لیڈر کا کسی کو نام معلوم، نہ صفحات تاریخ میں اس انقلاب عظیم کا ذکر کہ ایک بوند بھی خون کی نہ گری اور ساری دنیا کے مسلمان ایک امر پر متفق ہو گئے۔ ایک بھی صراط مستقیم پر قایم نہ رہا۔ ہر مذہب میں ہر ملک میں ہر قوم میں جو جو تغیرات ہوئے ہیں۔ بالخصوص اسلام میں اُن کا ذرا ذرا تذکرہ تاریخوں میں موجود ہے مگر اس انقلاب عظیم کا ذکر نہیں وہ کونسی عظیم الشان ہستی تھی جس نے اصل مذہب کو اس طرح مٹایا کہ اس کا نشان صفحات تاریخ پر بھی نہ چھوڑا، اور یہ انقلاب کس زمانے میں ہوا۔

خلفائے عباسیہ نے مسئلہ خلق قرآن رائج کرنا چاہا۔ ہر قسم کے جبر و ظلم کئے مگر یہ عقیدہ تسلیم نکرا سکے۔ بنی اُمیہ نے سب کچھ کیا مگر یزید کے گلے سے طوق لعنت نکال سکے۔ نادر شاہ نے کوشش کی کہ صرف حنفی شافعی حنبلی مالکی مذاہب کے لوگوں کو ایک امر پر متفق کر دے مگر نہ کر سکا یہ ایسا انقلاب کہ جس کا نشان بطور آثار قدیمہ بھی باقی نہ رہا۔ کتابوں میں بھی تذکرہ نہ رہا۔ کس نے کرایا۔ کب کرایا، کیونکر کرایا۔ اگر درحقیقت یہ انقلاب کرایا گیا ہے تو یہ معجزہ ہے اور تمام

انبیا کے معجزوں سے بڑھکر ہے خاتم النبیین سے بلند مرتبہ کون ہے جس نے اُن کے کام کو ایک معجزے کے طور پر لوٹ دیا اُن سے بزرگ ہستی تو جناب باری عزاسمہٗ کی ہے بس، یہ انقلاب اُنہوں نے ہی کرایا ہے اُن کے سوا اور کسی سے اس طرح ممکن ہی نہ تھا۔ اور جب اُنہوں نے کرایا ہے تو حق ہے۔ اس اعتراض کے باقی حصّے کے متعلق علیحدہ مضمون ہے۔

(۲) اس اعتراض کا جواب سابقہ مضامین میں آگیا۔

(۳) کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں جس سے حضور علیہ السلام یا اسلام پر کوئی معقول اعتراض ہو سکتا ہو، اگر کوئی غیر صحیح حدیث ایسی ہے تو اس کی ذمہ داری اہل حدیث و محدثین پر نہیں کیونکہ جو چیز اُن کے اصول روایت ودرایت کے اعتبار سے درجے سے گر گئی وہ اُن پر حجت نہیں۔ باقی معترض اور اعتراضات کا روکنا کسی کے بس کی بات نہیں پنڈت دیانند نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جیسے متبرک وصاف جملے پر بھی اعتراضات کئے ہیں ایسے معترضوں اور اعتراضوں کی طرف متوجہ ہونا اہل حق واہل علم کا کام نہیں قرآن مجید میں قصہ افک ہے۔ ام المؤمنین حضرت زینب کے نکاح کا ذکر ہے۔ مخالفین حق نے ان واقعات پر کثرت سے اعتراض کئے ہیں منکرین حدیث جو جواب ان آیات کیلئے تجویز کریں وہی حدیث کے لئے سمجھ لیں۔

(۴) اگر وحی کا نزول موافق منشا رحضور ہوا تو اس میں کیا حرج ہے اور یہ کیا اعتراض ہے خود قرآن مجید کی بعض آیات سے نزول وحی حسب خواہش رسول اکرمؐ ثابت ہے حضورؐ دل سے چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری کی گئی قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ ہم دیکھتے ہیں پھر جانا تیرا منہ آسمان میں سو البتہ پھیرینگے تجھکو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد حرام کی)۔

رسول کریمؐ کے مکان میں صحابہ کھانا کھانے آئے کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے آپ کو یہ امر گراں تھا

لیکن آپ کہتے ہوئے شرماتے تھے اس پر وحی نازل ہوئی۔ ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق۔ تمہاری اس بات سے نبی کو تکلیف تھی۔ اور وہ تم سے شرماتا تھا۔ اللہ حق بات بتانے میں شرم نہیں کرتا)

حضرت زید صحابی نے اپنی بیوی حضرت زینب کو طلاق دیدی۔ رسول کریمؐ کا ارادہ ہوا کہ وہ زینب سے نکاح کرلیں لیکن یہ دستور عرب کے خلاف تھا۔ اسلئے آپ اِس خیال کو ظاہر نہ کرتے تھے جو چاہتے تھے اس پر وحی نازل ہوئی۔ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس۔ (تو اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جس کو اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا) غرض مامور کے منشا کے موافق احکام کا نافذ ہونا کوئی قابل اعتراض امر نہیں۔ رسول اللہ تو مامور من اللہ تھے قرآن مجید کی بعض آیتیں صحابہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔ علوم قرآن کے متعلق موافقات صحابہ ایک مستقل فن ہے اور اس پر بہت سی تصانیف ہیں ع اے باغبان بسنت کی تجھ کو خبر بھی ہے

(۵) حدیثیں ہر قسم کی ہیں موضوع بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، صحیح بھی ہیں ان کے ردّ و قبول کا مدار ان کے درجہ پر ہے۔ کانٹوں کے خوف سے پھولوں کو نہیں چھوڑا جاسکتا، صحیح حدیث کوئی ایسی نہیں جس سے قرآن پاک کے خلاف کوئی اعتراض ثابت ہو۔

(۶) اصل شریعت قرآن مجید ہے جب وہ محفوظ ہے تو کسی قسم کا خطرہ نہیں۔ اسکی شرح کا اسی طرح محفوظ رکھنا ضروری نہیں۔ عالم الغیب جانتا تھا کہ اس کے ایسے بھی بندے ہونگے جو دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرکے دکھا دیں گے علم حدیث کی تاریخ پر نظر کرنے سے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ قران ایک مشخص ومعین کتاب ہے اس کے ہر لفظ کی حفاظت ہوسکتی ہے اور ہوئی بھی ہے۔ حدیث حضرتؐ کے خواب و خور، سفر و حضر، خلوت و جلوت کے حالات کا مجموعہ ہے اس کی وسعت لفظ لفظ کو محفوظ رکھنے میں مزاحم ہوتی ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے۔ جس کا لفظ لفظ حکمت ہے۔ ایک حرف کے بدلنے سے کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے۔ کسی کے امکان میں نہیں یا

کہ قرآن کا ایک لفظ ہٹا کر اوس موقع کے لحاظ سے اس مفہوم کے موافق دوسرا لفظ رکھدے حدیث میں ہم معنی لفظ آنے سے بہت کم مفہوم بدلتا ہے۔ قرآن کی طرح حفاظت حدیث کا سوال کوئی قرآن پر ایمان رکھنے والا کوئی اہل کتاب نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ وحی متلو توریت زبور انجیل کی حفاظت بھی خدا نے مثل قرآن کے نہیں کرائی۔ پھر وحی غیر متلو کے لئے اس قسم کا اہتمام کیوں کیا جاتا۔

خدا اور رسول کے کلام کا فرق بھی اس حفاظت کے سوال کو حل کرتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو حدیث کی حفاظت اگرچہ قرآن کی طرح نہیں ہوئی مگر ایسے بینظیر طریق پر ہوئی ہے جو ایک معجزہ ہے۔

رسول کریم کے عہد میں قران کے حفاظ تھے۔ سارا قرآن سبکو یاد نہ تھا۔ بعض ایک ایک دو دو سورتوں کے حافظ تھے۔ حدیث کے حفاظ بھی تھے۔ ابوہریرہ ایک ثلث شب حفظ حدیث میں صرف کرتے تھے۔ اُونسے (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں۔ تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے ان میں سے نصف ان کی روایات ہیں۔

سمرہ بن جندب حدیثیں حفظ کرتے تھے۔ جس طرح تھوڑا بہت قرآن بہت سے صحابہ کو حفظ تھا۔ اسی طرح تھوڑی بہت حدیثیں بھی سبھی کو یاد تھیں۔

اُن اصحاب کی تعداد گیارہ ہزار ہے جنہوں نے کسی نہ کسی طرح اقوال و احوال رسول کریم کو اُمت تک پہونچایا ہے۔ اِن تمام حدیثوں کا کوئی ایک حافظ نہ تھا۔

جس طرح قرآن کی مختلف سورتیں مختلف اصحاب کے پاس لکھی ہوئی تھیں اسی طرح حدیثیں بھی صحابہ کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ جس طرح ابوبکر و عمر نے قرآنی آیتوں کو شہادت لیکر قبول کیا اسی طرح حدیثوں کو قبول کیا۔

• جس جرات و ہمت و صداقت سے صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے حدیثوں کو آنے والی نسلوں تک پہونچایا ہے۔ دنیا کی تاریخ اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ حدیث کی حفاظت

وتدوین کے لئے قریب سو کے فنون ایجاد ہوئے۔ لق و دق میدان بحر و بر، کوہ و صحرا چھان مارے ایک ایک حدیث کیلئے بے آب و گیاہ میدانوں میں مہینوں کا سفر کیا۔ حدیث کی جانچ کیلئے ایسے سخت اور معقول شرائط قایم کئے کہ جس سے زیادہ عقول بشری تجویز نہیں کر سکتیں۔ راویوں، اقسام حدیث، کتابوں کے طبقات سب قایم کر دئے موضوعات اور وضاعوں کو نام بنام گنا دیا۔ اگر کسی شخص کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے اور وہ توبہ کرے تو اس کی شہادت تو قبول ہے مگر حدیث قبول نہیں۔ جھوٹ بولنا تو ایکطرف متہم بالکذب کی حدیث بھی قبول نہیں کیجاتی۔ امام بخاری نے ایک ادنیٰ شبہ پر ایک شخص سے دس ہزار حدیثیں چھوڑ دیں۔ راویوں کے حالات کو اس طرح کھولدیا ہے کہ کسی شک وشبہ کی گنجایش نہیں رہتی جس روایت میں علی بن مدینی۔ یحیی بن معین۔ عبداللہ بن مبارک ہوں گے وہ اعلیٰ درجہ کی ہوگی جس روایت میں محمد بن اسحق ہونگے وہ ضعیف ہوگی جس روایت میں ابن عکاشہ کرمانی ہوگا وہ موضوع ہوگی۔

سب سے بہتر بخاری کی حدیثیں ہیں پھر مسلم کی، اس کے بعد دیگر کتب صحاح کی، ان کے بعد اور حدیث کی کتابوں کی درجہ بدرجہ، اس کی تفصیل کسی جگہ ہے۔ اسی طرح موضوعات کی تفصیل بھی لکھی گئی ہے۔

حدیث کے حفاظ بھی کثیر تعداد میں ہوئے ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں اُن کا مفصل ذکر ہے۔

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ، حافظ ابوزرعہ کو سات لاکھ۔ یحیی بن معین کو دس لاکھ امام مسلم کو تین لاکھ، امام ابوداؤد کو پانچ لاکھ۔ حافظ ابو بکر کو ایک لاکھ۔ حافظ ابوالعباس کو تین لاکھ سے زاید۔ اسحاق ابن راہویہ کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں یہ ہم نے دو چار حضرات کی تفصیل لکھدی ہے۔ باقی اور بہت سے حفاظ حدیث کا اس کتاب میں ذکر ہوگا۔

(۷) یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور علیہ السلام عادات و مباحات و سنن میں ایک امر کے

پابند نہ رہتے تھے اور نہ یہ پابندی ممکن تھی۔ ائمہ نے اخیر زمانہ کے اقوال و افعال کو حجت گردانا ہے
ایک مسئلہ پر متعدد روایات کا ہونا مضر نہیں مفید ہے۔ کہ ایک حکم پر عمل کرنے کی چند صورتیں
پیدا ہو گئیں اگر یہ روایتیں نہ ہوتیں تو تکلیف کا باعث ہوتا۔

(۸) اس کے متعلق علیحدہ مضمون ہے۔

(۹) حدیث و تاریخ کے متعلق علیحدہ مضمون ہے۔ حدیث و تاریخ میں یہ فرق ہے کہ علم حدیث ایک صحیح علم ہے۔ علم تاریخ مشتبہ علم ہے ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

(۱۰) بہت سے معاملات عدالتوں میں اخبار احاد سے پیش ہوتے ہیں اور تسلیم کئے جاتے ہیں۔ اگر جج ہر شاہد کو جھوٹا سمجھے اور ہر شہادت کی تلاش حد تواتر تک کرے تو دنیا کے کام درہم برہم ہو جائیں۔ ہر شخص صرف خبر واحد یعنی اپنی ماں کے بیان سے اس امر پر یقین کرتا ہے کہ وہ فلاں شخص کی اولاد ہے۔

اکثر خبر واحد کو قوی قرینہ کی بنا پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ قرآن مجید کا کلام الہی ہونا ہم کو صرف خبر واحد سے معلوم ہوا۔ رسول کریم کی صدق و راستبازی پر نظر کرکے تصدیق کو تکذیب پر ترجیح دی گئی۔ یہی صورت احادیث میں ہے۔

وہ شہادتیں جن کی بنا پر قرآن ایک مسلمان کے خون کو مباح کرتا ہے اُن پر یقین ظن ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مشاہدہ عینی و تجربہ حسّی کے سوا دنیا میں کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے جو مفید یقین ہو سکتا ہو۔ تواتر کو بھی محض اس قیاس کی بنا پر یقینی سمجھا جاتا ہے کہ بہت سے آدمیوں کا جھوٹ پر متفق ہو جانا مستبعد ہے۔

یہ خیال بھی غلط ہے کہ متواتر حدیثیں کم ہیں۔ کتب احادیث جو علمائے عصر میں متداول ہیں اُن کا انتساب جس مصنف کی طرف کیا جاتا ہے وہ ایک یقینی امر ہے پس مصنفین اگر انہیں کتابوں میں متفق ہو کر ایک حدیث کو اس قدر رُوات سے روایت کریں، کہ عادتاً اُن کا جھوٹ پر متفق ہونا یا اتفاقاً اُن سے جھوٹ کا سرزد ہونا ممکن نہ ہو تو لاریب وہ حدیث متواتر ہوگی

اور ضرور اس کا انتساب قایل کی طرف بطور علم یقینی کے ہوگا۔ ایسی حدیثیں کتب حدیث میں کثرت سے ہیں۔

(۱۱) وحی متلو اور وحی غیر متلو دونوں کا تعلق مسائل سے ہے نہ تمام دنیوی امور سے رسول کریم سے کسی مسئلہ کے تعلیم یا بیان میں سہو و نسیان کا ہونا ثابت نہیں بعض معمولی دنیوی امور میں دو ایک دفعہ ایسا ہوا ہے جیسے ایک خواب کی تعبیر میں آپ کو غلطی لگی مسائل میں کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ وحی کے دونوں قسموں کا تعلق زیادہ تر مسائل و تعلیم سے ہے۔

(۱۲) یہ ایک مغالطہ ہے قرآن مجید مکمل کتاب ہے۔ اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ لیکن ہم کو اس کے سمجھنے کیلئے بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے۔ زبان عرب۔ لغت، صرف نحو۔ وغیرہ وغیرہ بغیر ان علوم میں دستگاہ پیدا کئے ہوئے قرآن کس طرح سمجھ میں آسکتا ہے اسی طرح اس کے اصل منشا کو معلوم کرنے کیلئے ہمیں اس مقدس ذات کے اقوال و افعال کی ضرورت ہے جس نے منجانب اللہ اس کلام پاک کو پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس سے بہتر کوئی منشا کا سمجھنے والا نہیں ہوسکتا۔ اور ہمارا علم و فہم فراست باہم متفاوت ہے اس لئے ہم کو درمیان میں ایک حکم کی ضرورت ہے۔

اس اعتراض کی بنا پر کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ خدا قادر مطلق نہیں کیونکہ وہ اپنا پیام بندوں تک پہنچانے میں جبریل اور رسول کا محتاج بنا، اگر قادر مطلق ہوتا تو اپنے بندوں میں سے ہر ایک کو اپنے احکام سے آگاہ کردیتا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک کی طرف سے جو کچھ انسان کو عطا ہوا ہے وہ ایک ضابطہ اور قانون کے تحت میں ہے۔ خدا نے جبریل کیواسطے سے قرآن رسول تک پہونچایا۔ رسول نے بندوں کو پہونچایا چونکہ بندوں کی تعداد بہت تھی اور فہم و فراست میں متفاوت تھے اسلئے ان اصول کی تشریح کرکے سمجھا دیا۔

باوجود تفصیلاً لکل شئی پر اصرار کے شیخ عبداللہ چکڑالوی نے قرآن مجید میں مجاز وکنایہ

بہت ہی تسلیم کیا ہے۔ اس صورت میں اور زیادہ حدیث کی ضرورت ہے کہ مجاز و کنایہ کی تشریح وہی شخص کرے جو اس کا لانے والا ہے قرآن مجید میں کئی جگہ ارشاد ہے هو الذی انزل علیك الكتب منه ایت محكمات هن ام الكتب واخر متشابهات اللہ نے کتاب اتاری جس میں کچھ آیات محکم ہیں اور کچھ متشابہات ہیں) محکم یعنی واضح المعنی، صریح الدلالۃ۔ متشابہات جن کے معنی واضح نہیں اس لئے ان کے تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے واضح المعنی آیات کے متعلق فرما دیا ہے کہ وہ اصول ہیں ام الکتاب ہیں یعنی اصول کو واضح کر کے بیان کر دیا۔ متشابہات یعنی فروع کی توضیح نہیں کی۔ اس کی توضیح اس شخص پر چھوڑی جو کتاب کو پیش کر رہا ہے۔ فروع کی توضیح کی صورت میں کتاب حد تحمل بشری سے بڑھ جاتی۔

خلفا و حکام نے وضع و تدلیس کو روکا

خلیفہ مہدی عباسی (المتوفی سنہ ۱۶۹ھ) کو کبوتر اڑانے کا شوق تھا۔ ایکدن خلیفہ کبوتر اڑا رہا تھا۔ غیاث بن ابراہیم آیا۔ اُس نے کہا ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے لا سبق الا فی نصل او خف او حافر او جناح۔ گھوڑوں اونٹوں کبوتروں کے سوا اور کسی چیز میں دوڑ جائز نہیں) حدیث میں کبوتر کا نام نہ تھا۔ یہ اُس نے خلیفہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے بڑھایا۔ خلیفہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے کبوتر اُس نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے۔ اور حکم دیا کہ تمام کبوتر ذبح کر دئے جائیں۔ (تاریخ الخلفاء)

مقاتل بن سلیمان نے خلیفہ مہدی سے کہا میں تمہارے لئے حدیثیں وضع کر دوں خلیفہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں (تدریب الراوی)

○ خلیفہ ہارون رشید (المتوفی سنہ ۱۹۳ھ) کے حضور میں ایک شخص پیش کیا گیا کہ یہ حدیثیں وضع کرتا ہے خلیفہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا اس نے کہا امیر المومنین مجھ کو آپ

قتل کردیں گے مگر ان چار ہزار حدیثوں کو کیا کریں گے جو میں نے رسول کیطرف منسوب کر کے مشہور کر دی ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو عبداللہ بن مبارک اور ابو اسحق فزاری کو بھی جانتا ہے وہ موضوعات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینکدیں گے (موضوعات کبیر ملا علی قاری)

ایک شخص نے مکہ میں ایک موضوع حدیث بیان کی۔ ابن حبان محدث نے اسکو ٹوکا اور کہا بادشاہ کو اطلاع کیجائے گی۔ اس نے فوراً توبہ کی۔ (میزان الاعتدال)

ابن ابی العوجاء عبدالکریم ظاہراً ایک متقی شخص تھا اور بڑا دولتمند تھا۔ محمد بن سلیمان ابن علی گورنر کوفہ کو معلوم ہوا کہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے اس لیئے اس کو گرفتار کرلیا اسکی ظاہری پرہیزگاری اور دولتمندی کیوجہ سے لوگوں نے اوس کی سفارش کی لیکن گورنر نے ایک نہ سُنی پھر گورنر کو ایک لاکھ رشوت دینی چاہی اس نے اس کو بھی رد کردیا اسکے بعد عبدالکریم نے بعض عہدیداروں سے سازباز کر کے خلیفہ سے حکم امتناعی جاری کرایا مگر گورنر نے کچھ پروانہ کی اور اس کو قتل کرادیا۔ اس نے بوقت قتل اقرار کیا کہ میں نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔ (طبری جلد ۹ و ابن الاثیر)

سلطنت کا اثر علم حدیث پر

خلفائے راشدین کی طرف تو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے حدیثیں وضع کرائی ہوں گی یا وضع حدیث سے خوش ہوئے ہوں گے پہلے دو حضرات تو روایت کے معاملہ میں سخت تھے آخر کے دونوں حضرات نے بربنائے ضرورت و مصلحت اس روک کو اٹھا دیا تھا۔ امیر معاویہ بھی اس معاملہ میں سخت تھے انہوں نے حکم دیا تھا کہ حضرت عمر کے عہد کی حدیثوں کو لکھا جائے (مسلم) یزید عنید امور خیر و صلاح سے بے بہرہ تھا اس کا اسطرف کسی طرح بھی توجہ کرنا کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔ مروان نے حضرت زید بن ثابت کی حدیثیں لکھائیں (مسند دارمی) بنی امیہ حضرت علی کے مخالف تھے۔ اگر محدثین نے

بنی اُمیہ کی سیاسی اغراض کا لحاظ کیا ہوتا تو حدیث کی کتابوں میں حضرت علی کے مثالب اور امیر معاویہ کے مناقب بھرے ہوئے ہوتے۔ اور خلفائے عباسیہ بنی اُمیہ کے مثالب اور حضرت عباس کے مناقب میں ہزار ہا حدیثیں وضع کرا دیتے۔

حدیث کا ذخیرہ اس قسم کی روایات سے خالی ہے اگر شاذ و نادر کوئی روایت ہے تو اس کو محدثین نے موضوعات وضعاف وغیرہ میں شامل کیا ہے۔

اسی طرح سادات، فاطمئین وعلوئین کے مناقب واستحقاق میں حدیثیں ہوتیں۔ بعض خلفا نے درپردہ ضرور اس قسم کی خواہش کی مگر محدثین نے سختی سے ان کی خواہش کو رد کیا واقعہ افک کے متعلق قرآن مجید میں ہے (والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم جس نے اس الزام میں بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے دردناک عذاب ہے) بعض خلفائے بنی امیہ کا منشا تھا کہ اس میں حضرت علی کو شامل کریں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے امام زہری سے سوال کیا کہ آپ کو یہ روایت پہونچی ہے کہ واقعہ افک میں علی بھی شریک تھے، انہوں نے کہا نہیں۔ تمہاری ہی قوم کے دو آدمیوں یعنی ابوسلمہ بن عبدالرحمن و ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث نے مجھ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ نے اُن سے فرمایا کہ علی اس الزام سے بَری تھے۔ (صحیح بخاری) خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے سلیمان بن یسار سے کہا (الذی تولی کبرہ) کون ہے انہوں نے کہا عبداللہ بن اُبی۔ خلیفہ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو علی ہیں پھر امام زہری آگئے اُن سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ خلیفہ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو امام نے اس پر خلیفہ کو سخت جواب دیا، خلیفہ نے ہنسکر کہا ہم نے اس بڈھے کو غصہ دلا دیا۔ (تہذیب التہذیب)

اگر رواتِ حدیث خلفا کے تقرب و خوشنودی کے طالب ہوتے تو اہل بیت سے روایت نہ کرتے حالانکہ سلسلہ اسناد میں امام نسائی کے نزدیک جو چار سلسلے سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان میں ایک سلسلہ وہ ہے جس میں اہل بیت کے سوا کوئی نہیں (الزھری عن علی بن الحسین

عن امیہ عن جابر (تہذیب التہذیب)

امام زین العابدین کی روایت جو امام حسین یا حضرت علی سے ہو اصح الاسانید کہلاتی ہے
امام اعمش کو خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے خط لکھا کہ آپ حضرت عثمان کے مناقب اور حضرت
علی کے معایب لکھکر بھیجدیں امام نے وہ خط بکری کے آگے ڈال دیا۔ بکری چبا گئی اور قاصد سے
کہا خلیفہ سے کہدینا کہ یہی تمہارا جواب ہے قاصد نے عاجزی سے کہا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے
کہ اگر تو اس کا جواب نہ لایا تو قتل کردوں گا۔ جب اس نے بہت کچھ کہا تو امام نے جواب
میں لکھا کہ اگر عثمان میں تمام دنیا کی خوبیاں ہوں تو وہ تیرے لئے مفید نہیں۔ علی میں تمام دنیا
کی برائیاں ہوں تو تیرے لئے مضر نہیں صرف اپنی ذات کا خیال رکھ (ابن خلکان)

مشہور ظالم و خونخوار حجاج بن یوسف نے کہا کہ امام حسین رسول کریم کی ذریت میں شامل نہ تھے
یحیی بن معمر محدث موجود تھے۔ انہوں نے کہا اے امیر تو جھوٹ کہتا ہے حجاج نے کہا قرآن سے
ثابت کرو ورنہ قتل کردوں گا انہوں نے یہ آیت پڑھی (ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب
ویوسف وموسی وهارون وکذلك نجزی المحسنین وزکریا ویحیی وعیسی والیاس
اسی کی نسل سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسی، ہارون ہیں ان سب کو ہم نے
راہ راست دکھائی ہے۔ ہم اہل اخلاص کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں ذکریا، یحیی، عیسی، الیاس کو)
کہا ارشاد الہی کی بموجب حضرت عیسی ماں کی ذریعہ سے نسل آدم میں شامل ہیں۔ اسی طرح
ماں کے ذریعہ سے حسین نسل رسول میں ہیں۔ حجاج شرمندہ ہوا اور کہا کہ یہ سچ ہے مگر تم نے
مجھے سر دربار جھٹلایا یہ جرم قایم کرکے ان کو خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا (سنن کبری للبیہقی)

عبداللہ بن علی (عباسی خلیفہ سفاح کا چچا) جب بنی امیہ کو قتل کرکے تخت پر بیٹھا تو امام
اوزاعی کو بلاکر دریافت کیا کہ بنی امیہ کو جو ہم نے قتل کیا ہے تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے
امام نے کہا ان کا خون تم پر حرام تھا یہ سنکر خلیفہ بہت برہم ہوا اور انکو نکلوا دیا (تذکرۃ الحفاظ)
خلیفہ منصور عباسی نے امام مالک کو حکم دیا کہ طلاق جبری کے عدم اعتبار کا فتوی نہ دیں کیونکہ

اس نظریہ سے خلیفہ کی جبری بیعت ناجائز ہوتی تھی امام مالکؒ نے اس حکم پر عمل نکیا اُس نے ایسی سخت سزا دی کہ امام صاحب تاحیات مبتلائے مصیبت رہے۔ امام احمد بن حنبل اور اور محدثین نے مسئلہ خلق قرآن میں خلفا کی مخالفت کی امام صاحب قید کئے گئے بہت سے محدثین قتل کئے گئے۔ خلیفہ مامون رشید اور اُس کے جانشین باوجود شدید مظالم کے مسئلہ خلق قرآن کو محدثین سے تسلیم نہ کرا سکے۔

محدثین اور ائمہ اکثر سلاطین کی صحبت سے نفرت کرتے تھے اور ان کے عہدوں اور انعامات کو رد کرتے تھے۔ امام اعظمؒ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں مگر انہوں نے عہدہ قبول نکیا سعید بن مسیب کو خلیفہ نے تیس ہزار درہم بھیجے انہوں نے انکار کردیا (ابن خلکان) خلیفہ سفاح نے محدث ربیعہ رائی کو مال بھیجا انہوں نے واپس کردیا (تذکرۃ الحفاظ) خلیفہ مامون رشید اور جعفر بن یحیی برمکی وزیر نے دس ہزار اور ایک لاکھ کی رقم عیسی بن یونس کو بھیجی انہوں نے واپس کردی۔ (تذکرۃ الحفاظ)۔

خلیفہ مکتفی باللہ نے امام محمد بن جریر طبری کو ایک کتاب پر انعام دینا چاہا انہوں نے انکار کردیا (تذکرۃ الحفاظ) امیر یمن نے طاؤس بن کیسان محدث کو پانچسو دینار بھیجے انہوں نے قبول نکئے (تذکرۃ الحفاظ) حضرت سالم بن عبداللہ تابعی کو خانہ کعبہ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک ملا اور کہا اپنی حاجت مجھ سے طلب کیجیے۔ انہوں نے کہا کہ میں خدا کے گھر میں خدا کے سوا کسی سے نہیں مانگتا (تذکرۃ الحفاظ) قاضی معاذ بن معاذ نے محدث عفان بن مسلم کو دس ہزار اشرفیاں اس لئے دینی چاہیں کہ وہ فلاں شخص پر جرح نکریں انہوں نے انکار کردیا اور کہا میں حق کو باطل نکروں گا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

غرض محدثین نہ کسی سے مرعوب ہوتے تھے نہ طامع تھے نہ جاہ طلب تھے۔ جب یہ باتیں نہ تھیں تو وہ کیوں حدیثیں وضع کرتے۔

ہاں بعض جاہ طلب ایسے ضرور تھے کہ انہوں نے امرا کی خوشنودی کے لئے حدیثیں

حدیثیں گھڑی ہیں مگر محدثین نے اسی وقت اُن کی قلعی کھول دی اوران کو متروک الحدیث قرار دیا۔ خلیفہ ہارون رشید جب مدینہ آیا تو اس کا جی چاہا کہ قبا و کمر بند پہن کر ممبر رسول پر کھڑا ہو کر خطبہ دے لیکن ہمت نہ ہوئی۔ اس پر ابوالبختری نے ایک روایت سنائی کہ حضرت جبریل رسول کریم کی خدمت میں قبا و کمر بند اور خنجر لگائے ہوئے آئے لیکن اسی وقت ایک شاعر نے جس کا نام معافی تیمی تھا چند اشعار میں اسکی تکذیب کی۔ جب ابوالبختری نے ایک درس میں اس کو بیان کیا تو یحیی بن معین محدث نے کہا او دشمن خدا کیوں رسول کریم پر جھوٹ بولتا ہے۔ اس پر پولیس نے اِن کو گرفتار کر لیا مگر پھر چھوڑ دیا (ابن خلکان) ابوالبختری کو محدثین نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

غیر مسلموں کے اعتراضات حدیث پر

سر ولیم میور نے حدیث کی بحث میں لکھا ہے۔ محمد کی وفات کے بعد اُن کے پیرؤں کا سب سے بڑا مشغلہ جنگ تھا۔ لمبی تھکا دینے والی مہمات جنگی کی ثقالت اور ایک جنگ سے دوسری جنگ تک بیکاری کا وقفہ ایک سادہ اور نیم وحشی قوم کے لئے غفلت شعاری کا موجب تھا۔ اسی ثقالت کو دور کرنے کا علاج اور ان وقفوں کا شغل بے تکلف بات چیت یا باقاعدہ گفتگو میں گذشتہ واقعات کی یاد تھی ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ پرجوش گفتگو کا مضمون سوائے اُس شخص کے اقوال و افعال کے اور کیا ہو سکتا تھا جو اس فاتح قوم کے وجود میں آنے کا باعث ہوا اور جس نے ان کے ہاتھ میں دنیا اور بہشت دونوں کی کنجیاں دیدی تھیں اس طرح پر محمد کے پیرؤں کی گفتگو زیادہ تر انہی کے متعلق ہوتی تھی یہ وہ مواد تھا جس سے حدیث نے خوب ترقی کی (لائف آف محمد)

مسٹر میور نے اسلام پر بہت سے اعتراضات کئے ہیں، اُن کے جوابات مسلمانوں کی طرف سے لکھے جا چکے ہیں۔ مسلمان نیم وحشی تھے یا کیا؟ اس کے جواب کا یہ موقع نہیں اور

اس کا جواب ہو بھی چکا ہے۔ اس کا فیصلہ تاریخ پر ہے کہ اس خطاب کے مستحق وہ مسلمان ہیں کہ جنہوں نے عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیا، علوم و فنون کی بنیاد قایم کی، یا وہ عیسائی حکمران ہیں کہ جن کے ممالک چھٹی و ساتویں صدی عیسوی میں بداخلاقیوں اور جرائم اور ظلم وستم کے مرکز بنے ہوئے تھے جن کا تذکرہ خود عیسائی مورخین نے کیا ہے۔

میرے نزدیک اس بیان میں کوئی امر قابل جواب نہیں۔ اصحاب رسول کا آپ کے واقعات کو بار بار یاد کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے اقوال و افعال صحت کیساتھ محفوظ کر لئے گئے۔ اور آپ کے اقوال و افعال کو یاد رکھنے کی ضرورت بھی تھی۔ کیونکہ ہدایت و قوانین کا یہی تو سرچشمہ تھے۔ جنگجو اصحاب کا روایت حدیث میں مشغول ہونا بھی کوئی امر معیوب نہیں اس سے تو ان کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ حق کی علمی و عملی دونوں طرح خدمت انجام دیتے تھے اگرچہ یہ غلط ہے اور تاریخ کے خلاف ہے کیونکہ جنگ کرنے والے اصحاب کی روایتیں بہت ہی کم ہیں۔ حدیث روایت کرنے والے اصحاب کے چار طبقہ ہیں۔ مکثرین۔ متوسطین مقلین۔ اقلین۔

اقلین وہ ہیں جنکی روایتیں چالیس سے کم ہیں۔ مشہور اسلامی جنرل خالد بن ولید اور زید بن حارثہ اقلین میں ہیں، ابوعبیدہ۔ ضرار بن الازور۔ عکرمہ۔ ابوسفیان۔ یزید بن ابی سفیان یہ صاحبان کسی درجہ میں بھی نہیں۔ ابوسفیان کی صرف ایک حدیث بخاری میں ہے حدیث بیان کرنے والے حدیث لکھنے والے وہ اصحاب تھے جو میدان جنگ کے مشاہیر میں نہ تھے۔ ابوہریرہ۔ ابن عباس، عائشہ۔ ابن عمر، جابر۔ انس۔ ابوسعید خدری اول درجہ کے راوی ہیں۔

بخاری میں ابوہریرہ کی (۴۴۶) ابن عمر کی (۲۷۰) انس کی (۲۶۸) عائشہ کی (۲۴۲)، ابن عباس کی (۲۱۷) عمر فاروق کی (۶۰) علی مرتضیٰ کی (۲۹) ابوبکر صدیق کی (۲۲) عثمان غنی کی (۹) دیگر صحابیات کی (۲۴۲) ابوسفیان کی (۱) روایتیں ہیں

علی مرتضیٰ اور عمر فاروق متوسطین میں ہیں یعنی اوسط درجہ کے راویوں میں سے۔
رسول کریم کے بعد یہ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابو بکر صدیق اور عثمان غنی مقلین میں یعنی درجہ سوم کے راویوں میں سے ہیں یہ بھی حضور کے بعد کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے لہذا یہ خیال غلط ہے کہ جنگجو لوگ جنگ سے فارغ ہو کر روایت حدیث کرتے تھے اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا حرج ہے جب وہ رسول کریم کے صحابی تھے تو ان کے اقوال و افعال کو یاد رکھنا، ان کی اشاعت کرنا ان پر فرض تھا۔ رسول کے اقوال ہی تو بیان کرتے تھے دل سے تو نہ گھڑتے تھے۔ یہ تو معترض کو بھی تسلیم ہے، دوسری جگہ اسی کتاب میں اسی معترض نے لکھا ہے کہ رسول کریم کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی لوگ اس کے حالات کو شوق سے یاد رکھتے تھے۔ یہ تو خوبی کی بات تھی۔ مسٹر میور اسکو عیب سمجھے۔ دوسری جگہ مسٹر میور نے ڈاکٹر اسپرنگر کی رائے نقل کی ہے۔

جن اصول و قواعد کی پیروی اس نے (امام بخاری) کی اُن پر تنقید کا نام چسپاں نہیں ہو سکتا وہ صرف یہ دیکھتا تھا کہ راویوں کا سلسلہ پورا ہے یعنی منقطع نہیں ہو جاتا اور ان راویوں کے چال چلن کو دیکھ لیتا تھا اور چونکہ ایک قاعدہ اُس نے یہ بھی مقرر کیا ہوا تھا کہ جو حدیث اُس کے اپنے متعصبانہ خیالات کے مطابق نہ ہو اُسے رد کر دیتا تھا۔ اس لئے اس کے کسی حدیث کو رد کر دینے سے یہ نتیجہ کسی صورت میں نہیں نکل سکتا کہ وہ حدیث واقعی نا قابل اعتبار ہے مگر اس کی جامع دوسری مسندوں میں یہ امتیاز ضرور رکھتی ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کا پیرو نہ تھا بلکہ صرف حدیثوں کی فرضی صحت اور راویوں کی راستبازی وغیرہ پر ہی سارا دار مدار کرتا تھا۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے صرف شرائط بخاری کو دیکھکر یہ رائے قایم کی ہے اور اصول حدیث سے ان کو واقفیت نہیں اس لئے یہ لکھدیا کہ امام بخاری صرف روایت کے پابند تھے اصول درایت سے کام نہ لیتے تھے۔

حدیث کی تنقید کے دو طریقے تھے، ایک درایت، دوسرے روایت، درایت کے اصول قرآن و حدیث و تعامل صحابہ میں موجود ہیں اُن سے تو سبھی محدث اور امام کام لیتے ہیں اُن کے گھڑنے کی کسی کو ضرورت نہیں۔ اصول روایت ہر محدث کو اپنے مقرر کرنے پڑتے ہیں کہ وہ کن قواعد و ضوابط کے تحت میں اپنی ذات تک پہونچنے والے سلسلے کو قابل یقین تصور کرتا ہے ان اصولوں میں ائمہ میں اختلاف ہے امام بخاری کے اصول اور ہیں امام مسلم کے اور ہیں۔ دوسرے ائمہ کے اور ہیں، ان کا مدار تو محدث کے اطمینان پر ہے کہ وہ کس کس قسم کے اشخاص کی اور کس کس طرح روایت کو صحیح تسلیم کر سکتا ہے اس لئے ہر امام اور محدث کو اپنی ذات تک پہونچنے والے سلسلے کی درستی کی فکر ہوتی ہے اور ان کو وہ ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو رائے قایم کرنے کا موقع ملے، اصول درایت تو قطعی اور پختہ ہیں اُن کو دیکھنا ہی پڑتا ہے ان کا کیا ذکر اگر آج کوئی شخص حدیث کی کتاب تصنیف کرنے لگے تو وہ اپنی سلسلہ روایت کی درستی کی فکر کریگا نہ اصول درایت کی وہ تو پہلے ہی سے مقرر شدہ اور ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب میں صحیح حدیثوں کے لینے کا التزام کیا تھا۔ تمام صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا قصد نہیں کیا تھا۔ اسکو انہوں نے خود ظاہر کر دیا ہے کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔

امام بخاری شافعی المذہب تھے۔ مسٹر اسپرنگر کو رائے لکھنے سے پہلے اصول حدیث اور حالات محدثین سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے تھی۔ اور اگر بالفرض وہ کسی کے مقلد نہ تھے تو اس سے ڈاکٹر صاحب کے اعتراض کو کیا تقویت ہوتی ہے بہت سے محدث خود مجتہد و صاحب مذہب ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ امام بخاری نے راویوں کی راستبازی کی جانچ کی۔ راستبازوں کے بیان کو فرضی قرار دینا یہ ڈاکٹر صاحب ہی کا کام ہے۔ روایات کی جانچ میں سختی کرنا اسکو تعصب پر محمول کرنا دانشمندی کے خلاف ہے۔

ہر مصنف اپنی کتاب کے ابواب و فصول تجویز کرتا ہے اسی کے موافق مواد لیتا ہے اُوسکی

ضرورت سے جو زاید ہوتا ہے اس کو وہ زیادہ سمجھکر چھوڑ دیتا ہے۔ ناکارہ نہیں سمجھتا۔

مسٹر میور لکھتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ محدثین کسی قسم کی تنقید کو کام میں لاتے تھے اور وہ بھی ایسی سختی سے کہ بحساب اوسط انہوں نے فیصدی ننالنیے کو ناقابل اعتبار ٹھیرایا لیکن یورپین ناظرین سخت دہوکہ کھائیں گے اگر وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ تنقید باوجود اسقدر سختی کے صحیح معنوں میں ایک کامل اور صحیح تحقیقات حدیث کے متعلق تھی محدثین کے نزدیک کسی حدیث کے قابل اعتبار ہونے کیلئے اس حدیث کے نفس مضمون کو نہ دیکھا جاتا تھا بلکہ صرف ان ناموں کو دیکھا جاتا تھا جو اس حدیث کے بیان کرنے والے ہوتے تھے، ان کے نزدیک صحیح احادیث کی سند پہلے کسی صحابی سے ملنی چاہیے اور پھر راویوں کے ایک لمبے سلسلے میں ہر ایک راوی کی صداقت پر اس کی بنا ہوتی تھی۔ اگر ان راویوں کی صداقت پر کوئی الزام عاید نہ ہو سکے تو حدیث قبول کرنی چاہیے نفس مضمون میں کوئی بات خواہ کیسی ہی بعید از قیاس کیوں نہ پائی جاتی ہو وہ ایسی حدیث کے اعتبار کو نہیں کرا سکتی۔ محدثین بجز تنقید میں کھلی کھلی شناوری نکرتے تھے بلکہ اس ایک ہی قاعدے کے غلام ہو گئے تھے۔ اندرونی شہادت پر جرح کرنے کی ان کو قطعاً جرأت نہ تھی

(لائف آف محمد)

مسٹر میور نے محدثین کی سخت جانچ کو بھی قبول کیا ہے۔ راویوں کی راستبازی کا بھی اقرار کیا ہے باقی اعتراض اُن کا اصول درایت سے ناواقفیت کے باعث ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو صرف علم الروایۃ کی خبر ہے، علم الدرایۃ کا انہوں نے نام بھی نہیں سُنا ورنہ ایسا نہ کہتے درایت کے سو سے زیادہ قاعدے ہیں کیا کوئی قوم، کوئی علم ان سے بہتر قواعد پیش کر سکتا ہے درایت کے اصول تو قطعی تھے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور تعامل صحابہ سے ثابت تھے، اُن کے ذکر کی کسی کو ضرورت ہی نہ تھی۔ پہلے تو انہیں سے حدیث کی جانچ ہوتی ہے چونکہ اپنے سلسلہ روایت کی ہر محدث کو فکر ہوتی ہے اور وہ اس کو درست کرتا ہے اور اس کا باربار ذکر کرتا ہے اسلئے مسٹر میور سمجھ گئے کہ بس یہی ایک طریقہ حدیث کی جانچ کا ہے۔

یہ ایک افسوسناک حقیقت ہے کہ علم حدیث کی تاریخ اور اس کے علوم سے ناواقفیت کے باوجود مسٹر میور نے اعتراض کرنے کی جرأت کی اور اگر وہ واقف تھے تو یہ دانستہ خلاف بیانی ایک محقق و مصنف کی شان سے بہت ہی بعید ہے۔

"ننانوے فی صدی حدیثوں کے چھوڑنے کا مطلب بھی مسٹر میور نہیں سمجھ سکے اوّل تو ایسی کوئی نظیر میرے سامنے نہیں، اگر ہو بھی تو چھوڑی ہوئی تمام حدیثوں کو کسی محدث نے غلط نہیں کہا، امام بخاری نے صاف کہا ہے کہ میں نے بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں ہر مصنف نے اپنی تصنیف کی ضرورت کے موافق حدیثیں لی ہیں - ایک صورت ننانوے فیصدی چھوڑنے کی یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک حدیث اگر دس راویوں کے ذریعہ سے ہے تو وہ دس حدیثیں شمار ہونگی، سند کے بدلنے سے، سند میں ایک راوی کے بدلنے سے حدیث بدل جاتی ہے اب ان اسناد میں سے محدث جس سند کو قوی سمجھتا ہے قبول کرتا ہے باقی کو چھوڑ دیتا ہے، مثلاً حدیث انما الاعمال بالنیات اگر کسی کو دس راویوں سے پہونچی ان میں دو قوی اور آٹھ ضعیف تھے اس نے یہ دو سندیں اختیار کرلیں باقی کو ترک کر دیا تو کہا جائیگا کہ دس حدیثوں میں سے دو قبول کیں - حدیثوں کا شمار باعتبار روایت ہے، متن پر نہیں امام بخاری کی تین لاکھ حدیثوں میں نہیں کہا جا سکتا کہ اصل متن کی کیا تعداد ہوگی۔

باقی حدیثیں سب قسم کی ہیں صحیح - ضعیف - موضوع وغیرہ ان میں سے کچھ کا اختیار کرنا اور کچھ کا چھوڑ دینا نہ تعصّب ہے نہ خلاف انصاف،

امام بخاری رح کی بے تعصبی تو اس سے ثابت ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے لیکن شافعی مذہب کے خلاف ان کی کتاب میں حدیثیں موجود ہیں۔

مسٹر میور کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ محدثین کو ایک دوسرے کی تحقیق پر اعتماد نہ تھا کیونکہ ہر محدث نے اپنے اپنے طریق سے تخریج احادیث کی ہے۔

یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو علم حدیث سے قطعاً ناواقف ہو اگر ائمہ کو ایکدوسرے :

اعتماد نہ ہونا تو احادیث کی سند کیونکر چلتی مسٹر میور اختلاف اجتہاد کو عدم اعتماد سمجھ گئے۔ محدثین میں کئی قسم کے مصنف ہوئے ہیں۔

ایک وہ کہ جنہوں نے کسی خاص مقام یا خاص طبقہ کی احادیث جمع کی ہیں۔ مثلاً امام مالکؒ کہ انہوں نے صرف اہل حجاز کی حدیثیں جمع کی ہیں اور یہ انہوں نے کہیں نہیں لکھا کہ اس کے سوا تمام حدیثیں جھوٹی ہیں۔

امام بخاری نے ہر مقام اور ہر قسم کی حدیثیں لی ہیں۔ بعض نے کسی خاص عنوان کے ماتحت حدیثوں کو جمع کیا ہے۔ اسی وجہ سے تصانیف حدیث کے علیحدہ علیحدہ اقسام مقرر ہوئے ہیں معاجم، مسانید، جوامع، رسالہ، اجزا وغیرہ۔ محدثین نے ایک دوسرے کو جھوٹا نہیں سمجھا بلکہ وہ ایکدوسرے کا احترام کرتے تھے اور ان کو پیشوا اور مقتدا جانتے تھے۔ امام مالکؒ سے امام ابوحنیفہ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا کہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ امام ابوداؤد نے امام ابوحنیفہ کی مدح کی ہے۔ اسی کتاب سے معلوم ہوگا کہ محدثین ایکدوسرے کے مداح رہے ہیں، ہاں اُن میں اختلاف رائے ضرور ہوا ہے جس کا ہونا بھی ضروری تھا۔

امام مالک کی تمام مرفوع حدیثیں امام بخاری اور امام مسلم نے لی ہیں اگر ایکدوسرے کو جھوٹا سمجھتے تو کیوں لیتے۔

محدثین میں اختلاف محض اصول اجتہاد و اختلاف رائے سے تھا نفسانیت کو دخل نہ تھا کسی نے حدیث لینے کے شرائط مقرر کیے، دوسرے نے اس کو سخت سمجھا اُس نے اسمیں نرمی کی کسی نے نرم شرائط رکھے دوسرے نے ان کو سخت کیا، امام بخاری نے راوی و مروی عنہ کے لقا کو ضروری قرار دیا ہے۔ امام مسلم نے معاصرت کو کافی سمجھا ہے۔ بخاری نے صرف اُن رُوات کو لیا ہے جنکی ثقاہت پر اتفاق سمجھا ہے۔ نسائی نے ان کو بھی لیا ہے جنکی عدم ثقاہت پر اتفاق نہیں۔ امام بخاری و مسلم روایت لینے میں عمر کی قید نہیں لگاتے۔ امام مالک رم بوڑھوں سے حدیث نہیں لیتے۔

امام مالک کے دادا مالک بن عامر ثقات رواۃ میں تھے، ان کی وفات کے وقت امام صاحب کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ سالم بن عبداللہ و سلیمان بن یسار دونوں فقہائے سبعہ مدینہ میں سے ہیں اور مسلم الثبوت ثقہ ہیں۔ ان دونوں کی وفات کے وقت امام مالک کی عمر ۱۶ و ۱۷ سال کی تھی مگر ان تینوں سے امام مالک نے روایت نہیں لی۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ وہ ننلو اور اس سے زیادہ عمر کو پہنچ گئے تھے ایسے بوڑھوں کی روایت لینی نہیں چاہیئے۔ امام مسلم کو امام بخاری کے اُصول روایت سے اختلاف تھا۔ اس سے یہ مطلب نکالنا کہ اُن پر اعتماد نہ تھا علم اصول الروایۃ اور مراتب اجتہاد کو نہ سمجھنے پر دلالت کرتا ہے۔ امام مسلم نے امام بخاری رح پر اعتراض کئے ہیں مگر انہیں سید المحدثین کہا کرتے تھے۔ مسٹر سویر اختلاف رائے و اجتہاد کو عدم اعتماد سمجھے۔ واہ ع سمجھے بھی تو کیا سمجھے جانا بھی تو کیا جانا۔

یہ تحقیق اور معلومات ہے اُن مصنفین کی جن کی تحقیق پر آج ہمارے بہت سے بھائیوں کو اعتماد ہے۔

حدیث غیروں کی نظر میں

مسلمان ماہرین ادب، ائمہ فن علما فضلا نے تو احادیث کی جامعیت، فصاحت، بلاغت، ہمہ گیری، محاسن تعلیم کو تسلیم ہی کیا اور بہت کچھ تعریفیں لکھی ہیں لیکن احادیث ختم المرسلین کے غیر مسلم علما و محققین بھی مداح ہیں۔

مشہور مورخ ایڈورڈ گبن رقمطراز ہے۔ ہر ایک بانی کی سیرت سے اس کے تحریری مکاشفات کی تکمیل ہوتی ہے چنانچہ حضرت محمد کی حدیثیں امر حق کی جامع نصیحتیں اور اُن کے افعال مجسم نیکی کے نمونے ہیں۔ (تاریخ زوال رُوم جلد پنجم باب ۵۰)

مشہور روسی فیلسوف ٹالسٹائی نے اپنے ملک و قوم کی اصلاح کیلئے احادیث کا انتخاب کر کے ترجمہ شائع کیا۔

مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کریں گے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج

اس میں پائیں گے۔ (ایک مسیحی نامہ نگار اخبار وطن مصر۔ منقول از تاریخ الفقہ)

ہائمنگر نے ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور حدیث کے رائج ہیں ان سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کے عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے محترز کرنے کیلئے نہیں ہوسکتا (تمدن عرب ڈاکٹر لیبان)

تصدیق حدیث

حدیث میں بہت سی پیشین گوئیاں ہیں جو عہد رسالت سے صدیوں کے بعد پوری ہوئیں لیکن میں یہاں صرف اُن پیشین گوئیوں کا ذکر کروں گا جو تیسری صدی ہجری کے بعد پوری ہوئیں تاکہ کسی مخالف کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ مصنفین کتب نے سابقہ واقعات کی حدیثیں بنا کر شامل کر دی ہیں۔

لیکن پیشین گوئیوں کے بیان سے پہلے یہ ایک نہایت ضروری امر قابل اظہار ہے کہ تمام کتب حدیث میں مذکور ہے کہ رسول کریم نے مہر طیار کرائی تھی اسمیں محمد رسول اللہ اس طرح کندہ تھا کہ اللہ اوپر، وسط میں رسول، نیچے محمد، یہ مہر آپ نے اُن خطوط پر ثبت فرمائی جو امراء اور سلاطین کے نام بھیجے، اُن خطوط کی عبارتیں بھی محدثین نے نقل کی ہیں، ان خطوط میں ایک خط مقوقس شاہ مصر کے نام بھی تھا وہ خط بجنسہ ایک عیسائی خانقاہ (مصر) میں محفوظ تھا۔ ۱۸۵۸ء میں یعنی تقریباً تیرہ صدی بعد یہ خط ایک فرانسیسی سیاح کے ہاتھ لگا اس کے فوٹو جابجا ممالک میں فروخت ہوئے، اب یہ اصل خط قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اس پر اسی طرح مہر ثبت ہے جو کتب حدیث میں مذکور ہے اس خط کی وہی عبارت ہے جو محدثین نے نقل کی ہے۔ اس امر کے منکشف ہونے کے بعد کوئی بڑا ہی ہٹ دھرم ہوگا جو حدیث کی صحت وصداقت اور محدثین کی دیانت پر شبہ کرے گا۔

حدیث کی پیشین گوئیاں ایسی صاف وصریح ہیں اور اس صفائی سے پوری ہوئی ہیں کہ ان کو دیکھکر ہر منصف مزاج کہہ اُٹھیگا کہ بیشک یہ باتیں کسی مامور من اللہ کی زبان سے نکلی

ہیں اور اُس وقت سے اب تک پہونچانے والوں نے ان کو راستی کے ساتھ پہنچایا ہے

(۱) کتب حدیث میں ہے کہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے گا۔ یہ بھی ہے کہ وہ اِک زمانے میں اُن کے قبضہ سے نکل جائیگا جس وقت حدیث کی موجودہ کتابیں تصنیف ہوئیں قسطنطنیہ میں زوردار نصرانی سلطنت قایم تھی۔ ۸۵۵ھ ہجری میں ترکی سلطان محمد فاتح نے اس کو فتح کیا تصنیف کتب سے پانسو برس کے بعد پہلا حصہ پیشین گوئی کا صحیح ثابت ہوا۔ دوسرا حصہ تصنیف کتب سے تقریباً گیارہ سو برس بعد جنگِ عظیم میں صحیح ثابت ہوا۔

(۲) حدیث میں ہے کہ ارض حجاز میں ایک آگ نکلے گی جس کی روشنی بصرہ تک پہونچیگی کتب تواریخ میں مفصل مذکور ہے کہ ۳ جمادی الثانی ۶۵۴ھ ہجری کو یہ آگ نکلی۔ شیخ صفی الدین صدر مدرس مدرسہ بصری نے اس آگ کو دیکھا۔ اس واقعہ کے متعلق متعدد تصانیف ہیں۔ تدوین کتب حدیث سے سوا چار سو برس بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

(۳) حدیث میں ہے کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئے گی۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں اُن کے ایک گورنر نے اطلاع دی کہ میری ترکوں سے جنگ ہوئی میں نے ان کو شکست دی تو امیر نے اس کو لکھا (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ترکوں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر تباہی آئیگی لہذا میں ترکوں سے لڑنا پسند نہیں کرتا۔ یہ پیشین گوئی تدوین کتب حدیث سے پانچصدی بعد چنگیز خان کے ہاتھ سے پوری ہوئی۔ اس فتنہ میں چوبیس ہزار عالم شہید ہوئے۔

(۴) فتح مکہ کے دن ۸ھ ہجری میں رسول کریم نے شیبہ بن عثمان اور عثمان بن طلحہ کو بیت اللہ کی کنجیاں دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کنجیاں ہمیشہ تمہارے یہاں رہیں گی مگر یہ کنجیاں تم سے ایک ظالم چھینے گا۔ آج ۱۳۴۶ھ برس سے یہ کنجیاں اسی گھر میں ہیں۔ یزید عنید نے چھینی تھیں

(۵) حدیث میں ہے تفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین فرقۃ الخ میری اُمت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ تدوین کتب حدیث کے وقت چار پانچ فرقے تھے۔ باقی سب بعد کی پیداوار ہیں۔ تاریخ شاہد ہے۔

(۶) وانه سیکون امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (میری اُمت میں تیس جھوٹے ہوں گے جو کہیں گے کہ ہم نبی ہیں، میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث کی تدوین تک تین چار مدعیان نبوت ہوئے تھے اب ۲۵۶ھ ہجری کے بعد تاریخیں دیکھکر شمار کرلو۔ کتنے ہوگئے۔ نبوت کا دعوی وہی شخص کرسکتا ہے جو قرآن و حدیث و سیر سے واقف ہو اس لئے یہ صداقت بھی قابل غور ہے کہ سب کچھ جانتے پہچانتے ہوئے بھی مدعیوں کے منہ نکل ہی گیا۔ کہ (انہ نبی۔ ہم نبی ہیں)

(۷) یوشک الرجل متکئا علی اریکته یحدث بحدیث منی حدیثی فیقول بیننا وبینکم کتاب الله فما وجدنا فیه من حلال استحللناه وما وجدنا فیه من حرام حرمناه الا وان ما حرم رسول الله مثل ما حرم الله (وہ زمانہ قریب ہے کہ جب ایک آدمی تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اس سے میری حدیث بیان کیجائے گی وہ کہیگا کتاب اللہ موجود ہے اس میں جو حلال ہے اسکو ہم حلال سمجھینگے جو حرام ہے اس کو ہم حرام سمجھیں گے۔ آگاہ رہو جن چیزوں کو رسول نے حرام کیا ہے وہ بھی اسی طرح حرام ہیں جنکو اللہ نے حرام کیا ہے)

اس حدیث کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ منکرین حدیث کیلئے ہے اس طرح یہ حدیث تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں پوری ہوئی۔

(عبد اللہ چکڑالوی بانی فرقہ اہل القرآن منکرین حدیث) چارپائی پر تکیہ لگائے بیٹھا رہتا تھا اور احادیث کو رد کیا کرتا تھا (رسالہ حزن شوکت میرٹھ)

(۸) صحیح مسلم میں ابو مستور قرشی صحابی سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں عیسائیوں کا دنیا میں زور ہوگا۔ یہ پیشین گوئی تدوین کتب حدیث سے گیارہ صدیوں کے بعد پوری ہوئی۔

ایک ضروری اور اہم آرزو اور اُمید

مولانا عنایت اللہ صاحب صدر مدرس مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنو اپنے رسالہ تدوین حدیث کے ص۲۷۴ پر تحریر فرماتے ہیں۔

(مضمون کے خاتمہ پر اس امر کا اظہار کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ خدمت حدیث کے سلسلے میں اب بھی بہت کچھ کام باقی ہے اگر کوئی باہمت شخص متوجہ ہو تو اب بھی اجر عظیم کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے اس سلسلہ میں تین کام میرے خیال میں بہت زیادہ اہم ہیں۔

(۱) صحیح مسلم کی اسی طرح شرح کی ضرورت ہے جس طرح عینی و قسطلانی بخاری کی شرحیں ہیں

(۲) مسند احمد بن حنبل کی ابواب فقہیہ پر ترتیب اور اس کی احادیث کی صحت و حسن و ضعف وغیرہ کو ظاہر کرنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر مسند سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے

(۳) تیسرا کام ان سب کاموں سے اہم ہے اور وہ کوئی ایسا ہی شخص انجام دے سکتا ہے جو وسعت نظر کے ساتھ مختلف شعبہائے علم حدیث میں کافی مہارت رکھتا ہو اور وہ اہم کام یہ ہے کہ حدیث کی تمام موجودہ کتابوں سے احادیث صحیحہ کو علیحدہ کر کے ایک جگہ جمع کر دے یہ واقعہ ہے کہ باوجودیکہ علم حدیث میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں جنمیں احادیث کے مجموعے بھی داخل ہیں مگر اب تک میرے علم میں کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے کہ جس میں تمام احادیث صحیحہ جمع کر دی گئی ہوں، کنز العمال اور جمع الفوائد کسی میں بھی احادیث صحیحہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ مسلم اور بخاری کے بعد یہ عظیم الشان کام کس عظیم الشان ہستی کے ذریعے سے پورا ہوگا لیکن یہ یقینی ہے کہ جس شخص کی قسمت میں یہ خدمت انجام دینا مقدر ہے وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد علوم اسلامیہ کا سب سے بڑا خادم ہوگا۔ گو بخاری و مسلم کے شرف اولیت کو حاصل نہ کر سکے مگر باعتبار فائدہ اس کا جمع کیا ہوا مجموعہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ فائدہ مند ہوگا)

اس میں ایک چھوٹی سی آرزو کا اضافہ یہ خاکسار کرتا ہے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رح

فرمایا کرتے تھے کہ کاش کوئی شخص تمام ائمہ کی ثلاثیات ہی ایک جگہ جمع کر دے۔
مولانا فرنگی محلی کی پہلی آرزو تو مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی کی محنت اور اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے دست سخا سے پوری ہو گئی۔

چھوٹا منہ بڑی بات

باقی آخری آرزو یعنی صحیح احادیث کے مجموعے کا مرتب کر دینا اور نیز حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کی تعمیل اس کے لئے یہ ہیچمیرز سراپا تقصیر حاضر ہے آگے (ز رمی طلبی سخن دریں ست) کا معاملہ ہے۔ یہ کام دس سال میں انجام پا سکتا ہے اور ایک لاکھ سالانہ سے کم اس پر خرچ نہیں ہو سکتا۔ علم دین کا یہ مشکل مرحلہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المومنین سلطان العلوم میر عثمان علی خان شہریار دکن کے سوا اور کسی کی مدد سے طے نہیں ہو سکتا اور اتنا بڑا سوال در دولت آصفجاہ سابع کے سوا کہیں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

امیدم ز تو ہست ز اندازہ بیش
مکن نا امیدم ز درگاہ خویش

عرضداشت

بحضور بندگان عالی متعالی اعلیحضرت سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

علم حدیث کا نایاب قلمی ذخیرہ بندگان عالی کے دست کرم سے شائع ہو کر علماء کرام کا شغل ہے۔ گروہ صالحین ہر وقت ترقی دولت آصفیہ کے لئے دست بدعا ہے۔

معاجم ثلاثہ طبرانی صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان شرح المصابیح عیون الاثر

یہ وہ کتابیں ہیں جن کی اسلام اور مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے یہ نادر و نایاب ذخیرہ دو جگہ تقسیم ہے۔ اول الذکر تین کتابیں جرمن کے کتب خانہ میں ہیں۔ آخر الذکر دو کتابیں کتب خانہ آصفیہ میں ہیں۔

چونکہ دائرۃ المعارف کے موازنہ میں اسقدر گنجائش نہیں ہے کہ پیش آمدہ کام کے سوا دوسرا کام انجام پا سکے اس لئے ان پانچوں کتابوں کی طباعت کیلئے بمد تصدق سر مبارک جہاں پناہ دائرۃ المعارف کو ایک لاکھ کی مزید رقم یکمشت مرحمت فرما کر عجلت سے آغاز کار کی ہدایت فرمادی جائے۔

اگر یہ کام سرانجام پا گیا تو خداوند ذوالجلال اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خوشنودی کا باعث ہوگا اور تاریخ اسلام میں جہاں پناہ کے عہد ہمایوں کا یہ بے نظیر کارنامہ ہوگا اور اُمت مرحومہ تا قیام قیامت دست بدعا رہے گی۔

الٰہی تا جہان باشد تو باشی

آمین

الباب الرابع

فی الرجال

محدثین قرن اول

صحابہ

حفاظ حدیث کے تذکرہ میں بہت سی کتابیں ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں علامہ ذہبیؒ نے خاص خاص حفاظ کا ذکر کیا ہے جب پانچ جلدیں مرتب ہوئی ہیں۔ اُن سب کا تذکرہ کیا فہرست بھی اس کتاب میں نقل نہیں کیجا سکتی۔ اس لئے ہر قرن میں کچھ خاص الخاص حضرات کا ذکر بقدر تعارف کیا جائے گا۔

سلف صالحین نے باعتبار تعداد روایت صحابہ کے چار طبقے قرار دئے ہیں۔

مکثرین ۔ جن کی مرویات کی تعداد ہزار یا اس سے زیادہ ہے۔ یہ سات اصحاب ہیں۔

متوسطین ۔ جن کی روایات پانسو یا اس سے زیادہ ہیں یہ چار ہیں۔

مقلین جن کی روایات پانسو سے کم ہیں۔ یہ ۵۹ ہیں۔

اقلین ۔ جن کی روایات چالیس سے کم ہیں یہ ۴۰ ہیں۔

چاروں طبقوں میں (۱۱۰) اصحاب ہیں یہ وہ ہیں جن کی روایات شمار کی گئی ہیں باقی ایسے بہت سے اصحاب ہیں جن کی روایتیں شمار نہیں کی گئیں۔ اس کتاب میں طبقات مکثرین و متوسطین کے تمام اصحاب کا تذکرہ لکھا جائیگا۔ مقلین و اقلین میں سے چند چند کا ذکر ہوگا۔

ان چاروں طبقوں کے علاوہ بعض اور اصحاب کا بھی تذکرہ ہوگا۔ جن کی روایات کا شمار خاکسار مصنف نے کیا ہے۔ اور وہ جن کا ذکر اکثر اس کتاب میں آیا ہے۔

مُکثِرین

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۱)	ابوہریرہ	۵۳۷۴	۵	جابر بن عبداللہ	۱۵۴۰
(۲)	عبداللہ بن عباس	۲۶۶۰	۶	انس بن مالک	۱۲۸۶
(۳)	عائشہ صدیقہ	۲۲۱۰	۷	ابوسعید خدری	۱۱۷۰
(۴)	عبداللہ بن عمر فاروق	۱۶۳۰			

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوعمر کنیت۔ ابوہریرہ لقب۔ ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر کے بعد رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخر تک رہے۔ یہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں بحرین کے گورنر اور حضرت عثمان کے عہد میں مدینہ کے قاضی رہے۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی حاکم رہے۔ ان سے (۵۳۷۴) حدیثیں مروی ہیں۔ تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے۔ انہیں سے پندرہ سو ان کی ہیں۔ ایک شہر کوفہ میں ان کے آٹھ سو شاگرد تھے۔ ان کے شاگردوں میں انکے داماد سعید بن المسیّب اور اعرج زیادہ مشہور رہیں۔ انہوں نے رسول کریم کے علاوہ امام حسن، امام حسین حسان بن ثابت، سلمان فارسی، فضل بن عباس اصحاب اور بعض امہات المومنین سے بھی روایتیں کی ہیں۔ (۷۸) سال کی عمر میں ۵۹ھ ہجری میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچازاد بھائی تھے، ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی اللھم فقھه فی الدین وعلمه التاویل (اے اللہ اسکو دین میں فہم عطا فرما اور تفسیر سکھا) ترجمان القرآن۔ سلطان المفسرین حبر الأمة ان کے لقب تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں اگرچہ یہ کم عمر تھے مگر وہ ان سے مشورہ لیتے تھے۔ یہ ایکدن حدیث ایکدن

فقہ، ایکدن تفسیر، ایکدن سیر و مغازی، ایکدن ادب، ایکدن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔
حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اس کے رکن اعظم تھے
حضرت علیؓ کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ جنگ صفین میں سپہ سالار تھے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی
(۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی ان کی مرویات کی تعداد (۱۶۶۰) ہے۔ بوقت وفات رسول
کریم ان کی عمر ۱۳ سال تھی۔ حضور سے براہ راست انہوں نے (۲۵) روایتیں کی ہیں۔ باقی صحابہ سے
ابو بکر محمد بن موسی نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

عایشہ نام۔ ام عبداللہ کنیت (یہ کنیت انہوں نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر کے
نام کی نسبت سے اختیار کی تھی) ماہ شوال میں بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضرت ابو بکر
صدیق کی بیٹی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ ان کی نسبت اول جبیر بن مطعم کے
بیٹے سے ہوئی تھی اُس نے اس نسبت کو اس لئے فسخ کر دیا کہ ابو بکر اور ان کا سب گھرانا مسلمان ہے
اسلام کا قدم میرے گھر میں نہ آئے۔ اس کے بعد خولہ بنت حکیم کی تحریک پر شوال سنہ ۱۰ ہجری میں پانسو
درہم مہر پر آنحضرتؐ سے ان کا نکاح ہوا حضرت ابو بکر نے خود نکاح پڑھایا۔ اس وقت حضرت
عایشہ کی عمر ۶ سال تھی۔ چونکہ کسی زمانے میں عرب میں شوال کے مہینے میں طاعون ہوا تھا۔ اس لئے
اہل عرب شوال میں خوشی کی تقریب کرنا منحوس سمجھتے تھے۔ حضرت عایشہ کا نکاح بھی شوال میں ہوا
رخصتی بھی تین سال بعد شوال میں ہوئی اس وقت سے یہ وہم دور ہوا۔ رخصتی کے وقت یہ ۹ برس
کی تھیں۔ رسول کریم کی وفات کیوقت ان کی عمر (۱۸) سال تھی۔ (۴۸) سال بیوگی میں بسر کئے۔
جنگ اُحد میں یہ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کو امام بنکر نماز بھی
پڑھاتی تھیں (کتاب الام شافعی) علم فرائض میں ان کو ایسا کمال حاصل تھا کہ صحابہ ان سے دریافت
کیا کرتے تھے (ابن سعد) مسروق تابعی نے بیان کیا کہ میں نے بڑے بڑے صحابہ کو فرائض کے
مسئلے حضرت عایشہ سے دریافت کرتے دیکھا (زرقانی) حضرت ابو موسی اشعری نے فرمایا ہے

کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم عائشہ کے پاس نہ ہو (یعنی ہر مسئلہ کے متعلق ان کو حدیثیں معلوم تھیں) (ترمذی) امام زہری کا قول ہے کہ عائشہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ اکابر صحابہ ان سے پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عروہ ابن زبیر کا قول ہے کہ قرآن حدیث فقہ فرائض حلال وحرام شاعری طب، تاریخ عرب، علم الانساب اِن علوم میں بیٹے عائشہ سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا۔ موسیٰ ابن طلحہ کا قول ہے ما رأیت افصح من عائشۃ۔ میں نے عائشہ سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا (ترمذی) احنف بن قیس کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر عمر عثمان علی کے خطبے سنے ہیں لیکن عائشہ سے زیادہ موثر و بلیغ خطبہ میں نے کسی مخلوق کا اپنی عمر میں نہیں سنا۔ حضرت عائشہ نے اپنی زندگی میں (٦٧) غلام آزاد کئے (شرح بلوغ المرام) امیر معاویہ نے ایکمرتبہ ان کو ایک لاکھ درہم بھیجے غروب آفتاب سے پہلے پہلے سب خیرات کر دیے لونڈی نے کہا روزہ افطار نے کو کچھ نہیں فرمایا پہلے سے کیوں یاد نہ دلایا۔ (مستدرک)

روز جمعہ رمضان ۵۸ھ میں بعہد حکومت امیر معاویہ بعمر (٦٧) سال وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ اس زمانے میں حاکم مدینہ تھے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں ان میں سے (۱۷۴) متفق علیہ (۵۴) افراد بخاری ہیں (٦٨) افراد مسلم ہیں۔ اس لیے بخاری میں ان کی کل روایات (۲۲۸) اور مسلم میں (۲۴۲) ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ احکام شرعیہ میں ¼ ان سے منقول ہے۔

ان کے شاگردوں کی تعداد دوسو بیان کی گئی ہے۔ عروہ بن زبیر۔ قاسم بن محمد۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن۔ مسروق۔ عمرہ۔ صفیہ بنت شیبہ۔ عائشہ بنت طلحہ وغیرہ ان کے مشہور تلامذہ ہیں۔ اکابر صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ تفسیر میں ان کو کمال حاصل تھا صحیح مسلم کے آخر میں انکی تفسیر کا کسی قدر حصہ منقول ہے۔ حضرت عائشہ جو حدیث بیان کرتی تھیں اکثر اس کے اسباب و علل بھی بیان کر دیتی تھیں مثلاً رسول کریم ہر سال خیبر کو ایک آدمی بھیجدیتے تھے کہ وہاں کی پیداوار کا تخمینہ کرے تمام رواۃ نے اسی قدر روایت کی ہے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ تخمینہ کا حکم اس لئے

دیتے تھے کہ پھل کھانے اور تقسیم ہونے سے پہلے زکوٰۃ کا اندازہ کر لیا جائے (مسند احمد)۔
اپنی روایات کو تسامحات سے پاک رکھتی تھیں۔ اور دوسروں کی روایات کی تصحیح کر دیتی تھیں۔
اپنے معاصرین کے سامحات پر سختی سے داروگیر کرتی تھیں اور ان کی اصلاح کر دیتی تھیں۔ اصطلاح
محدثین میں اس کو استدراک کہتے ہیں۔ کئی ائمہ حدیث نے ان کے استدراکات کو جمع کیا ہے۔
سب سے زیادہ مشہور امام سیوطی کا رسالہ عین الاصابہ فیما استدرکہ عائشۃ علی الصحابہ ہے۔ حضرت
ابن عمر و حضرت ابن عباس نے روایت کی (ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ مردے پر
اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے) حضرت عائشہ نے جب سنا انکار کیا اور کہا کہ
واقعہ یہ ہے کہ رسول کریم ایک یہودیہ کے جنازے پر گذرے اس کے عزیز و اقارب رو رہے تھے۔ آپ نے
فرمایا یہ روتے ہیں اس پر عذاب ہو رہا ہے یعنی یہ رو رہے ہیں وہ اپنے اعمال کی سزا بھگت رہی ہے
اس کے بعد فرمایا کہ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی دوسرے
کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ ابوہریرہ
کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑا۔ گھر، انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہ نے آدھی بات
سنی رسول کریم پہلا فقرہ فرما چکے تھے جو ابوہریرہ آئے وہ یہ کہ یہود کہتے ہیں کہ نحوست تین چیزوں میں
ہے عورت گھوڑا، گھر (مسند ابوداؤد طیالسی)

حضرت ابوسعید خدری کا انتقال ہونے لگا تو نئے کپڑے منگا کر پہنے اور کہا کہ رسول کریم نے
فرمایا ہے کہ مسلمان جس لباس میں مرے گا اسی میں اٹھایا جائیگا۔ حضرت عائشہ نے سنکر فرمایا کہ
خدا ابوسعید پر رحم کرے۔ رسول کریم کی لباس سے مراد اعمال تھے (ابوداؤد)

حضرت عائشہ نہایت بے نفس اور صاف دل تھیں۔ معاویہ ابن خدیج نے ان کے بھائی
محمد بن ابی بکر کو قتل کیا تھا مگر یہ معاویہ بن خدیج کے اُس حسن سلوک کی تعریف کیا کرتی تھیں جو وہ
لوگوں کے ساتھ کرتا تھا۔ قاسم تابعی جو مدینہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ عائشہ
ابوبکر کے عہد خلافت ہی سے مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں وہ آخر زندگی تک برابر

فتوے دیتی رہیں۔ حضرت عمر و عثمان ان سے حدیثیں دریافت کیا کرتے تھے (طبقات ابن سعد)
امیر معاویہ شام سے قاصد بھیجکر ان سے سایل دریافت کیا کرتے تھے (مسند احمد بن حنبل)
حج کے موقع پر ان کا خیمہ دامن کوہ ثبیر میں نصب ہوتا تھا۔ سائلوں اور مستفیثوں کی بھیڑ لگجاتی تھی
(مسند احمد بن حنبل)۔ کبھی مسجد حرام میں زمزم کی چھت کے نیچے بیٹھ جاتیں تو تشنگان علوم کے
پرے جم جاتے (بخاری) حضرات ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود، ابوموسی اشعری ان سے
مسایل دریافت کرنے اور اختلاف کے موقع پر ان کو حکم بناتے تھے (بخاری ونسائی۔ موطا۔ مسند احمد)
حضرت عایشہ نے ام المومنین زینب بنت جحش، ام المومنین ام سلمہ۔ عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق
حسان بن ثابت، ابو حذیفہ۔ امام حسن وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اپنے باپ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ یہ غزوۂ خندق میں شریک تھے۔ زہد و اتقا میں مشہور تھے
بوقت وفات رسول کریم ان کی عمر ۲۰ سال تھی اسی سال کی عمر میں ۷۳ھ ہجری میں وفات پائی
ان سے (۱۶۳۰) حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے بیٹے سالم اور ان کے مولیٰ نافع ان کے خاص راوی
ہیں انہوں نے ام المومنین جویریہ عمرو بن العاص، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ وغیرہ اصحاب سے بھی
روایت کی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جابر نام۔ ابو عبد اللہ کنیت۔ مدینہ کے قبیلہ خزرج سے تھے۔ بعمر ۱۸ سال بیعت عقبہ ثانیہ
میں مسلمان ہوئے علاوہ بدر و احد کے اکثر غزوات میں شریک رہے۔ بیعت الرضوان میں شامل تھے
ان کی مرویات کی تعداد (۱۵۴۰) ہے حجاج ابن یوسف نے ان پر ظلم کیا۔ بعمر ۹۴ سال ۷۸ھ میں
وفات پائی۔ امام باقر۔ محمد بن منکدر۔ عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری ان کے خاص راوی ہیں
ان کے دو بیٹوں عبد الرحمن و محمد کا شمار حدیث کے ضعیف راویوں میں ہے انہوں نے ام المومنین
جویریہ۔ ابو ہریرہ۔ ہلال ابن امیہ وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

انس نام۔ ابو حمزہ کنیت، مدینہ کے معزز قبیلہ بنو نجار سے تھے۔ رسول کریم کے رشتے کے خالہ زاد بھائی اور خادم خاص تھے۔ ہجرت سے دس سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ام سلیم بیعت عقبہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں۔ یہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اسوقت یہ آٹھ سال کے تھے اس پر ان کا باپ ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ یہ تقریباً تمام غزوات میں رسول کریم کے ساتھ رہے حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو وصول صدقات کا افسر بنایا حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں معلم حدیث و فقہ بنا کر بصرہ بھیجا۔ حجاج بن یوسف نے ان پر ظلم کیا۔ انہوں نے خلیفہ عبد الملک کو اسکی شکایت لکھی خلیفہ نے حجاج کو لکھا کہ فوراً جاکر معافی چاہو۔ حجاج نے آکر معافی چاہی انہوں نے معاف کر دیا۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۱۲۸۶) حدیثیں مروی ہیں (۸۰) بخاری میں (۷۰) مسلم میں ہیں۔ متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے۔ انہوں نے تمیم الداری۔ سعید بن الربیع سلمان فارسی، ابو سعید خدری، معاویہ بن ابی سفیان، ام حرام بنت ملحان اور بعض اصحاب سے روایت کی ہے۔ ان سے امام حسن بصری زہری۔ یحیی بن سعید انصاری شیخ ربیعہ رائی۔ سعید بن جبیر، حماد بن ابی سلیمان۔ امام ابو حنیفہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

سعد بن مالک بن سنان نام۔ ابو سعید کنیت، خاندان خدرہ سے تھے۔ ہجرت سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ بیعت عقبہ اولی کے بعد مسلمان ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ ان کی مرویات کی تعداد (۱۱۷۰) ہے (۸۴) سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۷۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ عطا بن ابی رباح وغیرہ ان کے شاگرد تھے۔

متوسطین

نمبر شمار	نام	تعداد مرویات	نمبر شمار	نام	تعداد مرویات
(۱)	عبداللہ بن مسعود	۸۴۸	(۳)	علی ابن ابی طالب	۵۸۶
(۲)	عبداللہ بن عمرو بن العاص	۷۰۰	(۴)	عمر فاروق	۵۳۹

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

جب یہ مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد پانچ تھی۔ یہ خلوت و جلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں یہ بڑے زیرک ذی علم تسلیم کئے گئے ہیں۔ رسول کریم نے فرمایا ہے۔ (ما حدثکم ابن مسعود۔ ابن مسعود سے حدیث سیکھو) (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری امت کیلئے جو مسائل تجویز کرے میں اُس پر رضامند ہوں (کنز العمّال) اور حضور نے فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو۔ ابن مسعود۔ سالم مولی ابو حذیفہ۔ معاذ بن جبل۔ ابی ابن کعب (بخاری) حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز و روش میں قریب تر عبداللہ بن مسعود ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل نے وفات کیوقت فرمایا کہ علم چار آدمیوں سے حاصل کرو ابی الدرداء۔ سلمان فارسی۔ ابن مسعود۔ عبداللہ بن سلام (ترمذی) حضرت ابوہریرہ کے پاس کوفہ سے ایک شخص آیا اور کہا علم حاصل کرنے آیا ہوں ابوہریرہ نے کہا کیا تمہارے یہاں سعد بن مالک، عبداللہ بن مسعود، حذیفہ، عمار، سلمان نہیں (ترمذی) صحیح حاکم میں امام شعبی سے روایت ہے کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے تین مدینے میں، تین کوفے میں، مدینہ میں عمر، اُبی، زید، کوفہ میں علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے رسول کریم کے اصحاب کو دیکھا تو تمام کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی۔ ابن مسعود، عمر، زید، ابوالدرداء اُبی۔ اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ اِن دو کو پایا علی، ابن مسعود (اعلام الموقعین) حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا معلم و قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی اس عہدے پر رہے اور بیت المال کے خازن بھی رہے۔ جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاوی

اور مذہب فقہ کو لکھا ہے اس طرح کسی اور صحابی کے فتاوے اور مذہب نہیں لکھے گئے۔ (اعلام الموقعین علامہ ابن قیم) اِن سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں (۶۹) سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

قریش کے قبیلہ بنو سہم سے تھے، ان کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں کے بعد رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے عام الفیل سے ستائیسویں سال پیدا ہوئے یہ اپنے باپ سے بیس برس چھوٹے تھے (ابن یونس) اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے، رسول کریم نے فرمایا ہے عبد اللہ کا گھرانا اچھا ہے وہ اچھا اس کا باپ اچھا اس کی ماں اچھی، حضرت ابو ہریرہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حدیثیں کسی کو یاد نہیں مگر عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے (اصابہ) انہوں نے حضور سے اجازت لیکر حدیثیں لکھیں تھیں اور ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا۔ اس میں ایکہزار حدیثیں تھیں (طبقات ابن سعد) یہ اسلام میں سب سے پہلے مصنف ہیں .... آخر میں ان کے پر پوتے عمرو بن شعیب کے قبضہ میں تھا۔ (بعض محققین نے لکھا ہے کہ عمرو بن شعیب کے پاس جو مجموعہ تھا وہ صادقہ نہ تھا بلکہ کوئی دوسرا مجموعہ تھا) یہ شام و مصر کی فتوحات میں شریک تھے، امیر معاویہ نے ان کو اوّل کوفہ پھر مصر کا گورنر مقرر کیا۔ جنگ کریوں (علاقہ مصر) میں یہ سخت زخمی ہوئے تو ان کے باپ نے دریافت حال کر کے بھیجا، انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم تو جان دینے آئے ہیں ان زخموں کا کیا ذکر ہے حضرت عمرو بن العاص نے یہ سنکر فرمایا میرا سچا بیٹا ہے۔

۶۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ ان کی سات سو حدیثیں شمار میں آئی ہیں اس لئے ان کا شمار متوسطین میں کیا گیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ان کو مکثرین میں شمار کیا ہے اس کا سبب غالباً یہ ہوگا کہ ان کی کتاب صادقہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس میں ہزار حدیثیں تھیں، انہوں نے زید بن الخطاب، رافع بن خدیج، ابو العاص بن ربیع وغیرہ اصحاب سے

بھی روایت کی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام، ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے یعنی حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ایمان لائے، اس وقت ان کی عمر دس سال تھی، کیونکہ بعثت سے دس سال قبل ان کی ولادت ہوئی تھی۔ انہوں نے بھی حدیثیں لکھیں تھیں ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں۔ یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے، انہوں نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت حذیفہ، حضرت ام ہانی حضرت بی فاطمہ زہرا، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے بھی روایتیں کی ہیں۔ ان کے حالات بہت مشہور ہیں اور بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام، ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے۔ ۶ نبوی میں مسلمان ہوئے یہ چالیسویں مسلمان تھے۔ عشرہ مبشرہ اصحاب احد و بدر و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے باپ ہیں، حضور کے ہم زلف بھی ہیں کیونکہ ام المومنین ام سلمہ کی بہن قریبہ سے انہوں نے نکاح کیا تھا۔ چونکہ وہ مسلمان نہ ہوئیں اس لئے صلح حدیبیہ کے بعد ۶ھ میں ان کو طلاق دیدی۔ حضرت علی کے داماد ہیں یعنی حضرت ام کلثوم بنت علی (از بطن حضرت فاطمہ زہرا) سے ان کا نکاح ہوا تھا۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے یکم محرم ۲۴ھ کو شہید ہوئے، ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ ان سے

(۶۰) بخاری میں ہیں (تاریخ الخلفاء) بخاری کی سب سے پہلی حدیث انہیں کی روایت سے ہے یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے انہوں نے عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، حسان بن ثابت، ہشام بن حکم وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے۔ ان کے حالات بہت مشہور ہیں۔ بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئیں۔

حضرت عمر جب بارش کیلئے دعا کرتے تو یوں فرماتے یا اللہ پہلے ہم رسول کریم کو وسیلہ بناتے تھے اب اُن کے چچا عباس کو وسیلہ بناتے ہیں، اُن کے طفیل سے پانی برسا (بخاری)

حضرت عمر نے شفا بنت عبداللہ العدویہ کو بلایا۔ اُن سے پہلے عاتکہ ابن اسید آگئیں۔ حضرت عمر نے دونوں کو ایک ایک چادر دی، عاتکہ کی چادر قیمتی تھی۔ شفا نے کہا قیمتی چادر مجھکو دیجئے، میں قدیم الاسلام ہوں اور مجھے آپ نے بلایا ہے اور آپ کی چچازاد بہن ہوں حضرت عمر نے کہا مجھکو رسول کریم کی قرابت کا لحاظ زیادہ ہے (اصابہ)

مقلّین

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۱)	ام المومنین ام سلمہ	۳۷۸	(۱۰)	ابی بن کعب	۱۶۴
(۲)	ابو موسیٰ اشعری	۳۶۰	(۱۱)	بریدہ بن حصیب اسلمی	۱۶۴
(۳)	براء بن عازب	۳۰۵	(۱۲)	معاذ بن جبل	۱۵۷
(۴)	ابوذر غفاری	۲۸۱	(۱۳)	ابو ایوب انصاری	۱۵۰
(۵)	سعد بن وقاص	۲۱۵	(۱۴)	عثمان غنی	۱۴۶
(۶)	سہل انصاری	۱۸۸	(۱۵)	جابر بن سمرہ	۱۴۶
(۷)	عبادہ بن صامت	۱۸۱	(۱۶)	ابوبکر صدیق	۱۴۲
(۸)	ابوالدرداء	۱۷۹	(۱۷)	مغیرہ بن شعبہ	۱۳۶
(۹)	ابو قتادہ انصاری	۱۷۰	(۱۸)	ابوبکرہ	۱۳۰

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۱۹)	عمران بن حصین	۱۳۰	(۳۹)	ام المومنین ام حبیبہ	۶۵
(۲۰)	امیر معاویہ	۱۳۰	(۴۰)	سلمان فارسی	۶۴
(۲۱)	اسامہ ابن زید	۱۲۸	(۴۱)	عمار بن یاسر	۶۲
(۲۲)	ثوبان مولی النبی	۱۲۷	(۴۲)	ام المومنین حفصہ	۶۰
(۲۳)	نعمان بن بشیر	۱۲۴	(۴۳)	جبیر بن مطعم قرشی	۶۰
(۲۴)	سمرہ بن جندب	۱۲۳	(۴۴)	اسماء بنت ابی بکر	۵۶
(۲۵)	ابو مسعود عقبہ بن عامر	۱۰۲	(۴۵)	واثلہ ابن اسقع	۵۶
(۲۶)	جریر بن عبداللہ بجلی	۱۰۰	(۴۶)	عقبہ بن عامر جہنی	۵۵
(۲۷)	عبداللہ ابن ابی اوفی	۹۵	(۴۷)	فضالہ بن عبید انصاری	۵۰
(۲۸)	زید بن ثابت	۹۲	(۴۸)	عمر بن عتبہ	۴۸
(۲۹)	ابو طلحہ زید بن سہل	۹۰	(۴۹)	کعب بن عمر انصاری	۴۷
(۳۰)	زید بن ارقم	۹۰	(۵۰)	فضالہ بن عبید الاسلمی	۴۶
(۳۱)	زید بن خالد الجہنی	۸۱	(۵۱)	ام المومنین میمونہ	۴۶
(۳۲)	کعب بن مالک اسلمی	۸۰	(۵۲)	ام ہانی	۴۶
(۳۳)	رافع بن خدیج	۷۸	(۵۳)	ابو جحیفہ بن وہب سوائی	۴۵
(۳۴)	سلمہ ابن اکوع	۷۷	(۵۴)	بلال	۴۴
(۳۵)	ابو رافع قبطی	۶۸	(۵۵)	عبداللہ بن مغفل	۴۳
(۳۶)	عوف بن مالک اشجعی	۶۷	(۵۶)	مقداد بن اسد کوفی	۴۳
(۳۷)	عدی بن حاتم طائی	۶۶	(۵۷)	ام عطیہ انصاریہ	۴۱
(۳۸)	عبدالرحمن ابن ابی اوفی	۶۵	(۵۸)	حکیم بن حرام اسدی	۴۰
			(۵۹)	سلمہ بن حنیف انصاری	۴۰

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند، نام۔ ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے۔ ابی امیہ مشہور سخی تھے۔ یہ جب قافلہ کے ساتھ ہوتے تھے تمام قافلہ کی کفالت کرتے تھے اسلئے ان کا لقب زاد الراکب ہو گیا تھا۔

حضرت ام سلمہ کا نکاح ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد سے ہوا تھا یہ ام سلمہ کے چچا زاد بھائی اور رسول کریم کے رضاعی بھائی تھے۔ عمار بن یاسر ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے۔ ام سلمہ ابتدائے اسلام میں شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی یہ پہلی عورت ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مدینہ کو ہجرت کی۔ ان کے شوہر غزوات بدر و احد میں شریک ہوئے غزوہ احد کے بعد ان کو رسول کریم نے ڈیڑھ سو اصحاب پر افسر مقرر کر کے طلحہ بن خویلد او سلمہ بن خویلد کے مقابلہ کیلئے بھیجا تھا، وہاں سے واپسی کے بعد ۲۷ جمادی الاخر کو ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا۔ ام سلمہ سے سنہ ۴ ہجری میں رسول کریم نے دس درہم مہر پر عقد کر لیا۔ سنہ ۹ھ میں جب واقعہ ایلا پیش آیا یعنی رسول کریم ناخوش ہو کر ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے علیحدہ رہے تو حضرت عمر نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ کو تنبیہ کی حضرت عمر ان کے بھی رشتیدار تھے ان سے بھی کہا انہوں نے کہا عمر تم ہر معاملہ میں دخیل ہو گئے یہاں تک کہ رسول کریم کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دینے لگے۔ حضرت عمر خاموش چلے آئے سنہ ۶۳ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی ان کے پہلے شوہر کے دو لڑکے تھے سلمہ و عمر۔ سلمہ کا نکاح رسول کریم نے حضرت حمزہ کی لڑکی سے کر دیا تھا۔ عمر حضرت علی کے عہد خلافت میں گورنر فارس و بحرین تھے۔ دو لڑکیاں تھیں ایک کا نام درہ، دوسری کا برہ عرف زینب تھا حضرت ام سلمہ کامل العقل صائب الرائے عورت تھیں (اصابہ) خلفائے راشدین کے عہد میں یہ فتوے دیتی تھیں اگر ان کے فتاوی کو جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم رسالہ تیار ہو جائے۔۔ (اعلام الموقعین) ان کے فتاوی کی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً متفق علیہ ہیں۔ یہ علم الاسرار کی ماہر تھیں قرآن شریف خوب پڑھتی تھیں اور آنحضرت کے طرز پر پڑھ سکتی تھیں (مسند احمد)

ان کو سارا قرآن حفظ تھا۔ آیت تطہیر انہیں کے حجرے میں نازل ہوئی تھی۔

آنحضرت کے موئے مبارک انہوں نے تبرکاً رکھ چھوڑے تھے۔ لوگوں کو ان کی زیارت کراتی تھیں (مسند احمد) حضرت محمود بن لبید کا قول ہے کہ رسول کریم کی بیویاں حدیث کا مخزن تھیں مگر حضرت عایشہ وام سلمہ کا ان میں کوئی حریف نہ تھا (طبقات ابن سعد)۔ ان سے (۳۷۸) روایتیں ہیں ان میں سے تیرہ متفق علیہ ہیں تین افراد بخاری تین افراد مسلم ہیں۔ ان سے صحابہ میں ابو سعید خدری عبداللہ بن عباس۔ حضرت عایشہ اور اُن کے بیٹے عمر (شوہر سابق کی اولاد) اور ان کی بیٹی زینب اور ان کے غلام نبہان اور ان کے بھائی عامر بن ابی اُمیہ نے بھی روایت کی ہے۔ اور تابعین کی جماعت کثیر مثل نافع شعبہ، سلیمان بن لیسار، سعید بن مسیب، شعبی، عروہ بن زبیر، قبیصہ بن ذویب وغیرہ نے روایت کی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

عبداللہ بن قیس نام۔ ہجرت حبشہ سے پہلے مسلمان ہو کر اپنے وطن کو چلے گئے بعد فتح خیبر رسول کریم کے پاس آ گئے۔ حضور نے ان کو یمن وغیرہ میں حاکم بنا کر بھیجا اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے عہد میں کوفہ میں حاکم رہے۔ حضرت عمر نے وصیت کی تھی کہ کوئی گورنر ایک جگہ ایک سال سے زیادہ نہ رہے مگر ابو موسیٰ چار سال رہیں یہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے حکم (پنچ) تھے۔ ۴۲ھ میں (۷۰) سال کی عمر میں وفات پائی، ان سے (۳۶۰) حدیثیں مروی ہیں سعید بن مسیب وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

ابو عمر یا ابو عمارہ کنیت تھی۔ لشکر غزوہ بدر میں سے ان کو رسول کریم نے بوجہ کم سنی علیحدہ کر دیا تھا یہ سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے اور چودہ غزوات میں شامل رہے، ملک رے انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ جنگ جمل وصفین ونہروان میں یہ حضرت علی کے ساتھ تھے آخر کو کوفہ میں سکونت اختیار کی اور بزمانہ مصعب بن زبیر وفات پائی ان سے (۳۰۵) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام - ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، لقب اقرار القوم - حضرت عمران کو سید المسلمین کہا کرتے تھے - مدینہ کے قبیلہ بنو نجار کے خاندان معاویہ (جو بنی حدیلہ میں مشہور تھا) سے تھے - بیعت عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے، بدر سے لیکر طائف تک کے تمام غزوات میں شریک رہے رسول کریم کے کاتب تھے حضور نے ان کو عامل صدقہ بھی مقرر کیا تھا حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قران پر مامور کیا تھا حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوری کے رکن تھے حضرت عثمان نے ان کو ترتیب قرآن پر مامور کیا تھا اِن سے (۱۶۴) حدیثیں مروی ہیں - جمعہ کے دن ۳۵ھ میں وفات پائی -

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام - ابوعبداللہ وابوعمر کنیت، ذوالنورین وغنی لقب، ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے - واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے - ۳۴ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے یہ سینتیسویں مسلمان تھے - عشرہ مبشرہ اصحاب بدر واحد وبیعت الرضوان میں سے ہیں - رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے اِن سے بیاہی گئیں - یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے - ۴ محرم یوم دوشنبہ ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے ۳۵ھ میں شہید ہوئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا تو لوگوں نے ان کو جنگ کا مشورہ دیا - انہوں نے کہا: مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ رسول کریم کا خلیفہ بنوں اور آپ کی اُمت کا خون بہاؤں (مسند احمد بن حنبل) - ان کے عہد میں فتوحات فاروقی کی تکمیل ہوئی - اور بہت سے نئے نئے ممالک فتح ہوئے دشمنانِ اسلام پر زمین تنگ ہو گئی - مسلمانوں کے ساتھ وہ نرمی، غیروں کے ساتھ یہ سختی، حضرت عثمان کا یہ قول وفعل آیہ کریمہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ محمد اللہ کے رسول ہیں اُن کے ساتھی کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں) کی صحیح تفسیر ہے - ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب نے روایت کی ہے - ان سے ۱۴۶ حدیثیں مروی ہیں -

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام - ابوبکر کنیت، صدیق و عتیق لقب - ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے رسول کریم کے یار غار تھے عشرہ مبشرہ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے تھے حضور کے خسر یعنی ام المومنین عایشہ صدیقہ کے باپ تھے، حضور کی وفات کے بعد ۴ ربیع الاول یوم سہ شنبہ سلہ میں خلیفہ ہوئے اور ۲۲ جمادی الثانی شب سہ شنبہ میں بعمر ۶۳ سال سلہ میں وفات پائی ابوبکر ابتدائے اسلام ہی سے رسول کریم کے ساتھ رہتے، وعظ کہتے، خطبہ دیتے، مسایل بتاتے تھے شیخ منصور بن عبد الجبار سمعانی مروزی شافعی نے اپنی کتاب تقدیم الادلہ میں ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ عالم تھے - کیونکہ ابوبکر شروع ہی سے رسول کریم کے ساتھ خطبہ دیتے، فتوے دیتے تھے امر و نہی کرتے تھے - جس جگہ رسول کریم کے ساتھ جاتے تھے وہی لوگوں کو دعوت اسلام دیتے تھے - ان سے (۱۴۲) حدیثیں مروی ہیں (۲۲) بخاری میں، صحاح کی باقی کتابوں میں اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ میں باقی روایات ہیں - ان سے جلیل القدر اصحاب عمر، عثمان، علی، عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت عایشہ و اسماء بنت ابی بکر صحابیات نے اور تابعین میں سے اسلم سولی عمر بن الخطاب اور واسط وغیرہ نے روایت کی ہے - انہوں نے خود حضرت عمر و عبداللہ ابن مسعود وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے - یہ رسول کریم کے کاتب بھی تھے -

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ رسول کریم کی قرابت کا خیال مجھکو اپنے حقوق قرابت سے زیادہ ہے (بخاری) -

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

کنیت ابو سعید یا ابو عبداللہ یا ابو عبدالرحمن - اصل باشندے بصرہ کے تھے جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا تو ان کی والدہ ان کو لیکر مدینہ آگئیں - اور مری بن شیبان بن ثعلبہ انصاری سے نکاح کر لیا - رسول کریم جہاد کیلئے لشکر مرتب فرما رہے تھے یہ بھی پیش ہوئے حضور نے بوجہ کم سنی

ان کو منع کر دیا۔ انہوں نے کہا فلاں لڑکے کو حضور نے شامل فرمایا ہے میری اسکی کشتی کرائی جائے اگر میں اس کو پچھاڑ لوں تو مجھکو شامل کر لیا جائے حضور نے اجازت دیدی کشتی ہوئی انہوں نے پچھاڑ دیا حضور نے ان کو شامل فوج کر لیا۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ میں رسول کریم کے عہد میں لڑکا تھا میں حضور سے حدیثیں یاد کیا کرتا تھا۔ اور مجھکو بیان کرنے سے کوئی چیز منع نہ کرتی تھی۔

یہ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ آخر بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ امام ابن سیرین نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو جو خطوط لکھے ہیں۔ ان میں بہت کچھ علم ہے۔ انہوں نے حدیثیں جمع کی تھیں اور لکھی تھیں ان سے (۱۲۳) حدیثیں مروی ہیں۔ سنہ ۵۹ھ میں بصرہ میں وفات پائی

ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

رملہ نام۔ ام حبیبہ کنیت۔ ابوسفیان کی بیٹی۔ امیر معاویہ کی بہن تھیں۔ ان کی والدہ صفیہ بنت ابوالعاص حضرت عثمان کی پھوپی تھیں۔ بعثت نبوی سے سترہ سال قبل پیدا ہوئیں۔ اول عبداللہ ابن جحش اسدی سے نکاح ہوا۔ شوہر کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ کو ہجرت کی۔ وہاں جاکر عبداللہ عیسائی ہو گیا یہ اسلام پر قائم رہیں۔ عبداللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ عبداللہ ایکدن شراب پیکر عالم مستی میں گر کر مر گیا (زرقانی) بعد ختم عدت رسول کریم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس ان کے نکاح کا پیغام دیکر بھیجا۔ نجاشی نے اپنی کنیز ابرہہ نام کی معرفت ان سے دریافت کیا۔ انہوں نے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے شام کیوقت جعفر بن ابی طالب اور اور مسلمانوں کو جو وہاں موجود تھے جمع کر کے چارسو دینار مہر پر نکاح پڑھ دیا اور مہر حضور کی طرف سے خود ادا کر دیا بعد نکاح یہ جہاز میں سوار ہو کر آئیں۔ مدینہ کی بندرگاہ میں اتریں۔ آنحضرت اسوقت خیبر میں تھے، یہ سنہ ۶ ہجری کا واقعہ ہے اسوقت ان کی عمر ۳۶ سال تھی۔ ۷۳ سال کی عمر میں سنہ ۴۴ھ میں اپنے بھائی امیر معاویہ کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ مدینہ میں حضرت علی کے مکان میں دفن ہوئیں۔ (استیعاب) ان سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں ان میں دو متفق علیہ ہیں ایک افراد مسلم ہے، ان کے راوی ان کی دختر حبیبہ (شوہر سابق کی اولاد) اور ان کے بھائی معاویہ، عتبہ ابنان ابوسفیان

وعروہ ابن زبیر ہیں۔ ان کے فتاویٰ کی تعداد بقدر ایک رسالہ کے ہے

ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی تھیں بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ ان کی والدہ زینب بن مظعون تھیں ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا۔ ماں باپ اور شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں شوہر کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ جنگ بدر سے ان کے شوہر زخمی ہو کر آئے پھر جانبر نہ ہو سکے۔ بعد عدت ۳ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا۔ شعبان ۴۵ھ میں بعہد حکومت امیر معاویہ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ بوقت وفات اپنے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمر کو بلا کر وصیت کی کہ غابہ (مقام کا نام قریب مدینہ) کی جائداد (جسکو حضرت عمر ان کی نگرانی میں دے گئے تھے) وقف ہے (زرقانی) بعض نے لکھا ہے کہ ان کی وفات ۲۷ھ میں بعہد خلافت حضرت عثمان ہوئی لیکن یہ صحیح نہیں۔ یہ روایت اس طرح پیدا ہوئی کہ وہب بن مالک سے روایت ہے کہ جس سال افریقہ فتح ہوا اسی سال حضرت حفصہ کی وفات ہوئی۔ افریقہ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۷ھ میں فتح ہوا اس لئے یہی ان کا سال وفات سمجھا گیا لیکن افریقہ دو مرتبہ فتح ہوا ہے، دوبارہ اسکو معاویہ بن خدیج نے بعہد امیر معاویہ فتح کیا ہے یہ صائم الدہر وقائم اللیل تھیں ان سے (۶۰) روایتیں ہیں۔ ان میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ اس کے راوی عبد اللہ بن عمر اور اور بعض اصحاب اور تابعین ہیں۔ ان کو سارا قرآن حفظ تھا لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ ان کے فتاویٰ کی تعداد ایک رسالہ کے قریب ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

اسماء نام۔ ذات النطاقین لقب، ابو بکر صدیق کی بیٹی تھیں ہجرت سے (۲۷) سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں حضرت زبیر سے ان کا نکاح ہوا اپنے شوہر کے ساتھ ایمان لائیں۔ ان کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کی تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ جب رسول کریم اور حضرت ابو بکر ہجرت کو روانہ ہوئے تو انہوں نے ناشتہ طیار کیا اور اپنا نطاق پھاڑ کر ناشتہ دان کو باندھا اس لئے ان کا لقب

ذات النطاقین ہوا۔ جب یہ مدینہ ہجرت کر کے آئیں تو قبا میں عبد اللہ پیدا ہوئے اور رسول کریم کے حضور میں پیش کئے گئے۔ حضور نے عبد اللہ کو گود میں لیا اور اپنا لعاب دہن چوسایا اور دعا فرمائی جب عبد اللہ بن زبیر مکہ پر قابض تھے اور عبد الملک بن مروان خلیفہ تھا تو خلیفہ کی فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا۔ عبد اللہ ماں کے پاس گئے یہ بیمار تھیں۔ ماں بیٹوں میں اس طرح گفتگو ہوئی عبد اللہ کیا حال ہے:

اسماء۔ بیمار ہوں۔

عبد اللہ۔ آدمی کو موت کے بعد آرام ملتا ہے۔

اسماء۔ شاید تمہیں میرے مرنے کی تمنا ہے۔ میں ابھی مرنا پسند نہیں کرتی۔ میری آرزو یہ ہے کہ یا تو تم لڑ کر میرے سامنے شہید ہو جاؤ میں صبر کروں یا تم کامیاب ہو تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں عبد اللہ یہ سنکر ہنسکر چلے گئے۔ جب شہادت کا وقت قریب آیا تو عبد اللہ پھر ماں کے پاس آئے یہ مسجد میں بیٹھی تھیں۔ عبد اللہ نے صلح کے متعلق رائے دریافت کی۔ انہوں نے کہا بیٹا قتل کے خوف سے ذلت آمیز صلح بہتر نہیں۔ عبد اللہ یہ سنکر چلے گئے اور مردانہ وار لڑکر شہید ہو گئے۔
حجاج بن یوسف نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا۔ تین دن بعد اسما اس طرف گئیں بیٹے کی لاش کو الٹا لٹکا دیکھکر بولیں۔ اس سوار کے گھوڑے سے اُترنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ (اسد الغابہ و استیعاب)
حجاج نے ان کے بلانے کو آدمی بھیجا انہوں نے انکار کر دیا۔ اس نے کہلا بھیجا سیدھی طرح چلے آؤ ورنہ آدمی بھیجوں گا جو بال گھسیٹ کر لائے گا۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ حجاج غصہ میں بھرا ہوا خود چلا آیا اور کہا بیٹے دشمن خدا (عبد اللہ بن زبیر) کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔
اسماء نے کہا تو نے ان کی دنیا بگاڑی انہوں نے تیری عقبیٰ خراب کی۔ تو ان کو طنزاً ذات النطاقین کا بیٹا کہا کرتا تھا واللہ میں ذات النطاقین ہوں میں نے نطاق پھاڑ کر آنحضرتؐ اور ابوبکر کا کھانا باندھا تھا اور دوسرے سے اپنی کمر لپیٹی تھی۔ میں نے آنحضرت سے سنا ہے ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ چنانچہ کذاب کو دیکھ چکی اور ظالم تو ہے۔ حجاج یہ سنکر خاموش چلا گیا (مسلم)

چھ دن کے بعد خلیفہ کا حکم پہونچا تو حجاج نے حضرت ابن زبیر کی لاش یہود کے قبرستان میں پھکوا دی اسماء نے اُن کی لاش منگوا کر غسل دیکر نماز جنازہ پڑھکر دفن کی۔ ایک ہفتہ بعد خود بھی وفات پائی یہ واقعہ جمادی الاول ۷۳ھ کا ہے اسوقت ان کی عمر سو برس کی تھی۔ ان کی چار بیٹے تین بیٹیاں تھیں (طبری والریاض النضرہ)

اِن سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں جو صحاح ستہ میں ہیں۔ ان کے راوی عبداللہ بن عباس ان کے بیٹے عبداللہ و عروہ اور پوتے عباد بن عبداللہ و عبداللہ بن عروہ، فاطمہ بنت المنذر بن زبیر عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر وغیرہ ہیں۔ محمد بن منکدر اور وہب بن کیسان نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ آنحضرت کا جبہ حضرت عائشہ نے ان کی سپرد کیا تھا یہ اس کو دھو کر بیماروں کو پلاتیں وہ شفا پاتے۔ (مسند احمد بن حنبل)

ایک دن حجاج منبر پر بیٹھا تھا۔ حضرت اسماء اپنی کنیز کے ساتھ پہونچیں۔ دریافت کیا امیر کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ہے اسکے پاس گئیں۔ حجاج نے کہا تمہارے بیٹے نے خدا کے گھر میں الحاد پھیلایا تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو بڑا دردناک عذاب دیا انہوں نے کہا تو جھوٹا ہے وہ ملحد نہ تھا۔ صائم اور قائم اللیل تھا۔ (مسند احمد) اسماء نہایت سخی، بہادر، صاف گو، حق پسند، خوددار، عابدہ زاہدہ صابرہ شاکرہ تھیں۔

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ

اصحاب صفہ میں سے تھے۔ بعض غزوات میں شریک رہے۔ حضور کے بعد شام چلے گئے۔ (۹۸) سال کی عمر میں ۸۵ھ میں بیت المقدس میں وفات پائی۔ اِن سے ۵۶ حدیثیں مروی ہیں

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

برہ نام تھا۔ رسول کریم نے میمونہ رکھا، ان کے باپ حارث بن حزن قبیلہ قریش سے تھے، اور اُن کی ماں ہند بنت عوف قبیلہ حمیر سے تھیں، ان کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا۔ اُس نے طلاق دیدی تو ابورہم بن عبدالعزی سے نکاح ہوا۔ ابورہم کا ۷ھ میں انتقال ہو گیا

ذی قعدہ سنہ ۷ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا حضرت عباس متولی نکاح تھے۔ مقام سرف میں (مکہ سے دس میل پر ایک موضع ہے) رسم عروسی ادا ہوئی۔ یہ آنحضرت کا آخری نکاح تھا۔ سنہ ۵۱ھ میں مقام سرف ہی میں ان کی وفات ہوئی جس مقام پر ان کا انتقال ہوا وہ مقام میمونہ کر کے مشہور ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عائشہ نے ان کے اتقا اور اخلاق کی تعریف کی ہے ان سے (۴۶) حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے سات متفق علیہ ہیں ایک افراد بخاری ایک افراد مسلم۔ ان کے راوی عبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہ میں سے، عطا اور سلیمان بن یسار تابعین میں سے ہیں۔

حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا

فاختہ نام۔ ام ہانی کنیت رسول کریم کی چچا زاد بہن حضرت علی کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کا نکاح ہبیرہ بن عمرو مخزومی سے ہوا تھا۔ سنہ ۸ھ میں بعد فتح مکہ مسلمان ہوئیں۔ امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی (مسند احمد) ان سے (۴۶) حدیثیں مروی ہیں۔ صحابہ میں عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن حارث بن نوفل نے بھی ان سے روایت کی ہے، تابعین میں سے شعبی عطا مجاہد عروہ وغیرہ نے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ

بلال نام۔ کنیت ابو عبداللہ یا ابو عمر۔ بعض نے عبدالکریم بھی لکھا ہے حبشہ کے باشندے تھے، اُمیہ بن خلف کے غلام تھے، ان کے باپ کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، ان کے ایک بھائی تھے خالد نام ابو روعہ کنیت وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے آخر عمر میں دونوں بھائی شام میں رہے وہیں وفات پائی۔ بلال سنہ ہجری میں چالیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے یہ پانچویں مسلمان تھے چونکہ ان کا آقا اشد کافر تھا اس لئے خفیہ ایمان لائے جب اس کو خبر ہوئی تو اس نے سخت اذیت دینی شروع کی۔ دوپہر میں گرم ریت پر ننگا لٹا کر گرم پتھر چھاتی پر رکھ دیتا اور کہتا لات وعزیٰ کی عظمت بیان کر یہ احد احد کہتے۔ رسول کریم ان کا حال دیکھ کر بیحد متأسف ہوتے، ایکدن آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ ہوتا تو بلال کو خرید لیتے حضرت

ابوبکر یہ سنکر ان کے آقا کے پاس پہونچے اور اس کو سمجھایا کہ اس قدر ظلم نکرنا چاہئے اُس نے کہا تم لوگوں نے اس کو بہکا کر بگاڑ دیا۔ اب یہ میرے کام کا نہیں رہا۔ تمہیں رحم آتا ہے تو خریدلو حضرت ابوبکر نے ایک غلام اور کچھ روپیہ دیکر بلال کو خرید لیا اور آزاد کر دیا یہ جنگ بدر میں شریک تھے اُمیہ بن خلف اور اس کے بیٹے کو دیکھکر انہوں نے غل مچایا۔ مسلمانو یہ دشمن اسلام اُمیہ بن خلف جانے نپائے چنانچہ مسلمانوں نے اس کو اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ بلال رسول کریم کے مؤذن تھے۔ غزوہ ذی امر میں حضور نے ان کو دشمن کی قرارگاہ دیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ خیبر وغیرہ غزوات میں بھی شریک رہے حضرت عمر کے عہد خلافت میں ان سے اجازت لیکر شام چلے گئے وہیں اپنا اور اپنے بھائی کا نکاح کیا۔ جب حضرت عمر بیت المقدس تشریف لیگئے تو یہ بھی ملنے آئے حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے اِن سے اذان کی فرمایش کی انہوں نے اذان کہی صحابہ کو رسول کریم کا زمانہ یاد آگیا۔ بیتاب ہو کر رونے لگے۔ جنگ قیساریہ میں قسطنطین نے سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن العاص کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح کی گفت گو کیلئے ایک سردار کو بھیجو حضرت بلال نے کہا میں جاؤنگا۔ حضرت عمرو بن العاص نے اجازت دیدی۔ بلال قمیص پہنے ہوئے تھے سر پر صوف کا عمامہ تھا۔ تلوار اور توشہ دان کندھے پر لٹکایا عصا ہاتھ میں لیکر چلے قسطنطین کے سفیر نے جب یہ دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ مسلمان ہمارے بادشاہ کو کچھ نہیں سمجھتے ایک حبشی غلام کو بھیجا ہے۔ ان سے کہا تم واپس جاؤ۔ بادشاہ کسی دوسرے سردار سے بات کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا میں تمہارے بادشاہ کی ہر بات کا معقول جواب دونگا۔ سفیر نے اِن کو ٹھیرایا اور بادشاہ سے جاکر سب واقعات بیان کئے۔ بادشاہ نے ان کو واپس کر دیا ساٹھ سال کی عمر میں ۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۴۴) حدیثیں مروی ہیں حضرت ابوبکر و عمر و ابن مسعود و ابن عمر و اسامہ بن زید و جابر و ابو سعید خدری و براء بن عازب و کعب بن عجرہ وغیرہ جلیل القدر صحابہ اور شام کے بڑے بڑے تابعین ان کے راوی ہیں

اُمّ عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا

نسیبہ نام، ام عطیہ کنیت، ان کے باپ کا نام حارث تھا۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں سات غزوات میں شریک رہیں۔ مریضوں کی خدمت اور کھانے پکانے کا کام کرتی تھیں زینب بنت رسول کریم کو حضور کے حسب ہدایت انہوں ہی نے غسل میت دیا تھا (صحیح بخاری) رسول کریم اور حضرت علی کی ان کے حال پر خاص عنایت تھی صحابیات میں ان کا بڑا درجہ تھا۔ (استیعاب) انہوں نے رسول کریم اور حضرت عمر سے حدیثیں روایت کی ہیں ان سے امام ابن سیرین وحفصہ بنت سیرین و عبدالملک بن عمرو، وعلی ابن الاقمر وغیرہ نے روایت کی ہے، ان کی مرویات کی تعداد (۴۱) ہے۔

اقلّین

نمبر شمار	نام	تعداد روایت	نمبر شمار	نام	تعداد روایت
(۱)	زبیر	۳۸	(۱۲)	خالد بن ولید	۱۸
(۲)	فاطمہ بنت قیس	۳۸	(۱۳)	عمرو بن حریث	۱۸
(۳)	خباب بن الارت	۳۲	(۱۴)	خولہ بنت حکیم	۱۵
(۴)	عیاض بن حماد تیمی	۳۰	(۱۵)	ثابت بن ضحاک	۱۴
(۵)	مالک بن ربیعہ ساعدی	۲۸	(۱۶)	معاویہ بن حکیم سلمی	۱۳
(۶)	عبداللہ بن سلام	۲۵	(۱۷)	عروہ بن جعدہ الاسدی	۱۳
(۷)	فضل بن عباس	۲۵	(۱۸)	بسرہ بنت صفوان	۱۱
(۸)	ام قیس بنت محصن	۲۴	(۱۹)	عروہ بن مضرس	۱۰
(۹)	عامر بن ربیعہ	۲۲	(۲۰)	مجمع بن یزید	۱۰
(۱۰)	ربیع بنت معوذ	۲۱	(۲۱)	سلمہ بن قیس	۷
(۱۱)	اسید بن حضیر اشہلی	۱۸	(۲۲)	قتادہ بن نعمان	۷

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	نمبر شمار	نام	تعداد روایات
(۲۳)	قبیصہ بن مخارق عامری	۶	(۳۲)	زید بن حارثہ	۴
(۲۴)	عاصم بن عدی قضاعی	۶	(۳۳)	ثابت بن ذریعہ	۲
(۲۵)	سلمہ بن نعیم اشجعی	۵	(۳۴)	کعب بن عیاض اشعری	۲
(۲۶)	مالک بن صعصعہ	۵	(۳۵)	کلثوم بن حصین غفاری	۲
(۲۷)	سائب بن خلاد	۵	(۳۶)	دحیہ کلبی	۲
(۲۸)	محجن بن ادرعہ	۵	(۳۷)	جلانہ بنت وہب	۲
(۲۹)	خفاف غفاری	۵	(۳۸)	مالک بن یسار	۱
(۳۰)	ذو فجر حبشی	۵	(۳۹)	عبداللہ بن زمعہ	۱
(۳۱)	مالک بن ہبیرہ کندی	۴	(۴۰)	کلثوم بن علقمہ	۱

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

زبیر نام۔ ابو عبداللہ و ابو طاہر کنیت۔ ان کا سلسلہ نسب چار واسطوں کے بعد رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ رسول کریم کے پھوپی زاد بھائی اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ حضرت ابو بکر کے داماد تھے یعنی رسول کریم کے ہم زلف بھی تھے۔ عشرہ بشرہ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے تھے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں زبیر میرا حواری ہے۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل میں میدان جنگ سے دور شہید ہوئے۔ یہ جنگ سے دست بردار ہو کر حضرت علی سے صلح کرکے واپس جارہے تھے کہ ایک شخص نے انکو شہید کردیا اور خون آلود تلوار لیکر حضرت علی کے پاس آیا۔ حضرت علی نے تلوار دیکھکر افسوس سے کہا یہ وہ تلوار ہے جو مدتوں رسول کریم کی خدمت کر چکی ہے۔ یہ سنکر قاتل نے خودکشی کر لی۔

ان سے (۳۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام ہیں۔ ان کے باپ کا نام قیس بن خالد اور ماں کا نام امیمہ بنت ربیعہ تھا ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا۔ اس نے طلاق دیدی تو حضرت اُسامہ سے نکاح ہوا اول اول جن عورتوں نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی ان میں یہ بھی تھیں۔ حضرت عمر کی شہادت کے بعد انتخاب خلافت کا جلسہ انہیں کے مکان میں ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد وفات پائی ان سے (۳۴) حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے راوی قاسم بن محمد و سعید بن مسیب. و سلیمان بن یسار و شعبی و نخعی ہیں۔

ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہ

مدینہ کے قبیلے بنی نجار سے تھیں۔ ان کی دادی کا نام عفرا تھا۔ عفرا کی تمام اولاد اسی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ غزوات میں شریک ہوتی تھیں۔ زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ اور میدان جنگ میں پانی پلاتی تھیں۔ ایاس بن بکیر قریشی سے ان کا نکاح ہوا تھا۔ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھیں۔ غزوۂ احد میں اُنہوں نے شہداء کو میدان سے اٹھا کر مدینہ پہونچایا۔ (بخاری و ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عباس و امام زین العابدین ان سے مسایل دریافت کرتے تھے ان سے (۲۱) حدیثیں مروی ہیں۔ سلیمان بن یسار۔ نافع وغیرہ ان کے راوی ہیں۔ ان کے باپ معوذ نے جنگ بدر میں ابوجہل کو قتل کیا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

ابو سلیمان و ابو الولید کنیت۔ قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھے۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ کے بھانجے تھے۔ ان کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰ تھا۔ سنہ ۶ھ میں مسلمان ہوئے، عرب کے مشہور بہادروں اور اسلام کے مشہور فاتحین سے ہیں۔ ان کے حالات سے تاریخیں بھری پڑی ہیں کئی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ سنہ ۸ھ میں سریہ موتہ کی فتح پر رسول کریم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا۔ سنہ ۲۱ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۱۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

زمانہ جاہلیت میں جب یہ بچے تھے ان کو ڈاکو پکڑ لائے اور بازار عکاظ میں فروخت کر دیا، حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپی ام المؤمنین خدیجہ کی نذر کر دیا جب حضرت خدیجہ سے رسول کریم کا عقد ہو گیا تو انہوں نے حضور کی نذر کر دیا یہ تیسرے مسلمان تھے۔ حضور ان سے بیحد محبت کرتے تھے یہاں تک کہ یہ حضور کے متبنی مشہور تھے ان کے والد کو جب معلوم ہوا کہ زید مکہ میں ہے تو ان کو لینے کی لئے آئے۔ بہت کہا مگر انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت سے علیحدہ ہونا پسند نہ کیا، رسول کریم نے ان کا نکاح اپنی لونڈی ام ایمن سے کرا دیا تھا۔ ان سے حضرت اسامہ بن زید پیدا ہوئے دوسرا نکاح حضور نے اپنی پھوپی زاد بہن حضرت زینب سے کرا دیا تھا، ان کی اُن سے نہ بنی انہوں نے طلاق دیدی یہ غزوہ موتہ میں ۸ھ میں شہید ہوئے ان سے چار حدیثیں مروی ہیں۔

فہرست جدید

کتب سیر و تاریخ و حدیث میں جو فہرست اُن اصحاب اور ان کے مرویات کی منقول ہے جنکی روایات شمار کی گئی ہیں اور ان کو محدثین نے چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے یعنی مکثرین۔ متوسطین مقلین۔ اقلین۔ وہ فہرست نقل کر دی گئی۔ لیکن بعض متفرق کتب سے بعض اور اصحاب کی روایات کی تعداد بھی معلوم ہوتی ہے میں نے اپنی معلومات کی موافق اُن کی یہ فہرست مرتب کی ہے۔

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	کیفیت
۱	شداد بن اوس	۵۰	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔
۲	عبداللہ بن زبیر	۳۳	دو متفق علیہ (۶) افراد بخاری (۲) افراد مسلم۔ انہوں نے رسول کریم کے علاوہ حضرت عائشہ حضرت عمر حضرت زبیر۔ حضرت علی وغیرہ اصحاب سے بھی روایت کی ہے۔ تابعین میں عباد و عروہ وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے۔

نمبر شمار	نام	تعداد روایات	کیفیت
(۳)	ام الفضل بنت حارث	۳۰	عم رسول حضرت عباس کی بیوی اور حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ تھیں ام المومنین حضرت میمونہ کی بہن تھیں۔ حضرت خدیجہ رض کے بعد مسلمان ہوئیں (طبقات ابن سعد) حضرت عثمان کے عہد خلافت میں اپنے شوہر حضرت عباس سے پہلے وفات پائی ان سے ان کے بیٹوں اور حضرت انس نے روایت کی ہے
(۴)	عبداللہ بن یزید خطمی انصاری	۲۷	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔
(۵)	حضرت فاطمہ زہرا	۱۸	ایضاً
(۶)	عبدالرحمن بن شبل	۱۴	قبیلہ اوس سے تھے۔ انصار کے نقیبوں میں یہ بھی تھے (اصابہ) رسول کریم کے بعد حمص میں سکونت اختیار کی عہد امیر معاویہ میں وفات پائی۔ امیر معاویہ نے ان کو لکھا کہ جو حدیثیں آپ نے سنی ہوں اُن سے لوگوں کو آگاہ کر دیجیے (مسند احمد بن حنبل) ابوداؤد نسائی و ابن ماجہ میں ان کی حدیثیں ہیں۔ ان کے راوی تمیم بن محمود اور اسود ہیں۔
(۷)	امام حسن رض	۱۳	ان کی کل روایات کا شمار نہیں ہوا۔ براہ راست رسول کریم سے انہوں نے تیرہ روایتیں کی ہیں۔ ان کے حالات علیحدہ لکھے جاویں گے۔
(۸)	ام المومنین زینب بنت جحش	۱۱	ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔
(۹)	ام المومنین صفیہ	۱۰	ایضاً
(۱۰)	امام حسین رض		حسب کیفیت م۷ رسول کریم سے براہ راست آٹھ روایتیں کی ہیں
(۱۱)	عبداللہ بن زید انصاری	۸	ابو محمد کنیت، صاحب الاذان لقب۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ زید بن ثعلبہ صحابی کے بیٹے تھے انہوں نے خواب میں اذان کا طرز و الفاظ

نمبر شمار　نام　تعداد روایات　کیفیت

دیکھے تھے ایسا ہی خواب حضرت عمر نے دیکھا تھا لیکن انہوں نے
سب سے پہلے بیان کیا اس لئے صاحب الاذان لقب ہوا۔ بدر میں
شریک تھے۔ فتح مکہ کے دن بنو حارث بن خزرج کا علم رسول کریم
نے ان کو عطا فرمایا تھا (۶۴) سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات
پائی حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حافظ ابن حجر نے ان کی
سات حدیثیں لکھی ہیں۔ امام بخاری و ترمذی نے صرف ایک حدیث
اذان لکھی ہے۔ ان کے راوی سعید بن مسیب اور عبدالرحمن بن
ابی لیلی ہیں۔

(۱۲) ام المومنین جویریہ　۷　۔ ان کے حالات علیحدہ لکھے جائیں گے۔

(۱۳) ام المومنین سودہ　۵　۔ ایضاً

حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ

ابو یعلی و ابو عبدالرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے حضرت حسان بن ثابت مشہور شاعر کے بھتیجے تھے۔ ان کے باپ کا نام اوس بن ثابت تھا۔ ان کی والدہ صریمہ نام بنو نجار کے خاندان عدی سے تھیں۔ ان کے والد عقبہ ثانیہ اور بدر میں شریک تھے۔ احد میں شہید ہوئے یہ خود جنگ بدر میں باوجود کم سنی شریک تھے۔ حضور کی وفات کے بعد فلسطین۔ بیت المقدس حمص وغیرہ میں مقیم رہے ۵۸ھ میں بعمر ۷۵ سال وفات پائی بیت المقدس میں دفن ہوئے ان سے (۵۰) حدیثیں مروی ہیں۔ ان کے راوی محمود بن الربیع و بشیر بن کعب وغیرہ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ

ابو موسی کنیت قبیلہ اوس سے تھے۔ ان کے باپ یزید بن زید بھی صحابی تھے۔ باپ بیٹے ساتھ مشرف باسلام ہوئے بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی

اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت علی کے عہد کی لڑائیوں میں حضرت علی کے ساتھ
شریک تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو مکہ میں نایب بنایا اور ۶۵ھ
میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا امام شعبی ان کے میرمنشی تھے۔ اسی زمانہ میں وفات پائی۔ ان سے
(۲۷) روایتیں مروی ہیں بعض براہ راست رسول کریم سے ہیں۔ بعض حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت
وغیرہ اصحاب سے۔ ان کے راوی ان کے بیٹے موسی اور امام ابن سیرین وغیرہ ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

فاطمہ نام۔ زہرا لقب۔ رسول کریم کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ نبوت سے پانچسال قبل
ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ (۱۸) سال کی عمر میں ذی الحجہ ۲ھ ہجری
میں حضرت علی سے نکاح ہوا۔ رسول کریم کو ان سے بیحد محبت تھی آپ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے
جسم کا حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی اُس نے مجکو اذیت دی (بخاری) اور ارشاد فرمایا ہے
کہ دنیا کی عورتوں کو تقلید کیلئے مریم (والدہ حضرت عیسی علیہ السلام) خدیجہ (ام المومنین) فاطمہ
(بنت رسول کریم) آسیہ (زوجہ فرعون) کافی ہیں (ترمذی) اور ارشاد ہے **سیدۃ نساء اھل
الجنۃ فاطمۃ** (فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں (استیعاب) حضرت عائشہ نے بھی ان کی صداقت
وتقوی وطہارت کی تعریف کی ہے (استیعاب) حضور سے چھ ماہ بعد تیسری رمضان ۱۱ھ میں
بروز شنبہ (۲۹) سال کی عمر میں وفات پائی (زرقانی) پہلے عورت و مرد کا جنازہ ایک ہی طرح
کا ہوتا تھا۔ عورت کے جنازے کا پردہ بنانا انہیں کے جنازے سے شروع ہوا ہے انہوں نے قبل وفات
اسماء بنت عمیس سے کہا کھلا جنازہ لیجانے میں بے پردگی ہے اسماء نے کہا میں نے حبش میں یہ طریقہ دیکھا
ہے اور چند لکڑیاں منگا کر ان پر کپڑا تان کر دکھایا۔ انہوں نے پسند کیا۔ ان کی قبر کے متعلق اختلاف
ہے۔ لیکن صحیح روایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ دار عقیل میں دفن ہوئیں۔ (طبقات ابن سعد و حلیۃ
الحجازیہ) تین لڑکے حسن، حسین، محسن اور دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب ان کے اولاد تھے۔
محسن نے بچپن میں وفات پائی۔ باقی تاریخ اسلام میں مشہور ہیں۔ ان کی چند سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں

ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔ حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ، حضرت علی۔ حضرت انس، حضرات حسنین اِن کے راوی ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حسن نام۔ ابو محمد کنیت۔ سید و نقی لقب۔ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رسول کریم کے نواسے، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے (طبرانی) حضرت علی کے بعد ۴۰ھ میں خلیفہ ہوئے۔ چھ مہینے بعد خلافت سے دست بردار ہوگئے اور امیر معاویہ سے بیعت کرلی ۴۹ھ میں ۴۶ سال کی عمر میں مدینہ میں وفات پائی انہوں نے حدیثیں بھی جمع کیں تھیں (تہذیب التہذیب) ایکدن حضرت ابوبکر راستے سے گذر رہے تھے حضرت حسن کھیل رہے تھے حضرت ابوبکر نے ان کو کاندھے پر سوار کرلیا۔ اور کہا میرا باپ تم پر قربان رسول کریم کے ہمشکل ہو (مسند احمد بن حنبل) ان کی مرویات کی تعداد تیرہ ہے کچھ براہ راست رسول کریم سے کچھ حضرت علی وغیرہ سے، ان سے حضرت عائشہ و حسن بن حسن و امام ابن سیرین نے روایت کی ہے۔

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

برہ نام تھا۔ رسول کریم نے زینب نام رکھا۔ ام الحکم کنیت تھی۔ ان کے باپ جحش بن رباب قریش کے قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے۔ ان کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب تھیں۔ امیمہ رسول کریم کی حقیقی پھوپی تھیں یہ ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئیں۔ پہلا نکاح زید بن حارثہ سے ہوا۔ انہوں نے ایکسال کے بعد طلاق دیدی۔ اس کے بعد ذی قعدہ ۵ھ میں رسول کریم سے نکاح ہوا ان کے مہر میں حضور نے دس دینار ساڑھ درہم ایک اوڑھنی ایک کرتہ ایک چادر پچاس مد گیہوں تیس صاع خرمے خشک بھیجے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۸ سال تھی۔ ۲۰ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت عائشہ و حضرت ام سلمہ نے ان کے اتقا کی تعریف کی ہے۔ یہ نہایت سخی تھیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو مدینہ کے فقراء و مساکین میں

پریشانی پھیل گئی۔ ان سے (۱۱) حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے (۹) متفق علیہ ہیں ان سے ام المومنین ام حبیبہ نے بھی روایت کی اور ان کے بھتیجے محمد بن عبد اللہ بن جحش ان کے راوی ہیں

ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا

زینب نام۔ ان کا باپ حیی بن اخطب حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھا اور قبیلہ بنی نضیر کا سردار تھا۔ ان کی ماں ضرہ نام بنی قریظہ کے رئیس سموال کی بیٹی تھیں ان کا نکاح سلام ابن مشکم القرظی سے ہوا تھا۔ اس نے طلاق دیدی تو کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا (کنانہ خیبر کے رئیس اور تاجر ابو رافع کا بھتیجا تھا) کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا۔ زینب کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے یہ گرفتار ہو کر آئیں۔ حضرت دحیہ کلبی صحابی نے رسول کریم سے ایک لونڈی طلب کی آپ نے زینب ؓ ان کو دیدی اس پر ایک صحابی نے کہا کہ یہ رئیسہ بنو نضیر و بنو قریظہ ہے اس کے ساتھ عام قیدیوں کا سا برتاؤ نہ کیجئے یہ آپ کے سزاوار ہے۔ حضور نے دحیہ ؓ کو دوسری لونڈی دیدی اور زینب کو آزاد کر کے نکاح کر لیا اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال تھی۔ مال غنیمت کے اس حصہ کو جو سردار کیلئے مخصوص ہوتا تھا صفیہ کہتے تھے چونکہ یہ آنحضرت کے حصہ میں آئیں اسلئے صفیہ مشہور ہوئیں (زرقانی) ۳۵ھ میں جب باغیوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کیا تو انہوں نے حضرت عثمان کی مدد کی (اصابہ) رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی۔ جنۃ البقیع میں دفن ہوئیں بوقت وفات ان کی عمر (۶۰) سال تھی۔ یہ نہایت عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔ (اسد الغابہ و زرقانی) ان سے دس حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں ایک متفق علیہ ہے۔ امام زین العابدین انکے راوی ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین نام ابو عبد اللہ کنیت۔ سید شہید لقب۔ ۴ شعبان ۴ھ ہجری بروز شنبہ پیدا ہوئے حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت علی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ محرم ۶۱ھ میں کربلا میں شہید کئے گئے۔ ان کے حالات بالتفصیل کتب تواریخ میں مذکور ہیں اور متعدد سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ ان کی رسول کریم سے براہ راست آٹھ روایتیں ہیں۔ اور روایات بھی ہیں جو حضرت علی

وحضرت عمر وحاضرت فاطمہ وغیرہ سے ہیں ۔ان کے راوی علی بن امام حسنؓ وزید بن امام حسنؓ اور ان کی بیٹیاں سکینہ وفاطمہ اور ان کے پوتے امام باقر ہیں اور امام شعبی وغیرہ بھی ان کے راوی ہیں ۔ایکمرتبہ امام حسین مسجد میں آئے بہت سے اصحاب بیٹھے تھے انہوں نے سلام کیا سب نے جواب دیا۔عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے جب سب خاموش ہوگئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور لوگوں سے کہا میں تمہیں بتاؤں کہ زمین وآسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے یہی ہیں جو جارہے ہیں ۔(اسد الغابہ)

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت ابن عمر نے لوگوں سے کہا ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کردیا مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں (ترمذی)۔

اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

برہ نام۔ حارث بن ابی ضرار قبیلہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا شوہر نافع بن صفوان (ذی شفر) بحالت کفر غزوہ بنی مصطلق میں قتل ہوا۔ان کے باپ نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔رسول کریم کو خبر پہونچی۔آپ لشکر لیکر بھیجے۔ حارث فرار ہوگیا۔لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کردیا آخر مغلوب ہوئے ۔چھ سو آدمی دو ہزار اونٹ پانچہزار بکریاں گرفتار ہوکر آئیں ان قیدیوں میں برہ بھی تھیں اِن کے باپ نے رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں سردار قبیلہ ہوں میری لڑکی کو لونڈی نہ بنایا جائے حضور نے فرمایا کہ برہ کی مرضی پر منحصر ہے ان سے دریافت کیا گیا انہوں نے کہا میں رسول کریم کے پاس رہنا چاہتی ہوں حضور نے ان سے نکاح کرلیا۔ اور جویریہ نام رکھا یہ واقعہ سنہ ۶ ھجری کا ہے ۔حضور سے ان کا نکاح ہونا تھا کہ مسلمانوں نے تمام قیدی چھوڑ دئے کہ جس خاندان میں رسول کریم کا نکاح ہوا ہے وہ غلام نہیں ہوسکتا۔ربیع الاوّل ۵۰ھجری میں بعمر (۶۵) سال وفات پائی۔بقیع میں دفن ہوئیں۔ ان سے ۷ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے دو افراد بخاری دو افراد مسلم ہیں ان کے راوی حضرت

ابن عباس و ابن عمر و جابر ہیں۔

ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

سودہ نام۔ کنیت ام الاسود۔ ان کے باپ زمعہ بن قیس بن عبد شمس قریش کے مشہور قبیلہ عامر بن لوی سے تھے۔ ان کی والدہ شموس بنت قیس بن زید مدینہ کے قبیلہ بنی نجار سے تھیں۔

ان کا نکاح ان کے باپ کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو سے ہوا تھا۔ حضرت سودہ عبد المطلب جد رسول کریم کی والدہ سلمیٰ کی بھتیجی تھیں۔ ابتدائے اسلام میں یہ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور ہجرت ثانیہ حبشہ میں شریک ہوئیں۔ کئی سال حبشہ میں بسر کر کے مکہ واپس آئیں۔ یہاں آ کر ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ ام المومنین حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے رسول کریم نے رمضان ۱۰ سنہ نبوت میں چار سو درہم مہر پر ان سے نکاح کیا۔ ان کے باپ نے خود نکاح پڑھا۔ ان کے بھائی عبد اللہ بن زمعہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ سن کر بہت برہم ہوئے۔

حضرت سودہ دباغت کے فن میں ماہر تھیں۔ طائف کی کھالوں کو دباغت کرنے کی اجرت کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک تھیلی میں درہم بھر کر بھیجے دریافت کیا، کیا ہے، کہا درہم ہیں فرمایا کھجور کی طرح درہم بھی تھیلی میں بھر کر بھیجے جاتے ہیں۔ سب درہم مساکین کو تقسیم کر دئے ان کے شوہر سابق سے ایک لڑکا تھا عبد الرحمن نام جو جنگ جلولا (فارس) میں شہید ہوا۔ بزمانہ خلافت حضرت عمر ۲۲ھ میں وفات پائی بعض نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے عہد میں ۵۵ھ میں انتقال ہوا، ان سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک بخاری میں ہے چار دوسری کتابوں میں۔ ان کے راوی حضرت ابن عباس و حضرت زبیر ہیں۔

اہل بیت پاک رضوان اللہ علیہم اجمعین

علاوہ ازواج مطہرات رسول کریم کے حضرت فاطمہ زہرا، حضرت علی۔ حضرات حسنین بھی اہل بیت کہلاتے ہیں اور حضرات حسنین کی اولاد میں جو ائمہ گذرے ہیں ان کو ائمہ اہلبیت کہا جاتا ہے بعض ناواقفوں کا یہ خیال ہے کہ کتب حدیث میں حضرت فاطمہ حضرت علی حضرات حسنین

وائمہ اہل بیتؓ سے روایتیں نہیں ہیں۔ گذشتہ بیانات سے ثابت ہوگیاہے کہ حضرت فاطمہؓ و
حضرت علیؓ و حضرات حسنینؓ کی تعداد روایت سوا چھ سو سے زیادہ ہے۔ اسقدر تعداد روایت نہ
خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کی ہے، سوائے حضرت عایشہؓ کے نہ ازواج مطہرات میں سے کسی کی ہے
حضرت فاطمہ زہراؓ حضور کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں اس لئے ان کی تعداد روایت کم ہے یعنی (۱۸)
اس پر بھی ان کی مرویات ازواج مطہرات میں زینب، صفیہ، جویریہ، سودہ سے زیادہ ہیں جو کہ
حضور کے بعد برسوں زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ کی تعداد روایت تینوں خلفا اور تمام اصحاب عشرہ مبشرہ
سے زیادہ ہے۔ امام زین العابدین۔ امام باقر۔ امام جعفر صادق۔ امام موسی کاظم، ان سب کی روایات
کتب حدیث میں ہیں۔ امام موسی کاظم کے فتوے مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کتب میں ہیں۔
ان کی ایک سند بھی ہے۔ محدثین وائمہ مجتہدین میں سب سے بڑے امام یعنی امام اعظمؒ، امام مالک
امام سفیان ثوری یہ تینوں امام باقر و امام جعفر صادق کے شاگرد ہیں۔ اصطلاح محدثین میں
جو روایت امام زین العابدین کی امام حسین اور ان کی حضرت علیؓ سے ہو اصح الاسانید کہلاتی ہے
صحیح بخاری میں حضرت علیؓ کی ۲۹ حضرت ابوبکرؓ کی ۲۲ حضرت عثمانؓ کی ۹ روایات ہیں۔

اختتام بیان صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ میں جو بزرگ حفاظ حدیث تھے ان کا ذکر تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں موجود ہے
اس کتب میں اس کا لحاظ نہیں کیا گیاہے کہ حفاظ ہی کا تذکرہ ہو بلکہ جماعت صحابہ میں سے جن جن
حضرات کے ذکر کی اس کتاب کو ضرورت تھی ان کا بیان بقدر تعارف کردیا گیا۔ طبقات رواۃ جو
باعتبار تعداد روایت سلف صالحین نے قایم کئے ہیں جن حضرات کی روایات کا شمار ہوگیاہے
ان کی فہرست نقل کردی گئی اور ان فہرستوں میں سے اس کتاب کی ضرورت کے لحاظ سے بعض
بعض حضرات کا ذکر کردیا گیا۔ آخر میں ایک جدید فہرست کا اضافہ کرکے اس میں سے اکثر کا ذکر
کردیا گیا۔ اب چند ایسے صحابہ اور صحابیات کا تذکرہ کرناہے جنکی روایات کا شمار نہیں ہوا ہے
اور اس کتاب کو اُن کے ذکر کی ضرورت ہے۔ ہر صحابی کے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں ہم نے بخیال اختصار
ایک ایک دو دو نام لکھدیئے ہیں

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ سالم سے تھے ان کے باپ کا نام مالک بن عمر تھا۔ قبا کے قریب مکان تھا اپنے قبیلے کے سردار تھے غزوۂ بدر میں شریک تھے جب نابینا ہو گئے تو غزوات میں شریک نہ ہو سکے حضور نے ان کو مسجد بنی سالم کا امام بنایا تھا حضرت انس ان کے مکان کو کنوز حدیث کہا کرتے تھے۔ حضرت انس نے ان سے روایت کی ہے ان کی حدیثیں صحیحین اور مسند احمد بن حنبل اور مسند ابوداؤد طیالسی میں ہیں۔

حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ خزرج سے تھے عقبۂ اولیٰ میں مسلمان ہوئے۔ عقبۂ ثانیہ میں بھی شریک تھے (اسد الغابہ) عہد مواخات میں یہ عبدالرحمن بن عوف کے بھائی بنائے گئے تھے۔ غزوۂ احد میں شریک ہوئے نیزہ کے بارہ زخم جسم پر تھے۔ میدان جنگ میں رسول کریم نے فرمایا کوئی سعد بن ربیع کی خبر لائے ابی بن کعب چلے لاشوں میں دیکھا تو یہ سسک رہے تھے۔ زبان سنبھال کر کہا کہ حضور سے میرا سلام عرض کرنا اور انصار سے کہنا کہ اگر رسول کریم قتل ہو گئے تو تم خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے۔ دفن کے وقت ایک ایک قبر میں دو دو شہید دفن کئے گئے۔ یہ حضرت سعد کے چچا حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے ساتھ دفن کئے گئے۔ یہ دولتمند تھے لکھنا بھی جانتے تھے جو حدیث سنتے لکھ لیتے تھے (اسد الغابہ)

حضرت سہل بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلۂ اوس سے تھے۔ ان کے باپ کا نام ربیع بن عمرو تھا۔ حنظلہ ان کی دادی کا نام تھا یہ نسل اسی کے نام سے مشہور تھی۔ ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے غزوۂ احد و بیعۃ الرضوان میں شریک تھے حضور کی وفات کے بعد دمشق میں سکونت اختیار کی۔ جامع دمشق میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے حضرت ابوالدرداء و امیر معاویہ بھی انسے حدیثیں دریافت کرتے تھے۔ امیر معاویہ کے عہد میں دمشق میں وفات پائی۔ قاسم بن عبدالرحمن۔ یزید بن ابی مریم شامی ان کے راوی ہیں۔

حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہ

قبیلۂ قریش کے خاندان عدی سے تھیں۔ ان کے باپ کا نام عبداللہ بن عبد شمس تھا، ماں کا نام فاطمہ بنت وہب تھا۔ نکاح ابو حثمہ بن حذیفہ عدوی سے ہوا۔ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ رسول کریم ان کے گھر جاتے تو آرام فرماتے اس لئے انہوں نے ایک بچھونا ایک تہبند خاص علیحدہ رکھ چھوڑا تھا۔ اس میں حضور کا پسینہ جذب ہو جاتا تھا، ان کی اولاد نے اس تبرک کو نہایت احتیاط سے رکھا مگر مروان نے ان سے یہ سب چیزیں چھین لیں (اسد الغابہ)

یہ عاقلہ فاضلہ تھیں لکھنا بھی جانتی تھیں۔ حضرت عمر ان سے مشورہ لیا کرتے تھے اور ان کی رائے کی تعریف کیا کرتے تھے (اسد الغابہ) حضرت عمر نے بازار کا انتظام ان کے سپرد کیا تھا (اصابہ) انہوں نے آنحضرت و حضرت عمر سے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ ام المومنین حفصہ بھی انکی راوی ہیں۔ ان کے بیٹے سلیمان اور دو پوتے ابوبکر و عثمان بھی ان کے راوی ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ

خندق اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے حضور علیہ السلام نے کتاب الصدقہ ان کو لکھا کر دی تھی۔ یہ بحرین کے حاکم تھے۔ ان کا خلافت فاروقی میں وفات پانا بعض نے لکھا ہے لیکن امیر معاویہ کے عہد میں ان کا موجود ہونا ثابت ہے کیونکہ امیر معاویہ سے ان کی ایک معاملہ میں سخت گفتگو ہوئی تھی۔

حضرت ابو شاہ رضی اللہ عنہ

فارسی الاصل تھے۔ یمن کے بادشاہ سیف بن یزن کے مدد کیلئے آئے یمن ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ فتح مکہ کے بعد جو حضور نے خطبہ دیا تھا وہ انکی درخواست پر حضور نے ان کے لئے لکھا دیا تھا

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

ابو ثابت و ابو قیس کنیت۔ سید الخزرج لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھے۔ ان کے باپ کا نام عبادہ بن دلیم بن حارثہ اور ان کی والدہ کا نام عمرہ بنت مسعود تھا۔

حضرت سعد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

عقبۂ ثانیہ میں مسلمان ہوئے۔ قریش مکہ کو جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر ہوئی پکڑ کر لے گئے اور خوب مارا۔ مطعم بن عدی نے چھڑایا (طبقات ابن سعد)

غزوہ ابوا کو جب رسول کریم تشریف لے گئے تو مدینہ میں ان کو خلیفہ بنا گئے تھے غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ مشرکین جنگ احد کے لئے جب مدینہ پر چڑھ آئے تو انہوں نے تمام ہتیار باندھ کر معہ چند آدمیوں کے رسول کریم کے مکان کی حفاظت کی (طبقات ابن سعد)

جنگ اُحد میں خزرج کا عَلَم حضور نے ان کو عطا کیا تھا۔ اس غزوہ میں جو چودہ اصحاب ثابت قدم رہے ان میں یہ بھی تھے۔ غزوۂ مریسیع میں اوس و خزرج دونوں کا علم ان کو دیا گیا تھا جنگ بدر کے لئے جب رسول کریم نے مشورہ کیا تو انصار بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر نے پھر حضرت عمر نے رائے دی۔ رسول کریم نے التفات نکیا یہ سمجھ گئے کہ حضور کا مقصد انصار سے رائے لیناہے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ اگر آپ حکم دیں گے تو ہم سمندر کو بھی پایمال کریں گے (مسلم)

غزوۂ خندق میں عیینہ بن حصین نے رسول کریم سے مطالبہ کیا کہ ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ ہم کو مدینہ کی پیداوار کا نصف دیا جائے۔ رسول کریم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ ثلث دینے کا وعدہ کر لیا جائے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ اگر یہ وحی ہے تو ہم کو عذر نہیں اور اگر وحی نہیں ہے تو ہم اس کو پیداوار نہ دیں گے بلکہ تلوار سے جواب دیں گے ہم نے جاہلیت میں تو کبھی ایسی ذلت گوارا کی نہیں، اب تو اللہ نے اسلام سے ہم کو مکرم کیا ہے (استیعاب)

غزوہ غابہ کیلئے جب حضور تشریف لیگئے تو مدینہ میں ان کو خلیفہ کر گئے غزوۂ حدیبیہ اور بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے۔ غزوہ خیبر میں تین جھنڈے بنائے گئے تھے۔ ایک ان کو دیا گیا تھا۔ فتح مکہ میں رسول کریم کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ پھر یہ علم حضرت زبیر کو دیدیا گیا۔ غزوۂ حنین میں بھی علم ان کو دیا گیا تھا۔ حضور کی وفات کے بعد

سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب خلافت کا جو جلسہ ہوا تھا اس کے صدر یہی تھے۔ انہوں نے تقریر کی تھی کہ خلافت کے مستحق انصار ہیں۔ سب نے ان سے کہا آپ لائق خلافت ہیں اسی وقت ابوبکر و عمر پہونچ گئے۔ مہاجرین و انصار میں تقریریں ہوئیں آخر حضرت ابوبکر کی بیعت ہوئی یہ اُٹھکر چلے گئے، انہوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی۔ ان کے آخر زمانہ خلافت تک مدینہ میں رہے۔ پھر دمشق کے قریب حوران میں سکونت اختیار کی۔ ۱۵ھ میں کسی نے قتل کر کے غسلخانہ میں لاش ڈال دی قاتل کا پتہ نہ چلا۔ انہوں نے حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔

عن اسمٰعیل بن عمرو بن قیس بن سعد بن عبادہ عن ابیہ انھم وجدوا فی کتاب سعد بن عبادہ الخ (مسند احمد بن حنبل)

یہ حدیث کا درس بھی دیتے تھے۔ ان سے صحابہ میں ابن عباس اور تابعین میں سعید بن مسیب نے روایت کی ہے۔

محدثین و مصنفین قرنِ اوّل

رحمت اللہ علیٰ مقابرہم ، من اکابر الیٰ اصاغرہم

تمام مصنفین و محدثین کا تذکرہ لکھنا نہایت دشوار ہے اور اسکے لئے علیحدہ ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے، اس باب میں ہر قرن کے متعلق تھوڑے تھوڑے مصنفین کا بقدر تعارف ذکر کیا جائے گا۔ ہر امام ہر محدث کے سیکڑوں اُستاد اور سیکڑوں شاگرد ہیں۔ ہم نے بخوف طوالت ایک ایک دو دو نام لکھے ہیں۔

ابو مسلم خولانی، عبداللہ بن ثواب نام حکیم الامت لقب حضور علیہ السلام کے عہد میں مسلمان ہوئے مگر حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوئے یہ مدینہ اسوقت پہونچے جب لوگ حضور کے دفن سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت عمرؓ و حضرت معاذؓ و حضرت ابو عبیدہؓ وغیرہ سے حدیث حاصل کی ان سے ابو ادریس خولانی نے روایت کی ہے۔ ۶۲ھ میں وفات پائی۔

علقمہ بن قیس نخعی،، رسول کریم کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمرؓ و حضرت ابن مسعودؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ وغیرہ سے حدیث حاصل کی ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں، امام شعبی کا قول ہے کہ بصرہ، کوفہ، شام، حجاز میں اُن سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ صحابہ بھی اُن سے مسائل دریافت کرتے تھے، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ علقمہ ابن مسعود کے شاگردوں میں ممتاز تھے (تذکرہ) علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے (تہذیب) ابراہیم نخعی انکے خاص شاگرد تھے ۶۲ھ میں وفات پائی

ابو بردہ عامر حضرت ابو موسیٰ اشعری کے فرزند تھے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر سے بھی حدیث حاصل کی انھوں نے اپنے باپ کی مرویات کو جمع کیا ثابت بنانی انکے شاگرد تھے قاضی شریح کے بعد ۷۴ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

سلیمان بن قیس لیشکری حضرت جابر صحابی کے شاگرد تھے اپنے استاد کی مرویات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا ۸۰ھ میں وفات پائی۔

قبیصہ بن ذوئب جب یہ پیدا ہوئے تو رسول کریم کے حضور میں پیش کئے گئے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ

حدیث حاصل کی امام زہری و مکحول انکے شاگرد تھے امام شعبی کا قول ہے قبیصہ زید بن ثابت کے قضایا
کے سب سے بہتر جاننے والے ہیں مکحول کا قول ہے کہ میں نے قبیصہ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا امام زہری کا قول ہے کہ
قبیصہ اس امت کے علماء میں سے ہیں ۸۶ھ میں وفات پائی۔

امام زین العابدین۔ علی الاصغر نام ابوبکر و ابومحمد کنیت سجاد و زین العابدین لقب ۳۶ھ میں پیدا
ہوئے۔ امام حسین شہید کربلا کے صاحبزادے تھے انکی والدہ شہربانو بنت یزدجرد شہنشاہ ایران تھیں
جنگ کربلا میں موجود تھے مگر علالت کیوجہ سے شریک جنگ نہو سکے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی انکو چند
روز نظربند رکھا تھا اپنے والد حضرت امام حسین و حضرت ابوہریرہ و حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت عائشہؓ
و حضرت ام سلمہ و عبداللہ بن حضرت عثمان وغیرہ سے حدیث حاصل کی امام زہری و یحییٰ بن سعید
انکے شاگرد تھے انکی جو روایت امام حسین سے اور انکی حضرت علیؓ سے ہوگی وہ اصح الاسانید کہلائیگی
محرم ۹۴ھ میں وفات پائی۔

عروہ بن زبیر حضرت عثمان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہؓ
اور اپنے والد او حضرت زید ابن ثابت و حضرت ابوہریرہ سے حدیث حاصل کی بعض نے انکو فقہائے سبعہ مدینہ
میں شمار کیا ہے۔ انکے بیٹے ہشام و امام زہری و حماد بن ابی سلیمان انکے شاگرد تھے انھوں نے رسول کریم کے
حالات و غزوات میں دو کتابیں تصنیف کی تھیں (کشف الظنون) ۹۴ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عمر و حضرت عبداللہ بن عباس و حضرت عدی بن حاتم طائی سے حدیث
حاصل کی عطا انکے شاگرد تھے انھوں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی تھی جو عطا ابن دینار کے نام سے مشہور ہوئی
(میزان الاعتدال) پچاس برس کی عمر تھی کہ ۹۵ھ میں حجاج بن یوسف نے انکو شہید کیا۔

ابراہیم نخعی صیرفی الحدیث و فقیہہ العراق لقب بچپن میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر
ہوئے اس پر انکے معاصرین ان سے رشک کیا کرتے تھے (تذکرہ ذہبی) حضرت زید ابن ارقم وغیرہ صحابہ
کو بھی انھوں نے دیکھا تھا۔ علقمہ و اسود سے علم حاصل کیا تھا۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر
نے انکے متعلق لکھا ہے کہ محدث تھے، فقیہہ تھے، صالح تھے، ثقہ تھے حضرت سعید بن جبیر تابعی کہا کرتے تھے

لوگوں تم مجھسے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعی موجود ہیں۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ ابراہیم تمام باتوں میں علقمہ کا نمونہ تھے امام شعبی نے انکی خبر وفات سنکر فرمایا ابراہیم نے اپنا نظیر نہیں چھوڑا جو اُن سے زیادہ عالم وفقیہہ ہو، اس پر ایک شخص نے دریافت کیا، امام حسن بصری وامام ابن سیرین بھی امام شعبی نے کہا حسن بصری وابن سیرین ہی نہیں بصرہ کوفہ شام حجاز میں کوئی شخص اُن سے زیادہ عالم نہیں ہا (۵۸) سال کی عمر میں ۹۵ھ میں وفات پائی۔

امام حسن مثنیٰ۔ امام حسن بن حضرت علی کے صاحبزادہ تھے ۲۶ھ میں پیدا ہوئے اپنے چچا امام حسین شہید کربلا اور بعض اصحاب سے علم حاصل کیا ۹۰ھ میں وفات پائی۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز، عمر نام ابوحفص کنیت مروان بن حکم کے پوتے تھے انکی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر فاروق تھیں ۶۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت انس صحابی وصالح بن کیسان تابعی سے حدیث حاصل کی علامہ ذہبی نے انکے متعلق لکھا ہے (کان اماماً فقیھاً مجتھداً عارفاً بالسنن کبیر الشان ثبتاً حجۃ حافظاً) بڑے فقیہہ بڑے مجتہد حدیث کے ماہر وحافظ تھے ۹۹ھ میں خلیفہ ہوئے انہوں نے تمام صوبوں کے حکام اور ائمہ کو حکم دیا کہ حدیثیں جمع کریں چنانچہ انکے عہد میں بہت سی کتابیں تصنیف ہوئیں علماء وفقہا ومحدثین کی ہر طرح اعانت وامداد کرتے تھے۔ خلفائے راشدین کے طرز عمل کے پابند تھے انکے حالات میں بڑے بڑے محدثین علماء نے مثل محدث ابن جوزی ومحدث عبداللہ بن حکم مصری وغیرہ نے کتابیں لکھیں ہیں (۴۱) سال کی عمر میں ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔ سعد بن ابراہیم محدث نے انکی عہد میں جو کتابیں تصنیف کی تھیں انھوں نے انکی نقلیں ممالک محروسہ میں بھجوائیں (جامع بیان العلم)

عمرۃ بنت عبدالرحمن،، اسعد بن زرارہ انصاری کی پوتی تھیں ام المومنین حضرت عائشہ نے شفقت مادرانہ کے ساتھ انکی تعلیم وتربیت کی یہ ام المومنین کو خالہ کہا کرتی تھیں محدث شیخ ابن مدینی کا قول ہے۔ کہ عمرہ حضرت عائشہ کی مستند حدیثوں کی جاننے والی تھیں اور ثقہ تھیں (تھذیب) محدث ابن حبان کا قول ہے عمرہ عائشہ کی حدیثوں کی بہتر جاننے والی تھیں (تہذیب) امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ مستند حدیث حضرت عائشہ کی وہ ہے جو عمرہ اور قاسم اور عروہ بیان کریں (ادب المفرد) ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم قاضی مدینہ جنکو خلیفہ عمر بن

عبدالعزیز نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیا تھا انکے بھانجے تھے خلیفہ کے فرمان میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ عمرۃ اور قاسم کی حدیثیں جمع کی جائیں (تہذیب ابن حجر) عمرۃ اکثر قاضی ابوبکر کی غلطیوں کی اصلاح کیا کرتی تھیں۔ (موطا امام مالک) امام زہری کا قول ہے کہ میں طلب علم میں عمرۃ کے پاس پہنچا تو انکو اتھاہ سمندر پایا (تذکرہ ذہبی) سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

مجاہد بن حرث، حضرت ابن عباس کے شاگرد تھے سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔ صاحب تصنیف تھے علی ابن ابی طلحہ ہاشمی انکے شاگرد تھے۔

امام شعبی ابوعمر کنیت عامر بن سراجیل نام علامۃ التابعین لقب سنہ ۱۷ھ میں پیدا ہوئے انھوں نے پانسو صحابہ کو دیکھا تھا حضرت عائشہ حضرت علی حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی حضرت ابن عمر نے انکو مغازی کا درس دیتے دیکھا تو کہا واللہ یہ شخص مجھسے اچھا اس فن کو جانتا ہے۔ صحابہ انکے درس میں شریک ہوتے تھے صحابہ کی موجودگی میں لوگ ان سے فتویٰ لیتے تھے۔ عاصم احول کا قول ہے کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شعبی سے بڑا کوئی عالم نہ تھا خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے انکو قاضی مقرر کیا تھا۔ امام زہری کا قول ہے، عالم چار ہیں سعید بن مسیّب حسن بصری مکحول شعبی انہوں نے حدیث میں ایک کتاب ترتیب ابواب کے ساتھ تالیف کی تھی، امام ابوحنیفہ انکے شاگرد ہیں سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

قاسم بن محمد، حضرت ابوبکر صدیق کے پوتے تھے، حضرت عائشہ و حضرت ابن عمر وغیرہ سے حدیث حاصل کی فقہائے سبعہ مدینہ میں سے ہیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حاکم مدینہ کو خصوصیت سے لکھا تھا کہ عمرۃ اور قاسم کی حدیثیں جمع کیجائیں سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔ امام زہری انکے شاگرد تھے۔

امام حسن بصری سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس و امام حسن سے حدیث حاصل کی۔ احنف بن قیس وقیس ابن عباد شاگرد ان حضرت علی سے بھی علم حاصل کیا انکی والدہ خیرہ نام ام المومنین ام سلمہ کی خادمہ تھیں، ایک دن انکی والدہ کام میں مشغول تھیں یہ شیر خوار تھے، رو رہے تھے ام المومنین نے انکو چپانے کے لئے پستان مبارک منہ میں دیدی، خدا کی شان دودھ نکل آیا یہ پی گئے سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی حمید الطویل انکے شاگرد تھے

بشیر بن نہیک، حضرت ابوہریرہ کے شاگرد تھے انھوں نے بھی ایک صحیفہ مرتب کیا تھا۔

یحیٰ بن سعید انصاری انکے شاگرد تھے۔ ۱۱۰ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں وفات پائی۔

امام ابن سیرین، محمد بن سیرین نام حضرت عمر کے عہد میں پیدا ہوئے حضرت انس بن مالک صحابی کے مولا تھے حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس و حضرت ابن عمر سے حدیث حاصل کی ۱۱۰ھ میں وفات پائی، ایوب و ابن عون انکے شاگرد تھے۔

وہب ابن منبہ حضرت جابر کے شاگرد تھے انکی مرویات جمع کی تھیں یہ مجموعہ اسمٰعیل بن عبدالکریم کے پاس تھا (تہذیب التہذیب) ہمام بن نافع انکے شاگرد تھے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر، محمد نام ابوجعفر کنیت باقر لقب بروز جمعہ صفر ۵۶ھ میں پیدا ہوئے حضرت جابر صحابی انکے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا حضرت ابوہریرہ و حضرت ابن عباس و حضرت ابوسعید خدری اور اپنے والد امام زین العابدین سے علم حاصل کیا۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی امام زہری عطا بن ابی رباح امام اوزاعی امام ابوحنیفہ انکے شاگرد تھے

امام زہری، محمد بن شہاب نام ۵۰ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمر و حضرت انس وغیرہ سے حدیث حاصل کی ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔ امام لیث امام مالک امام اوزاعی انکے شاگرد تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم اور قاضی ابوبکر بن حزم کی فرمائش سے انہوں نے حدیث پر تصانیف کیں انکی تصانیف کی اسقدر کثیر تعداد تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو گدھوں اور گھوڑوں پر لاد کر منتقل کی گئیں تھیں۔

ابان بن صالح، حضرت انس کے شاگرد تھے انھوں نے حدیثیں جمع کی تھیں ۱۱۵ھ میں وفات پائی ابن جریج ان کے شاگرد تھے۔

نافع ابن سرجس، حضرت عبداللہ بن عمر کے مولا تھے نسباً دیلمی تھے حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ابوہریرہ سے بھی حدیث حاصل کی انکو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے معلم حدیث و فقہ بنا کر مصر بھیجا تھا۔ امام مالک و امام اوزاعی امام زہری اُن کے شاگرد تھے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

ابوبکر بن حزم، عمرو بن حزم صحابی (جنکو رسول کریم نے احکام صدقہ لکھائے تھے) کے پوتے تھے حضرت عائشہؓ کی مشہور شاگرد عمرۃ انکی خالہ تھیں اپنے باپ اور اپنی خالہ کے شاگرد تھے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں مدینہ کے قاضی تھے خلیفہ نے انکو حدیثیں جمع کرنے اور جمع کرانے کا حکم دیا تھا۔ انھوں سائب بن یزید اور عباد بن تمیم

اور چند اصحاب کو دیکھا تھا ابن عبد البر نے تمہید میں لکھا ہے کہ انھوں نے حدیث کے مجموعے تیار کئے تھے ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ و محمد اور عمر بن دینار و امام زہری و یحییٰ بن سعید الانصاری نے روایت کی ہے ۱۲۰ھ میں وفات پائی

حماد بن ابی سلیمان، حضرت انس صحابی اور امام ابراہیم نخعی کے شاگرد تھے، صحاح ستہ کے راوی ہیں امام ابراہیم نے انکو فقیہ العراق خطاب دیا ابراہیم کے بعد یہ انکے جانشین بنائے گئے۔ امام شعبہ امام ثوری، امام ابو حنیفہ، حماد بن سلمہ معمر بن کدام انکے شاگرد تھے ۱۲۰ھ میں وفات پائی، "گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم" (مصفیٰ شرح موطا)

عبد الرحمٰن بن امام قاسم، حضرت ابو بکر صدیق کے پرپوتے تھے، حضرت عائشہ کو انھوں نے دیکھا تھا اپنے باپ اور اسلم مولیٰ عمر و محمد بن جعفر بن زبیر سے علم حاصل کیا ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔ امام مالک، امام اوزاعی امام شعبہ ابن عیینہ انکے شاگرد تھے۔

سعد بن ابراہیم، ۵۵ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمر و حضرت انس کو دیکھا تھا اپنے باپ اور ابو سلمہ سے روایت کرتے تھے ان سے انکے بیٹے ابراہیم اور موسیٰ بن عقبہ و امام زہری نے روایت کی ہے، مدینہ کے قاضی تھے خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے حکم سے حدیث پر تصانیف کیں خلیفہ نے انکی تصانیف کی نقول ممالک محروسہ میں بھجوائیں (۷۲) سال کی عمر میں ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔

ہمام بن عینیہ، حضرت ابوہریرہ کے شاگرد تھے انھوں نے اپنے استاد کی حدیثیں جمع کی تھیں اس صحیفہ کا نام صحیفہ ہمام بن عینیہ تھا۔ اس کے حوالے اور نقل صحیح مسلم وغیرہ کتب میں ہے وہب بن معمر انکے شاگرد تھے ۱۳۱ھ میں وفات پائی ہے۔

امام جعفر صادق، امام باقر کے صاحبزادے تھے، فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق انکی والدہ تھیں ۱۳ ربیع الاول روز دوشنبہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اپنے نانا اور والد اور عروہ بن زبیر سے علم حاصل کیا۔ حضرت انس کو دیکھا تھا امام مالک امام سفیان ثوری امام ابو حنیفہ انکے شاگرد تھے، ۱۵ رجب یوم جمعہ ۱۴۸ھ میں وفات پائی

موسیٰ بن عقبہ، یہ آل زبیر کے مولیٰ تھے ام خالد بنت خالد صحابیہ اور سالم و اعرج سے حدیث حاصل کی کتاب المغازی انکی تصنیف ہے ان سے ابن جریج و مالک و ابن عیینہ نے روایت کی ہے ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن سعید الانصاری، حضرت انسؓ علم حاصل کیا مدینہ کے قاضی تھے انکی روایت سے تین سو حدیثیں ہیں۔ امام مالک اور امام سفیان ثوری انکے شاگرد تھے ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

علی ابن ابی طلحہ ہاشمی، مجاہد بن حرث کے شاگرد تھے صاحب تصنیف تھے ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔ ثور بن یزید انکے شاگرد تھے۔

ہشام بن عروہ، حضرت زبیر کے پوتے تھے ۶۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمرؓ سے علم حاصل کیا ۱۴۶ھ میں وفات پائی امام مالک اور امام سفیان ثوری انکے شاگرد تھے۔

ابن جریج عبدالملک بن عبدالعزیز نام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے صغار صحابہ کو دیکھا تھا عطا اور زہری کے شاگرد تھے ۱۵۰ھ میں وفات پائی حدیث پر کتاب تصنیف کی۔ وکیع اور سفیان ثوری انکے شاگرد ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ

نعمان بن ثابت نام ابو حنیفہ کنیت امام اعظم لقب فارسی الاصل تھے۔ آپکے اجداد رؤسا میں سے تھے ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے حضرت نے انکے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی (تاریخ بغداد لابن جرلہ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۹۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔ دوسری دفعہ ۹۶ھ میں حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے درمختار میں ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ نے بیس صحابہ کو دیکھا ہے، خلاصہ و الکمال فی اسماء الرجال میں چھبیس ۲۶ لکھا ہے۔ بعض کتابوں میں اس سے زیادہ لکھا ہے۔ حضرت انس بن مالک حضرت عبداللہ بن ابی اوفی حضرت سہل بن سعد ساعدی حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ بن اسقع حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن الحارث وحضرت عائشہ بنت عجرد صحابیہ سے ملاقات صحیح طور پر ثابت ہے اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی وحضرت انس بن مالک وحضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت واثلہ بن اسقع وحضرت عائشہ بنت عجرد سے حدیث سنا ثابت ہے، امام صاحب نے جو حدیثیں ان اصحاب سے روایت کی ہیں اُنکو والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں نقل کیا ہے اور اسی کتاب میں امام صاحب کے متعلق بہت کچھ معلومات فراہم کی ہے اور تمام اعتراضات کے جوابات دئے ہیں حقیقت یہ ہے

کہ امام صاحب اپنے زمانہ کے یگانہ روزگار تھے اور مصلح تھے اس وقت تک جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں انکی اصلاح فرماتے تھے امام صاحب کے طرزِ عمل نے بہتوں کی قلعی کھول دی تھی اس لئے انکے حساد بہت پیدا ہوگئے تھے جو انکو زندگی میں بھی اور انکے مرنے کے بعد بھی بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ (کان ابو حنیفہؒ یحسد وینسب الیہ مالیس فیہ ویختلق الیہ مالا یلیق) ابو حنیفہؒ کے حاسد بہت تھے اور وہ ایسے امور انکی طرف منسوب کرتے تھے جو ان میں نہ تھے (کتاب العلم لابن عبد البر) ان الامام ابی حنیفہ کان لہ حساد کثیرون فی حیاتہ وبعد مماتہ" امام ابو حنیفہ کے بہت حساد تھے انکی زندگی میں بھی انکے بعد بھی۔

خیرات الحسان" ایسا ہی تنسیق النظام میں ہے (قال الازدی کان نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات مزورۃ فی ثلب النعمان کلہا کذب") ازدی نے کہا ہے کہ نعیم (امام بخاری کے استاد تھے) تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابو حنیفہ کے معائب میں حکایتیں گھڑا کرتے تھے سب جھوٹی تھیں، (میزان جلد ثالث) کچھ تو حساد کی کارگذاری تھی اور کچھ اتفاقی امور تھے مثلاً نعمان نام اور ابو حنیفہ کنیت کے بہت سے لوگ تھے انئیں چند ایسے تھے جو ضرور خلاف عقائد و اعمال امور کے قایل و عامل تھے انکی کوئی بات نکلی وہ نعمان یا ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہوئی چونکہ امام صاحب ہی سب سے زیادہ مشہور معروف تھے اسلئے دُور دراز کے لوگوں کو انہی کیطرف گمان ہوا تار، ڈاک، ریل، تو تھی نہیں کہ دو پیسے میں کسی امر کی تصدیق و تکذیب ہو جائے دور کے رہنے والوں کو بھی گمان رہا، شیخ مجد الدین فیروز آبادی کے نام سے ایک شخص نے ایک کتاب لکھی شیخ ابو بکر خیاط یمنی نے اُس کتاب کو دیکھا تو شیخ مجد الدین کو خط لکھا انھوں نے جواب میں لکھا کہ میں نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی میں امام ابو حنیفہ کا معتقد ہوں اب آپ کو وہ کتاب ملے تو جلادیں (الیواقیت والجواہر) ایک شخص قفال نام نے امام صاحب کے نام سے ایک نماز ایجاد کرکے مشہور کردی تھی (تدوین حدیث) فرقہ مرجیہ میں ایک ابو حنیفہ گذرا ہی بعض دہوکہ دینے کے لئے اسکو امام ابو حنیفہ کہدیتے ہیں بعض لوگوں نے امام صاحب پر اعتراض کئے ہیں لیکن ائمہ متبوعین یا مستند حضرات خیر القرون نے امام صاحب کے خلاف ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ تعریف ہی کی ہے۔ شیخ یحیٰی بن معین محدث کے سامنے جب کوئی امام صاحبؒ

اعتراض کرتا تو وہ ایک شعر پڑھتے جسکا مطلب یہ تھا کہ جب لوگ اسکی سی سعی نہ کرسکے تو اس پر حسد کرنے لگے (مناقب موفق) شیخ حماد بن زید محدث کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ایوب سختیانی محدث تابعی کو کہتے سُنا جسوقت کسی نے ابوحنیفہ کا ذکر برائی سے کیا کہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک سے بجھا دیں، مگر اللہ انکار کرتا ہے۔ ہم نے اُن لوگوں کے مذاہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ میں کلام کیا ہے۔ کہ ناپید ہو گئے،، ابوحنیفہ کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہیگا۔ (عقود الجواہر المنیفہ) امام سفیان ثوری و مقاتل بن حیان و حماد بن سلمہ محدثین وائمہ نے امام صاحب سے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ قیاس بہت کرتے ہیں امام صاحب نے کہا اوّل قرآن میں تلاش کرتا ہوں پھر حدیث میں پھر آثار صحابہ میں پھر قیاس کرتا ہوں یہ سنکر سب نے امام صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور معافی چاہی خلیفہ منصور عباسی نے امام صاحب سے یہی سوال کیا تو یہی جواب دیا (میزان شعرانی)

امام صاحب کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں اصحاب مقیم رہے ابن سعد نے طبقات میں ایکہزار چھ فقہائے کوفہ کا تذکرہ کیا ہے ان میں ڈیڑھ سو اصحاب ہیں۔ کوفہ میں تین سو اصحاب ایسے تھے جو بیعت الرضوان میں شریک تھے اور ستر بدری تھے۔ (طبقات ابن سعد) امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے۔ کہ احکام حج کے لئے مکہ اور قرأت کے لئے مدینہ اور حلال وحرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں (معجم البلدان) رسول کریمؐ کے بعد علم کے تین مرکز تھے مدینہ، مکہ، کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے،، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت تھے کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے (اعلام الموقعین) عبدالجبار بن عباس کہتے ہیں کہ میرے باپ نے عطا بن رباح محدث مکہ سے دریافت کیا تو فرمایا تمہارا مکان کہاں ہے؟ میرے باپ نے کہا کوفہ، عطا نے کہا تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ دریافت کرتے ہو کہ مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے (طبقات ابن سعد) کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت ابن مسعود کے اور آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابوہریرہ کے شاگرد تھے۔ غرض امام صاحب کا مولد و مسکن علم کا سب سے بڑا مرکز تھا اسکے علاوہ امام صاحب برسوں علماء حرمین الشریفین کی خدمت میں رہے۔ کُل چار ہزار شیوخ سے استفادہ کیا۔ (شرح سفر السعادت شیخ عبدالحق محدث دہلوی و مسند خوارزمی) حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین نے بھی

ایساہی لکھا ہے۔ امام صاحب کے ستر شیوخ کے نام تو شیخ جمال الدین مزی نے لکھے ہیں (تہذیب الکمال) امام صاحب کے اساتذہ میں قریب تین سو کے ان کے مسانید میں مذکور ہیں، امام صاحب کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے تابعین علقمہ عطا عاصم شعبہ قتادہ، امام باقر، امام جعفر، ابراہیم، حماد وغیرہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے عطا بن رباح، ابواسحاق السبیعی، محارب بن دثار الہیثم بن حبیب الصواف، قیس بن مسلم، محمد بن المنکدر، نافع مولائے حضرت ابن عمر، ہشام بن عروہ، یزید الفقیر، سماک بن حرب، علقمہ بن مرثد، عطیۃ العوفی، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالکریم بن ابوامیہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی (خطیب بغدادی) امام ابوحنیفہ نے عطا، نافع اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور ان سے روایت کی (تہذیب التہذیب)

امام صاحب سب سے بڑے محدث اور علم حدیث کے ماہر تھے اگر محدثین اور سلف صالحین کے اقوال پر نظر کیجائے تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحب کو تمام امت کا علم پہنچ گیا تھا۔ اول یہ کہ امام صاحب کا مولد و مسکن کوفہ علم کا سب سے بڑا مرکز تھا اور امام صاحب نے کوفہ کے تابعین میں سے کسی کو نہیں چھوڑا سب سے استفادہ کیا صحابہ میں سب سے بڑے محدث حضرت ابوہریرہ تھے انکا تمام علم کوفہ میں تھا آٹھ سو شاگرد کوفی تھے کوفہ کے صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعود تھے جنکو رسول کریم نے اپنے سامنے فتویٰ و اجتہاد کا مجاز کر دیا تھا جنکے متعلق حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ رسول کریم کا نمونہ ہیں حضور علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ (ما حدثکم ابن مسعود) ابن مسعود سے حدیث سیکھو۔ ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری امت کیلئے جو مسائل تجویز کرے میں اس پر رضامند ہوں (کنز العمال) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ابن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ ابی بن کعب، معاذ بن جبل (بخاری)

امام شعبی کا قول ہے کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے مدینہ میں عمر ابی زید کوفہ میں، علی ابن مسعود، ابوموسیٰ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے رسول کریم کے اصحاب کو دیکھا تھا تو تمام علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی، ابن مسعود عمر، زید، ابوالدرداء، ابی بن کعب، اسکے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی و ابن مسعود (اعلام موقعین) حضرت علقمہ تابعی نے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن مسعود سے علم حاصل کیا، علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال کا نمونہ تھے (تہذیب التہذیب) ابراہیم نخعی اصحاب کے علاوہ علقمہ

کے شاگرد اور جانشین تھے، صیرفی الحدیث وفقیہہ العراق خطاب تھا، ابراہیم علقمہ کا نمونہ تھے (تہذیب التہذیب) ابراہیم کی سند کو اصح الاسانید کہا گیا ہے جبکہ وہ روایت کریں علقمہ سے اور وہ ابن مسعود سے (نخبہ) حماد بن ابی سلیمان ابراہیم کے شاگرد تھے ابراہیم نے انکو اپنے سامنے مجاز فتوی کر دیا تھا اور فقیہہ العراق خطاب دیا تھا، یہی ابراہیم کے جانشین ہوئے (گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب ابراہیم (مصفی شرح موطا) امیر المومنین فی الحدیث شعبہ انکے شاگرد تھے۔ امام صاحب کے چار ہزار شیوخ میں ابراہیم بھی ہیں، حماد بھی ہیں، امام صاحب حماد کے جانشین بنائے گئے، اس تمام بیان پر نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام اصحاب رسول کا علم امام ابوحنیفہ کو پہنچ گیا تھا، علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ میں اس تذکرہ میں اُن خاص محدثین کا ذکر کروں گا جو عادل ثقہ ہیں، فن حدیث کے مجتہد ہیں جنکے رد و قبول پر حدیث کے رد و قبول کا مدار ہے۔ اس ہی تذکرہ میں امام صاحب کا ذکر کیا ہے۔ امام صاحب کی مرویات کی تعداد پانسو سے سترہ سو تک بیان کی گئی ہے (مقدمہ ابن خلدون) ایسا ہی زرقانی مالکی نے لکھا ہے (شرح موطا) امام صاحب کی مرویات کے متعلق عارف شعرانی نے لکھا ہے، میں نے کسی حدیث کو انکی نہیں پایا جو سوائے عمدہ تابعین عادل ثقہ کے ہو جیسے اسود علقمہ، عطا عکرمہ مجاہد مکحول حسن بصری وغیرہ، پس تمام روات حدیث کے ابوحنیفہ اور رسول اللہؐ کے درمیان عادل و ثقہ ہیں اور کوئی انہیں کاذب اور متہم بالکذب نہیں (میزان شعرانی) امام صاحب کا خاص سلسلہ روایت یہ ہے ابوحنیفہ از حماد بن ابی سلیمان از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود (مناقب الشافعی امام رازی) یہ تمام روات جرح سے سالم ہیں اور صحاح کے راوی ہیں۔ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج و امالی امام محمد کی موطا و کتاب الآثار و کتاب الحج و سیر کبیر وغیرہ میں امام ابوحنیفہ سے بسند متصل روایات موجود ہیں مصنف ابن ابی شیبہ معجم صغیر طبرانی، مصنف عبدالرزاق، شرح معانی الآثار، مشکل الآثار، مستدرک حاکم تصانیف بیہقی و دارقطنی میں امام صاحب کی مرویات ہیں۔ تیرہ روایتیں بسند متصل موطا میں ہیں مسند ابو داؤد طیالسی میں ایک معجم صغیر طبرانی میں دو مستدرک حاکم جلد دوم و سوم میں ایک ایک دارقطنی میں (۲۵) سے زیادہ ہیں، شیخ یحیی بن معین محدث سے (جنکے سامنے امام بخاری نے صحیح بخاری کو بغرض استصواب پیش کیا تھا) شیخ وکیع بن الجراح (امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں) شیخ یحیی بن معین کا قول ہے۔ میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ جواہر منیفہ)

انکے متعلق شیخ یحییٰ بن معین کا قول ہے (وکان قد سمع من ابی حنیفہ حدیثاً کثیرا) اس نے ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنیں "جواہر منیفہ" ایسا ہی کتاب ضعفا محمد بن حسین موصلی میں ہے۔ (روی الخطیب عن اسرائیل بن یوسف انہ قال نعم الرجل نعمان ماکان رجل احفظ لکل حدیث۔ یعنی نعمان تمام حدیثوں کے حافظ تھے "خیرات الحسان) شیخ حسن بن صالح کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ ناسخ و منسوخ حدیث کی زیادہ تحقیقات کرتے تھے اور جب حدیث یا صحابہ کا قول انکے نزدیک ثابت ہو جاتا تھا اس پر عمل کرتے تھے اور وہ حافظ تھے رسول کریمؐ کے آخری اقوال کے (خیرات الحسان) یحییٰ بن آدم نے کہا ہے کہ امام صاحب نے اپنے شہر کے تمام محدثین کی حدیثیں جمع کیں اور ان میں سے ان حدیثوں کو تلاش کیا جو وفات کیوقت آپکا معمول تھیں (اعلام الموقعین) شیخ ابوعبدالرحمٰن مقری (استاد امام مالک و راوی صحاح ستہ) جب امام ابوحنیفہ سے کوئی حدیث روایت کرتے تو پہلے کہتے کہ مجھسے یہ حدیث سلطان المحدثین نے بیان کی ہے۔ (مناقب موفق) امام ابوحنیفہ کے پاس کئی صندوق تھے جنمیں انہوں نے اپنی احادیث مسموعہ کو لکھ کر رکھا تھا (شرح سفر السعادت) امام صاحب کے دو استادوں "قتادہ اور شعبہ نے امام صاحب کو مجاز فتویٰ کر دیا "۔ ۱۱۶ھ میں حماد بن ابی سلیمان بصرہ گئے تو امام صاحب کو اپنا جانشین بنا گئے ۔ ۱۲۰ھ میں حماد نے وفات پائی "امام صاحب انکے جانشین ہوئے آپکی درسگاہ کی ایسی شہرت ہوئی کہ کوفہ کی اکثر درسگاہیں ٹوٹ گئیں بڑے بڑے متبحر علماء و محدثین اکثر شریک درس ہوتے یحییٰ "حفص "حبان "ابویوسف" "زفر جیسے متبحر علماء و امام اوزاعی و امام یحییٰ بن سعید الانصاری کی شاگردی کرکے آخر میں امام ابوحنیفہ کے سامنے زانوے ادب تہ کرنے آئے اس شمع کے ایسے پروانے بنے تھے کہ اور جگہ سے تو پڑھا اور چلے یہاں ایسے جمے کہ اخیر تک نہ ٹلے۔ امام صاحب کے یہاں فقہ اور حدیث دونوں کا درس ہوتا تھا، علامہ ذہبی نے امام صاحب کے طلبا کو دو گروہ میں تقسیم کیا ہے ایک وہ جو فقہ سیکھتے تھے۔ ان میں امام زفر "امام ابویوسف "امام محمد، شیخ داؤد طائی کو شمار کیا ہے، دوسرا گروہ وہ جو حدیث سیکھتا تھا ان میں وکیع بن جراح "یزید بن ہارون، سعد بن الصلت ابوعاصم "عبدالرزاق "ابن موسیٰ "ابونعیم ابوعبدالرحمٰن وغیرہ "کو شمار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بعض ائمہ سے روایت کی ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ سے کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے کہ امام ابوحنیفہ کے تھے اور جسقدر علماء وغیرہ نے آپ سے اور آپکے

اصحاب سے تفسیر اور احادیث اور مسائل مستنبطہ اور نوازل وقضایا اور احکام وغیرہ میں فائدہ اٹھایا ہے اتنا اور کسی سے نہیں اٹھایا اور بعض محدثین نے آپکے ترجمہ میں آپکے آٹھ سو شاگرد مع اسم ونسب بیان کیے ہیں (شامی) امام صاحب اس درجہ کے ماہر حدیث تھے کہ محدثین امام صاحب کی شاگردی پر فخر کرتے تھے، سرآمد محدثین شیخ سفیان بن عینیہ نے اس پر فخر کیا ہے کہ امام صاحب نے انکو محدث کہا (اول من صیرنی محدثا ابوحنیفہ) یہ سفیان وہی ہیں جنکے متعلق امام شافعی نے فرمایا ہے کہ سفیان اور مالک کی بدولت علم حجاز میں رہا (تہذیب التہذیب) امام صاحب سے سات سو مشائخ نے روایت کی ہے (مناقب امام از صدر الائمہ ابوالمؤید موفق بن احمد مکی) امام ابوحنیفہ کے جن اصحاب نے اُن سے انکی مسانید کو روایت کیا ہے وہ پانسو یا اس سے کچھ زیادہ ہیں، ان میں وہ مشائخ بھی شامل ہیں جن سے امام شافعی نے اپنی مسند میں جسکو ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم نے جمع کیا ہے روایت کی ہے اسمیں امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے بیس شیخ ہیں اور وہ مشائخ بھی اصحاب ابوحنیفہ میں سے شامل ہیں جن سے امام احمد حنبل اور بخاری ومسلم نے روایت کی ہے (مسند خوارزمی) امام صاحب سے عبداللہ بن مبارک، عبداللہ بن یزید المقری، مکی ابراہیم، فضل بن دکین، ابراہیم بن طہمان، سعید بن اسحاق دمشقی، ابوعاصم ضحاک بن مخلد، عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحمانی، عبدالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن ابی رواد نے روایت کی ہے ان میں کئی امام بخاری کے استاد ہیں اور اکثر مروی عنہٗ اصحاب ستہ کے ہیں" (نافع الکبیر) وکیع بن الجراح " ابومعاویہ ضریر "، عبداللہ بن مبارک یزید بن ہارون فضیل بن عیاض داؤد طائی "، ابن جریح "، عبداللہ بن مقری نے امام صاحب سے نو سو حدیثیں روایت کی ہیں (مسند خوارزمی) امام سفیان ثوری "، ابن ابی لیلی نے ایک ایک "، مسعر بن کدام "، اسمٰعیل بن خالد نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں (مسند خوارزمی) امام ابوحنیفہ سے وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن الصلت وغیرہ نے روایت کی ہے (تاریخ المجید بحوالہ تذکرۃ الحفاظ) ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی کا قول ہے کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے حدیثیں روایت کی ہیں اور انکی توثیق کی ہے وہ بہت ہیں اُن لوگوں سے جنہوں نے ان پر طعن کیا ہے علی بن مدینی (انکے سامنے امام بخاری نے اپنی کتاب کو بغرض استصواب پیش کیا) نے کہا ہے کہ ابوحنیفہ سے ثوری وابن مبارک وحماد بن وغیرہ نے روایت کی ہے وہ ثقہ ہیں اور شعبہ انکے

حق میں خوش عقیدہ تھے۔ (خیرات الحسان) سید حفاظ حدیث امام سفیان ثوری نے فرمایا ہے کہ جیسے باز کے سامنے چڑیوں کی حالت ہوتی ہے ایسے ہی ہماری ابوحنیفہ کے سامنے تھی (قلاید العقبان) محدثین عالم کا سلسلہ امام صاحب ہی سے ہے تمام سلاسل کا اس مختصر میں سمانا مشکل ہے اسلئے دو سلسلے لکھے جاتے ہیں، انہیں دو میں تمام محدثین شامل ہیں "

امام ابوحنیفہ رح

۲

مسعر بن کدام ← امام بخاری ← ابن خزیمہ ← حاکم ← بیہقی
ابن خزیمہ ← دارقطنی
وکیع بن جراح ← علی بن مدینی ← امام بخاری
وکیع بن جراح ← احمد منیع ← امام بخاری
امام لیث بن سعد ← عبداللہ بن یوسف ← امام بخاری
مکی بن ابراہیم ← امام بخاری
مکی بن ابراہیم ← امام مسلم
مکی بن ابراہیم ← ابوعوانہ ← طبرانی
ابوعوانہ ← ابن عدی
فضل بن دکین ← ابن راہویہ
فضل بن دکین ← امام دارمی
فضل بن دکین ← امام ذہلی

امام صاحب جب مسند درس پر متمکن ہوئے اسوقت تک یہ دستور تھا کہ ائمہ ومحدثین فتویٰ دیتے تھے

علم فقہ کے اصول اور فقہ کی تدوین کا خیال کسی کو پیدا نہوا تھا یہ خیال سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کو پیدا ہوا

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

امام شافعی کا قول ہے (الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ، سب لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں، الکمال فی اسماء الرجال المشکوٰۃ) امام مالک نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی۔ (تبییض الصحیفہ دخیرات الحسان) ابو معاویہ ضریر محدث کا قول ہے کہ ابو حنیفہ نے علم طریقہ کی بنیاد ڈالی ایسا کون شخص ہے، جو ان کے مبلغ علم تک پہنچا ہو اور کس کو وہ راہ ملی جو انکو ملی تھی، خدائے تعالیٰ کی ان پر منت ہے۔ (مناقب الامام للکردری) اور فقہ میں وہ مرتبہ انھوں نے پایا کہ باید و شاید۔ یہانتک کہ امام مالک و شافعی بھی کہہ گئے ہیں کہ فقہ میں کوئی ابو حنیفہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، (مقدمہ ابن خلدون) امام صاحب کا طرز تدوین فقہ یہ تھا کہ اول مسئلہ کو قرآن میں تلاش کرتے پھر حدیث میں اسکے بعد صحابہ اور تابعین کے تعامل میں، اس میں نہ پاتے تو علماء سے شوری کرتے اور قیاس واجتہاد سے کام لیتے۔

اسطرح تیرہ لاکھ مسائل مدون کئے (قلاید العقود العقیان) جس مسئلہ میں کتاب و سنت کی تصریح نہ پاتے تو علماء کو جمع کرتے جس پر سب متفق ہوتے اس پر عمل کرتے اور جب کوئی استنباط کرتے وہ بھی بغیر اجماع علماء زماں نہ لکھتے (میزان شعرانی) ہر مسئلہ کو اپنے اصحاب پر پیش کرتے اس پر مناظرہ کرتے (سراجیہ) امام سفیان ثوری مقاتل بن حبان، حماد بن سلمہ نے امام صاحب سے کہا ہم نے سنا ہے آپ قیاس بہت کرتے ہیں امام صاحب نے فرمایا، اول قرآن میں تلاش کرتا ہوں، پھر حدیث میں پھر آثار صحابہ میں اسکے بعد قیاس کرتا ہوں، یہ سنکر سب نے امام صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا (میزان شعرانی) امام صاحب حدیثوں کو بہت تلاش کرتے تھے، مسعر بن کدام نے بیان کیا کہ میں جابر جعفی کے پاس بیٹھا تھا کہ امام صاحب کا قاصد آیا اور دریافت کیا کہ فلاں مسئلہ کے متعلق تمکو کوئی حدیث معلوم ہے۔ تہذیب التہذیب" امام صاحب اس جابر جعفی کو کہا کرتے تھے کہ یہ جھوٹا ہے۔ اور حدیثیں گڑھا کرتا ہے۔ لیکن احتیاطاً اس سے بھی دریافت کرتے تھے کہ ممکن ہے خذف ریزوں میں سے کوئی ٹکڑا جواہر کا نکل آئے۔ جب وضاع کذاب سے

پوچھتے تھے تو شہادت سے کیوں نہ دریافت کرتے ہونگے ،، امام صاحب کا قول ہے کہ حدیث ضعیف بھی رائے وقیاس پر مقدم ہے۔ اور صحابہ کا فتویٰ بھی رائے وقیاس پر مقدم ہے (اعلام الموقعین) امام ابو یوسف کا قول ہے کہ جب کسی مسئلہ میں بحث ہوتی اور امام ابو حنیفہ اس پر رائے قائم کر لیتے تو میں کوفہ کے محدثوں سے جاکر دریافت کرتا جب وہ اسکے خلاف کوئی حدیث بتاتے تو میں امام صاحب سے آکر کہتا ،، امام صاحب بعض کو قبول کر لیتے تھے بعض کو کہتے تھے صحیح نہیں ہے بس کہتا یہ کیونکر آپکو معلوم ہوا تو فرماتے کوفہ میں جو علم ہے میں اسکا عالم ہوں (عقود الجمان) امام صاحب کا قول ہے کہ حدیث ضعیف مجکو محبوب ہے رائے وقیاس سے (عقود الجواہر المنیفہ) امام صاحب سنت پر قیاس کرتے تھے۔ شیخ عبد العزیز بن رداد اور شیخ یٰسین زیات نے کہا ہے (اصحاب الرائے اعدائے السنۃ وہم الحروریۃ واہل الھوا واما امام ابو حنیفہ واصحابہ فہم قاسو علی السنۃ ،، اصحاب رائے سنت کے دشمن ہیں جیسے خوارج وبدعتی امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب سنت پر قیاس کرتے تھے۔ (مناقب الامام للکردری) امام صاحب کی رائے کی تمام محدثین نے تعریف کی ہے شیخ ابن مبارک محدث کا قول ہے ،، ابو حنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو (حقیقۃ الفقہ) امام صاحب نے جو مذہب مدون کیا وہ نہایت ہی مستحکم اور قرین سنت تھا اور کیوں نہو تا کیونکہ امام صاحب جس گدی پر بیٹھے تھے وہ گدی وہ تھی جو مہر نبوت سے مستند ہو چکی تھی ، حضرت عبد اللہ بن مسعود کو حضور علیہ السلام نے اپنی حیات ہی میں مجاز فتویٰ کر دیا تھا علقمہ کو حضرت علی و حضرت ابن مسعود دونوں کا علم پہونچا تھا اور وہ نمونہ تھے ابن مسعود کا ابراہیم نخعی علقمہ کے کمالات کا نمونہ تھے ،، امام صاحب کے زمانہ تک جو اصول اس درس میں مقرر ہو چکے تھے امام صاحب ان پر استحکام کیسا تھ قائم تھے اور یہی اصول انکے اجتہاد کے مدار تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں ، امام ابو حنیفہ ابراہیم اور اسکے اقران کے مذہب کے سخت متبع تھے اور اس سے بہت کم ہٹتے تھے (حجۃ اللہ بالغہ) اس استقامت کا باعث یہی تھا کہ تمام اصحاب کا علم علقمہ و ابراہیم کو پہنچ گیا تھا اور اس سلسلہ کا علم جسطرح درسینہ تھا اسیطرح درسفینہ تھا (ابن مسعود کے سوا کسی صحابی کے تلامذہ نے انکے فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا (اعلام الموقعین) یہ اصول ابن مسعود اور علی کے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں ابراہیم اور اسکے شاگرد ونکا یہ اعتقاد تھا کہ ابن مسعود اور اسکے شاگردوں کے مسائل تمام سے قوی ہیں ، ابراہیم نے اپنے مذہب کی بنیاد ابن مسعود

«علی، قاضی شریح وغیرہ کے فیصلوں پر قائم کی ابن مسیب اور ابراہیم کی فقہ کے اکثر مسائل اہل صحابہؓ سے ہیں (حجۃ اللہ البالغہ) شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں، نہیں پایا میں نے انکے (امام ابوحنیفہ کے) قول کو اور انکے مقلدوں کے اقوال کو مگر یہ کہ وہ مستند ہیں طرف کسی آیت یا کسی حدیث یا کسی صحابی کے قول سے یا کسی حدیث ضعیف سے کہ طرق اسکے کثیر ہوں یا کسی قیاس صحیح کی طرف (میزان شعرانی) مولوی ابو یحییٰ محمد اہل حدیث بھی لکھتے ہیں انکے (امام ابوحنیفہ کے) مسائل بکثرت صحیح ہیں خواہ اس وجہ سے کہ امام صاحب نے انکو نص صریح سے فرمایا کہ قیاس واجتہاد سے فرمایا مگر وہ قیاس واستنباط صحیح تھا اس کے خلاف میں حدیث رسول ثابت نہیں ہوئی (سبیل الرشاد) امام شعرانی نے لکھا ہے، انکے تمام اقوال وعقائد وافعال قرآن وحدیث کے ساتھ مضبوط کئے ہوئے ہیں (میزان الکبریٰ) یہی وجہ تھی کہ امام صاحب کے معاصر بعض محدثین امام صاحب کی پیروی کرتے تھے شیخ وکیع بن الجراح (امام بخاری کے شیوخ الشیوخ ہیں صحیح بخاری کے راوی ہیں انکے متعلق امام احمد حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے وکیع سے بڑھکر حافظ العلم نہیں دیکھا) کے متعلق خطیب بغدادی نے لکھا ہے (کان یفتی بقول ابی حنیفہ» ابوحنیفہ کے قول کے موافق فتویٰ دیتے تھے) «مختصر تاریخ بغداد لابن جزلہ» شیخ یحییٰ بن معین (امام بخاری کے استاد، جنکے سامنے امام بخاری نے صحیح بخاری کو بغرض استصواب پیش کیا تھا) کا قول ہے (الفقہ فقہ ابوحنیفہ علی ہذا ادرکت الناس «فقہ فقہ ابوحنیفہ کا ہے ہمنے لوگوں کو اسی پر پایا ہے، تاریخ ابن خلدون جلد ثالث) شیخ یحییٰ بن معین کی ولادت ۱۵۸ھ کی ہے اگر آٹھ برس کی عمر سے انکی یادشمار کی جائے تو ۱۶۶ھ میں انہوں نے امام صاحب کی تقلید دیکھی شیخ فضل بن موسیٰ (تذکرۃ الحفاظ میں انکو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔) لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ ابوحنیفہ کی تقلید کرو (مناقب الامام للکردری: فضل بن موسیٰ، شیخ ابن مبارک کے ہم سن تھے، ابن مبارک کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی (جواہر المضیۃ) شیخ یحییٰ بن قطان محدث شیخ یحییٰ بن آدم محدث، شیخ مقاتل بن حیان محدث شیخ عیسیٰ بن یونس محدث شیخ ابو امیہ محدث امام اہل جزیرہ) (امام ابوحنیفہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ومناقب الامام للکردری ومناقب الامام موفق وتبییض الصحیفہ) امام صاحب نے ۱۲۰ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا اس زمانہ میں ہر مفتی ہر مدرس کے

مقلد ہوتے تھے مولوی ابو یحییٰ محمد اہلحدیث لکھتے ہیں جس کو آپس میں درس دیتے تھے، انہیں کے طرز عمل کے قریب قریب انکے اتباع کا بھی طرز عمل تھا (سبیل الرشاد) اسطرح امام ابو حنیفہ کی تقلید ۱۵۰ھ سے تھی ۱۸۲ھ میں جب وہ اپنے استاد کے جانشین ہوگئے تو انکے مقلدوں میں اور بھی اضافہ ہوگیا صاحب ارشاد اساری نے لکھا ہے کہ حضرت طارق بن شہاب بجلی صحابی نے ۱۲۳ھ میں وفات پائی اس قول پر یہ جرأت کیجاتی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید عہد صحابہ میں ہوتی تھی۔ یہ تقلید آیۃ کریمہ (اطیعوا اللہ والرسول واولی الامر منکم،، اللہ اور رسول اور اپنے درمیان حکم کرنیوالے کی اطاعت کرو) کے تحت میں تھی، حضرت جابر صحابی حضرت ابن عباس صحابی امام حسن بصری تابعی نے اولی الامر کی تفسیر فقہا کی ہے (تفسیر ابن جریر و ابن کثیر) لیکن اس زمانہ تک حنفی مالکی وغیرہ یہ نام متعین نہیں ہوئے تھے بہت سے تابعی تھے ہر ایک کے کچھ نہ کچھ مقلد تھے جب زمانہ بگڑا احدیثیں کثرت سے وضع ہونے لگیں بہت سے مفتی و مجتہد لگے تو محی السنۃ خلیفہ عمر بن عبد العزیز تابعی نے حکم دیا کہ فقہا کا اتباع کیا جائے (دارمی) فقہا کا اتباع عہد رسول کریم ہی سے تھا اب اس مرنے والی سنت کو قرن اول ہی میں اس خلیفہ نے زندہ کیا، دوسری صدی ہجری کے اختتام پر جب علماء و بزرگان امت نے دیکھا کہ شرور و فتن کے دروازے کھلتے جاتے ہیں تو ان چاروں مذہبوں کی تقلید پر اجماع کر لیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے اس وقت یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں نا اہل فقہ پر ہاتھ ڈال کر بغیر بصیرت تامہ کے بیجا کاٹ چھانٹ کمی بیشی نکر دیں تمام امت نے انہیں مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو اپنے اوپر واجب کر لیا (مقدمہ تاریخ)

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سے روگردانی کرنے میں بڑا فساد ہے اور ہم اس بات کو کئی وجہوں سے بیان کرتے ہیں۔ وجہ اول یہ ہے کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد کریں مثلاً تابعین نے اس بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم پر تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلے علماء پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر بھی عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دو ہی باتوں سے معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط نقل اسی طرح ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے طبقہ سے ہیم لیتا چلا آئے اور استنباط میں

ضروری بات یہ ہے کہ مذہب پہلوں کے جانے، اس وجہ سے کہ انکے قول سے باہر نہو جائے ورنہ اجماع کا مخالف ٹھیرے گا اور دوسری وجہ پابندی کی یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے ان چار کے نیست ہو گئے تو انکی پیروی کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا جتھے سے باہر ہونا ہے اور تیسری وجہ پابندی کی یہ ہے کہ جب عمدہ زمانے کو گذرے بہت دن ہو گئے اور عرصہ بعید بیچ میں ہو گیا اور امانتیں تلف کر دی گئیں اب اعتماد نہیں ہو سکتا علماء سو یعنی ظالم قاضیوں اور ہوا پرست مفتیوں کے اقوال پر (عقد الجید) دنیا میں مسلمانوں میں ستر فیصدی حنفی ہیں حنفی مذہب، ہند، عراق، کابل، چین ماوراء النہر اور تمام ممالک عجم میں سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے عرب وغیرہ میں بھی رائج ہے درحقیقت حضور کے زمانے سے برابر تقلید ہوتی چلی آئی ہے، حضور کی حیات میں تو لوگ حضور کی تقلید کرتے تھے، بیرونجات میں جہاں حضور کسی کو مجاز کر کے بھیجتے تھے اُسکا اتباع ہوتا تھا، باوجودیکہ وہاں اور صحابی بھی ہوتے تھے حضور کے بعد خلفاء راشدین یا انکے مجاز کردہ اصحاب کا اتباع کیا جاتا تھا کیونکہ حضور کا ارشاد ہے (علیکم بسُنتی وسُنت خلفاء الراشدین) حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ سابقین کی پیروی کرو (کشف الاسرار) صحابہ کرام ایک دوسرے کو سابقین کی پیروی پر توجہ دلاتے تھے چنانچہ حضرت عثمان کو جب خلیفہ مقرر کیا گیا تو ان سے اقرار لیا گیا کہ ابو بکر، عمر کی سنت پر عمل کرونگا حضرت عمر نے حضرت عثمان سے کہا کہ جد کی میراث کے معاملہ میں میں نے ایک رائے سوچی ہے اگر تمہارے نزدیک مناسب ہو تو اسکا اتباع کرو حضرت عثمان نے کہا اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو بھی درست ہے مگر آپ سے پہلے بزرگ (ابو بکر) آپ سے زیادہ ذی رائے تھے انکا اتباع بہتر ہو گا (داری) حضرت ابو بکر کے فیصلہ کو بھی تلاش کرتے (حضرت عمر جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا)

(سبیل الرشاد مصنفہ مولوی ابو یحیٰی اہلحدیث شاہجہانپوری) جب کسی نے حدیث و تقلید سے منہ پھیرا اس نے نقصان اٹھایا۔ تاریخ اسلام میں حدیث و مجتہد کو چھوڑنے کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی و حضرت معاویہ کے درمیان تحکیم (پنچایت) قرار پائی ایک گروہ نے اس پر انکار کیا، حدیث کو چھوڑا یہ نہ سمجھے کہ دونوں طرف مجتہد صحابی ہیں، خود آیت قرآن (ان الحکم الا للہ) سے استنباط کیا اور ان بزرگوں کو کافر کہنے لگے آخر خود خارجی لقب پایا۔ حدیثیں اسلئے نہیں کہ ہم کسی مجتہد کے زیر سایہ ہو کر اپنے پیش آمدہ ضروریات کا حل کر سکیں اسلئے

نہیں کہ ہم خود اجتہاد کرنے لگیں ایسی صورت میں فیصدی ننانوے خطا کا احتمال ہے، خود اجتہاد کر کے
گمراہ ہونے کی ایک مثال اوپر گذری دوسری مثال یہ ہے کہ یزید عنید اور اسکے اعیان و انصار نے حدیث
(اذا بویع الخلیفتان فاقتلوا الآخر منہما) سے خود اجتہاد کیا کسی امام اور مجتہد سے نہ دریافت کیا، نتیجہ یہ ہوا
کہ امام مظلوم کو شہید کرا کر مستحق لعنت قرار پایا (یزید کی قبر دمشق میں ہے سیاحوں نے سفرناموں میں لکھا
ہے کہ جو جاتا ہے پتھر مارتا ہے قبر تو باقی نہیں رہی پتھروں کا ڈھیر ہے ایسا باذل مکرمی جناب مولانا الحاج فیض اللہ
صاحب ایڈوکیٹ (مولانا شاگرد ہیں مولوی محمد ادریس کاندھلوی کے) اسی ہی سال ۱۹۳۵ء میں ممالک بعیدہ کی
سیاحت سے واپس آئے ہیں فرماتے تھے کہ اب پتھروں کا ڈھیر بھی نہیں رہا، کانچ کے کارخانہ داروں نے
وہ زمین ٹھیکہ پر لیکر اس پر کانچ بنانے کی بھٹی بنائی ہے، تیرہ سو برس سے تو اندر ہی آگ بھر رہی تھی اب
اسکا ظہور اوپر بھی ہو گیا" فاعتبروا یا اولی الابصار" سہل کارے نیست خون آل احمد ریختن"
مولوی محمد حسین بٹالوی اہلحدیث لکھتے ہیں کہ غیر مجتہد مطلق کے لئے مجتہدین سے فرار و انکار کی
گنجائش نہیں (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۱ صفحہ ۱۳) پچیس ۲۵ برس کے تجربہ سے یہ بات ہمکو معلوم
ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بنجاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے
ہیں ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں بعض لامذہب جو کسی دین مذہب کے پابند نہیں رہتے احکام شریعت
سے فسق و خروج تو اس آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے (رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ جلد ۱۱ صفحہ ۵۳)
امام سرخسی لکھتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں (فتوحات وہبیہ شرح اربعین نوویہ)
شیخ ابن ہمام کمال الدین صاحب فتح القدیر نے کتاب تحریر میں جو علم اصول میں ہے کہا ہے (انعقد الاجماع
علی العدم العمل بالمذہب المخالف للائمۃ الاربعۃ) صاحب بحر الرائق نے کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھا
ہے (ان من خالف الاربعۃ فہو مخالف الاجماع) مجتہدین کی تقلید آیہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم) کے تحت میں کی جاتی ہے، اولی الامر سے مراد فقہا ہیں یہی معنی حضرت جابر صحابی و حضرت
عبداللہ بن عباس صحابی و امام حسن بصری تابعی سے منقول ہیں (تفسیر ابن جریر و ابن کثیر) آپ کا
اتباع خدا اور رسول کی اطاعت ہی سمجھکر کیا جاتا ہے۔ اس کو کسی اور قسم کی تقلید پر محمول کرنا نادانی ہے

ہم کو نہ وہ تبحر علمی حاصل ہے نہ ہمارے زمانہ میں وہ تقدس و دیانت ہے اسکے علاوہ ہمارا زمانہ عہد سابق
سے بہت کچھ بعید ہو گیا ہے حدیث کی صحت حدیث کے معنی و مطالب کو جس طرح سلف صالحین سمجھے
ہم سے ممکن نہیں اسلئے ہم انکی تقلید پر مجبور ہیں " تقلید مذاہب اربعہ کو تقلید شخصی اگر اس اعتبار سے کہا
جائے کہ ایک شخص کے اصول اجتہاد کے موافق استنباط مانا گیا تو تو صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں کیونکہ مذاہب اربعہ
ایک جماعت ائمہ کے مدون کردہ ہیں اور جس امام کیطرف مذہب منسوب ہے ، اُس مسائل کے خلاف بھی فتویٰ اور
عمل ہے ، امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ متبوعین نے مذاہب کو تنہا خود سری کے ساتھ مدون نہیں کیا بلکہ حسب حکم
(آیہ کریمہ (وشاورہم فی الامر) کے شوریٰ سے تیار کیا ہے مجتہدین اپنے شاگردوں سے مشورہ لیتے تھے اپنے معاصرین
سے رائے لیتے تھے چنانچہ ہر مذہب میں یہ نظر آتا ہے کہ مفتیٰ بہ سند ہے جس مسئلہ پر امام ابویوسف و امام محمد متفق ہو چکے
ہیں وہاں امام اعظم کی رائے پر عمل نہیں ہوتا ، شیخ ابن مبارک محدث نے فرمایا ہے کہ میں امام ابوحنیفہ کی
مجلس میں صبح شام جایا کرتا تھا ایک بار حیض کے مسئلہ میں گفتگو شروع ہوئی تین دن تک صبح شام بحثیں ہوتی
رہیں تیسرے دن شام کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا یعنی مسئلہ کے طے ہونے پر اظہار مسرت کیا گیا (تاریخ الفقہ صفحہ ...
یہ طریقہ صحابہ کا تھا کتب فقہ میں اُسکے بہت سے نظائر ہیں کہ مسئلہ صاحب مذہب کے خلاف طے ہوا ہے قریباً ایک
ثلث کے مسائل امام صاحب کی رائے کے خلاف طے ہوئے ہیں یہ بھی ثابت ہے کہ اگر امام صاحب سے کوئی غلطی ہوئی
ہے تو انھوں نے اُس سے رجوع کر لیا ہے ، امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر آپکا کوئی قول قرآن کے خلاف
ہو تو فرمایا میرے قول کو چھوڑ دو پھر دریافت کیا اگر حدیث کے خلاف ہو تو فرمایا ، میرے قول کو چھوڑ دو پھر دریافت
کیا اگر حدیث کے خلاف ہو تو فرمایا میرے قول کو چھوڑ دو ، پھر دریافت کیا اگر صحابہ کے قول کے خلاف ہو تو فرمایا "
میرے قول کو چھوڑ دو (روضۃ العلماء زندویسیہ) شیخ وکیع بن الجراح محدث (استاد امام احمد حنبل) کے سامنے
کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ نے غلطی کی شیخ وکیع نے کہا وہ کیونکر غلطی کر سکتے تھے "
ابویوسف و زفر قیاس میں یحییٰ و حفص و مندل و حبان حدیث میں قاسم بن معن لغت و عربیت میں "
داؤد طائی و فضیل بن عیاض زہد و تقوی میں کامل لوگ انکے پاس جمع تھے جسکے پاس ایسے متبحر علماء
جمع ہوں وہ غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتے تو وہ کب انکو غلطی پر قائم رہنے دیتے (تاریخ الفقہ) قرن ثانی تک

ایک ایک شہر میں کئی کئی مجتہد تھے اور ہر ایک کے کچھ نہ کچھ پیرو تھے اس لیے کسی کا کوئی خاص نام نہ تھا جب شر و فتن کا دور ہوا تو علما امت اور اصحاب خیر القرون نے دوسری صدی ختم ہونے سے پہلے مذاہب اربعہ کی تقلید پر اجماع کرلیا اسیوقت سے حنفی وغیرہ نام ہوئے باقی مذاہب مدون نہوئے نہ کچھ زیادہ آگے چلے اگر تاریخ اسلام پر غور کیا جائے تو یہ عین مطابق مصلحت تھا اگر یہ نہوتا تو آج لاکھوں مذہب اور لاکھوں مجتہد ہوتے اور اسلام کی صورت بھی نہ پہچانی جاتی، یہی صالحین و محدثین کی ایک جماعت کثیر نے لکھا ہے، والد ماجد نے تقلید پر مفصل بحث تاریخ الفقہ میں کی ہے یہاں زیادہ تفصیل کا موقع نہیں۔

امام صاحب کا شمار اہل الرائے میں ہے یعنی وہ لوگ جو عقل و قیاس شرعی کی روشنی میں حدیث و مسائل پر غور کرتے تھے اور مثل حضرت عمر فاروق و حضرت عبد اللہ بن مسعود کے متشدد فی الروایت تھے اس لئے نرم خو اور حسن ظن کو وسعت دینے والے علما و محدثین انکو اہل الرائے کہتے تھے، تمام ائمہ و فقہا سوائے بعض ائمہ حدیث کے اسی زمرہ میں شمار کئے گئے ہیں امام مالک امام سفیان ثوری امام اوزاعی (کتاب المعارف محدث ابن قتیبہ) مدینۃ الرسول کے مفتی اعظم و صدر المدرسین و شیخ المحدثین ابو عثمان ربیعہ جو کبار تابعین میں سے ہیں امام مالک اور امام حسن بصری کے استاد ہیں جنکی تعریف امام احمد حنبل و ابن شیبہ جیسے محدثین نے کی ہے اس طرح اہل الرائے مشہور ہوئے کہ رائے انکے نام کا جز وہی قرار پا گیا ربیعہ رائے کہلائے گئے، شیخ معلی بن منصور محدث شیخ ابن مثنیٰ محدث اہل الرائے کہلاتے تھے (تذکرہ ذہبی) شیخ زید بن یحییٰ محدث (امام احمد حنبل کے استاد) اہل الرائے مشہور تھے (تہذیب التہذیب) امام صاحب پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ائمہ صحاح نے ان سے روایت حدیث نہیں کی اسکے چند وجوہ ہیں،،

۱) بقول امام سیوطی، ائمہ میں اختلاف تغیر اجتہاد سے واقع ہوا ہے (سراج التنبیہ) امام ابو حنیفہ کو تنقید رجال میں امام شعبہ سے اختلاف تھا اور امام بخاری سختی سے امام شعبہ کے اصول کے پابند تھے ۲) امام بخاری نے اسکا التزام کیا ہے کہ حتی الامکان اہل الرائے سے روایت نہ لی جائے، انھوں نے اپنے امام امام شافعی سے بھی روایت نہیں لی،، امام ابو حنیفہ روایت بالمعنی کو جائز رکھتے تھے امام بخاری کو ۳) ایک خلاف تھا۔

چونکہ امام ابوحنیفہ کے حساد و مخالف بہت تھے اور انہوں نے بہت سی نا واجب باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کر کے مشہور کر دی تھیں اس لئے امام بخاری نے اشتباہ سے بچنے کی راہ اختیار کی ہو۔

ع۵ صحاح ستہ میں کیسی کی روایت کا نہونا نہ اس کو غیر معتبر ثابت کرتا ہے نہ کم علم صحاح ستہ میں بہت سے صحابہ کی روایتیں نہیں ہیں، حدیثوں کی صحت کا مدار صحاح ستہ ہی پر نہیں انکے علاوہ بھی صحیح حدیثیں ہیں امام بخاری نے خود کہا ہے کہ میں نے بہت سی حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ بخاری میں امام جعفر صادق سے کوئی روایت نہیں،، اور یونس بن حبان اور جریر بن عثمان سے جو شیعی ہیں روایت ہے۔ عمر بن ہانی جو (مرتے دم تک یزید کی بیعت پر قائم رہا) سے بخاری میں روایت ہے اصول بزدوی میں ابوعمرو دمشقی نے لکھا ہے کہ امام بخاری نے عکرمہ اسمٰعیل عاصم عمر بن مرزوق سے روایت لی ہے حالانکہ متقدمین نے ان پر جرحیں کی ہیں ایسا ہی التہذیب لتعقیب التقریب میں ہے" جامع الاصول میں ہے کہ اس کا سبب جرح و تعدیل رواۃ میں اختلاف ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ہر امام نے اپنے اصول اجتہاد اور اپنی تصنیف کی ضرورت کے موافق روایتیں لی ہیں،، سعد بن ابراہیم کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے (تہذیب التہذیب) لیکن امام مالک نے ان سے روایت نہیں لی (تہذیب التہذیب) چنانچہ امام احمد حنبل سے لوگوں نے کہا کہ سعد ثقہ ہیں تو مالک نے ان سے روایت کیوں نہیں لی امام احمد نے کہا مالک کی کون سنتا ہے، سعد ثقہ ہیں۔"

امام مالک نے سعد جیسے ثقہ سے تو روایت نہیں لی لیکن ابو ثور داؤد خارجیوں سے روایت لی ہے (تہذیب التہذیب) امام مالک نے اپنے دادا اور سالم بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار جیسے مسلم الثبوت اور متفق علیہ ائمہ سے روایت نہیں لی اور اسکا سبب بیان کیا کہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔

ع۶ یہ بھی ممکن ہے کہ تفاوت پر جرح قائم ہو گئیں ہوں جیسے امام سفیان ثوری و شیخ ابن الکثم جیسے مسلمہ ائمہ کو مدلس وغیرہ کہا گیا۔

ع۷ امام صاحب کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم سے اور امام صاحب تک تو کوئی راوی مجروح نہیں اب اگر آگے کوئی مجروح ہو اس میں امام صاحب پر کیا الزام (پس رفتن من کن فیکون شد ثابت) اور ائمہ صحاح بھی معذور ہیں،،۔

لے امام صاحب کی مرویات کو امام ابو یوسف امام محمد درج کر کے ان پر بحث و تمحیص کر چکے ان سے استنباط کر چکے ائمہ ستہ کو وہاں کیا گنجایش مل سکتی تھی ،، امام صاحب کی حدیثوں کے متعلق علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے جو حدیث آپ نے اختیار کی ہیں تمام ائمہ حدیث اسے مانتے ہیں اور آپکے رد و قبول کو اور آپکے وجوہ کو تمام مجتہدین تسلیم کرتے ہیں، چونکہ جمہور محدثین نے اخذ حدیث کی شرطیں وسیع کی ہیں، اس لئے ان کی روایت کردہ احادیث بھی بکثرت ہیں اور یہ اپنا اپنا اجتہاد ہے (مقدمہ تاریخ) نواب صدیق حسن خانصاحب لکھتے ہیں ،، امام ابو حنیفہ علم حدیث میں بہت بڑے مجتہدوں میں سے تھے انکے تہذیب پر ائمہ کے یہاں اعتماد و اعتبار و تعویل ہوتی تھی، باعتبار رد و قبول کے (حطہ) گمان نکنی کہ نبود روایت حدیث از امام ابو حنیفہ باعدم تالیف از وے موجب نقص وے است بلکہ وے درین باب مقتدی سلف صالح بودہ آنکہ از غایت تقوی و تورع در روایت و تجنب از ضبط کلام خود میکرد و دریں ورع و تحفظ مثل این امام شکے نیست و نبود معاب بچیزے ۔ مرتبہ امام اعظم ازاں بالاتر است کہ اگر در مناقب ایشاں کتابے نباشد نقصے بجناب رفیع الشان راہ یابد یا گنجایش طعن برائے جاہل ۔ قدر ایشاں دست بہم دہد (اتحاف النبلا) نواب صدیق حسن خاں ،،

امام بخاری و مسلم روایت لینے کے لئے کوئی عمر کی قید قایم نہیں کرتے لیکن امام مالک بہت بوڑھوں سے خواہ کیسے ہی ثقہ اور محدث ہوں روایت نہیں لیتے اسکا ذکر کسی مضمون میں آچکا ہے ۔ غرض امام بخاری کا امام ابو حنیفہ سے حدیث نہ لینا اجتہادی اختلاف کیوجہ سے ہے نہ کہ عدم صحت کے باعث ،،

امام صاحب کو روایت حدیث میں وہی احتیاط تھی جو حضرت ابن مسعود اور امام ابراہیم نخعی کو تھی یعنی آپ روایت حدیث کرتے ہوئے گھبراتے اور اپنی روایت کو حماد اور ابراہیم تک پہنچاتے تھے ۔ امام صاحب نے ۱۲۰ھ سے شروع کر کے ۱۵۰ھ کے قریب تک (۳۰) برس کے عرصہ میں اپنا فقہ مکمل کیا اس کی ایسی شہرت ہوئی کہ امام صاحب ہی کی حیات میں شائع ہو گیا اور بعض مجتہدین و محدثین نے اسکی نقول حاصل کیں کتاب الرہن کی نقل امام سفیان ثوری نے بھی حاصل کی تھی (تاریخ الفقہ صفحہ ۴۲) امام صاحب کی تصنیف فقہ اکبر ،، العالم والمتعلم ،، اور مسند ، کتاب الاوسط ، کتاب الوصیۃ ،، کتاب المقصود وغیرہ

امام صاحب کی تصنیف ہیں بعض علماء نے انکار کیا ہے کہ امام صاحب کی تصنیف نہیں ان میں زیادہ تر معتزلہ فرقے کے لوگ ہیں امام صاحب کی تصانیف کا ثبوت درکار ہو تو قاضی ابو زید الدبوسی کی کتاب الزکوٰۃ ابو سہل غزالی کی کتاب الطہارت ابو علی دقاق کی کتاب النکاح ابو منصور ماتریدی کی کتاب الزکوٰۃ وکتاب الوقایہ ابو اللیث سمرقندی کی کتاب النکاح دیکھیں ،، عارف شعرانی مالکی نے لکھا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی تین مسندوں کو دیکھا انکے نسخے صحیح تھے ان پر حفاظ حدیث کی تحریرات موجود تھیں جنمیں اخیر حافظ دمیاطی کی ہیں میں نے ان میں کسی حدیث کو ایسا نہیں پایا جو بجز عمدہ تابعین عادل وثقہ کے ہو جیسے اسود علقمہ عطا عکرمہ مجاہد مکحول حسن بصری وغیرہ پس تمام رواۃ حدیث کے ابوحنیفہ اور رسول اللہ کے درمیان عادل وثقہ ہیں اور کوئی ان میں کاذب یا متہم بکذب نہیں (میزان) موجودہ مسند قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی نے ۶۵۳ھ رائج کیا ہے اس سے پہلے کئی مسند مرتب ہوئے ایک مسند حافظ الحدیث محمد بن یعقوب الحارثی نے دوسرا حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو نے رائج کیا تھا۔ امام صاحب کے متعلق بعض کو غلط فہمی خطیب کی تحریر سے ہوئی ہے لیکن انھوں نے غور نہیں کیا خطیب نے مطاعن امام کا ذکر بطور افواہ کے کیا ہے اپنی ذمہ داری پر کسی بات کو بیان نہیں کیا اور امام صاحب کی تعریف بھی کی ہے اسکے علاوہ خطیب بزرگوں پر اعتراض کرنے میں بدنام بھی ہے! خطیب نے اپنی تاریخ میں امام صاحب کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ہم نے ایوب سختیانی وسفیان ثوری وابن عینیہ وابوبکر ابن موسیٰ وغیرہ بہت سے ائمہ سے خبریں نقل کی ہیں جو کہ امام ابوحنیفہ کی مدح وثنا میں ہیں (آگے امام صاحب کے مطاعن کے متعلق لکھا ہے۔ ہم انکا تذکرہ بمشیت الٰہی کریں گے اور جو شخص اس پر واقف ہو اور اسکا سننا اسکو ناگوار ہو اس سے ہم عذر کرتے ہیں کہ بیشک ابوحنیفہ ہمارے نزدیک باوجود جلیل القدر ہونیکے دوسرے علماء کے لئے بھی قابل اتباع ہیں (شرح احیاء العلوم، کتاب العلم) علامہ ابن جوزی خطیب کا مقلد ہے چنانچہ ابن جوزی کو امام صاحب کی مخالفت پر اسکے نواسے علامہ سبط ابن الجوزی نے خود ملامت کی ہے (لیس العجب من الخطیب بانہ یطعن فی جماعۃ العلماء وانما العجب من الجد کیف سلک اسلوبہ وجاء بما ہو اعظم منہ) خطیب پر تو تعجب نہیں وہ تو علماء پر طعن کرتا ہے تعجب تو نانا جان پر ہے کہ یہ کیوں اس کے

مقلد ہوگئے اور اس کام میں اس سے بڑھ گئے ۔ مرآۃ الزمان) ابن خلدون کے مقدمہ سے جو بعض لوگ امام صاحب کی کم علمی ثابت کرتے ہیں اسکا میں تذکرہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ ابن خلدون سے خود ہی اس کی تردید کردی ہے۔

امام صاحب چونکہ قرن دوم کے مجتہد ہیں اور مجتہدین میں انکا پہلا نمبر ہے" اسلئے ہم نے انکے بیان میں تفصیل کو اختیار کیا لیکن یہ تفصیل بھی بہت اجمال کیساتھ ہے امام صاحب پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں انکا مفصل و مدلل جواب والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں دیا ہے،، امام صاحب پر اعتراض کرنیوالوں میں خطیب و دارقطنی و ابن جوزی کا نام لیا جاتا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی قرون ثلاثہ کے صالحین میں سے نہیں امام صاحب کے مرح قرون ثلاثہ کے اون ائمہ سے ثابت ہے جو ستون دین ہیں ائمہ مجتہدین یا مستند صالحین خیر القرون کیطرف سے امام صاحب پر کوئی اعتراض نہیں امام صاحب کے ائمہ خیر القرون میں سے امام شعبہ" شیخ وکیع محدث،، امیر المومنین فی الحدیث، شیخ عبداللہ بن مبارک، شیخ یحیٰی بن معین محدث" شیخ یزید بن ہارون محدث مداح ہیں" صاحبان علم واقف ہیں یہ وہ حضرات ہیں جن پر حدیث و فقہ اور دین کا مدار ہے انکے مقابلہ پر امام جعفر صادق شیخ یحیٰی بن اکثم محدث، عبدالرحمٰن بن امام قاسم جیسے اکابر کا قول قابل التفات ہو سکتا ہے خطیب و دارقطنی و ابن جوزی کا کیا ذکر ہے یہاں تو بخاری و مسلم کی بھی ہستی نہیں (جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے ان پر طعن کیا ہے ۔ خیرات الحسان) امام صاحب کی مدح دوسرے مذہب کے ائمہ و علمانے بھی بہت کی ہے مثلاً امام سیوطی شافعی، حافظ ابن حجر مکی شافعی، امام ذہبی شافعی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی امام نووی شافعی، امام غزالی شافعی، حافظ ابن عبدالبر مالکی، علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی،،،، بد وفتن ابن خلدون و ابن خلکان شافعی امام ابوداؤد صاحب سنن شافعی، شیخ عبداللہ بن طاہر سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ پر جرح کرتے ہیں انھوں کہا کہ کوئی لڑکا دریا میں پتھر پھینکدے تو دریا کا کچھ نہیں بگڑتا دریا اسی شان سے بہتا ہے (مناقب موفق) امام شعرانی نے تین جگہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرنا صحیح نہیں وہ سب سے بڑے امام تھے اور سب سے پہلے ان کا مذہب مدون ہوا ہے اور ان کی

کثرت علم و ورع پر سلف و خلف کا اجماع ہے (میزان الکبریٰ) رئیس المحدثین شیخ مجدالدین صاحب قاموس با امام ابو حنیفہ وامام شافعی کے متعلق فرماتے ہیں (در ذ) الیشان چیزے صحیح ثابت نشدہ وہرچہ دراں معنی مذکوراست مجموع مفتری و موضوع است (سفر السعادت) الائمۃ کلہم علی ہدی من ربہم (میزان شعرانی) امام ابوحنیفہ تجارت کرتے تھے انکا کاروبار نہایت وسیع تھا نفع میں ایک حصہ محدثین کے لئے مخصوص تھا کچھ اہل حاجت کے روز بینے مقرر تھے" شاگردوں اور احباب کے ساتھ سلوک کرتے امام صاحب رقیق القلب قلیل النوم قلیل الغذا " قائم اللیل" کثیر البکاء " متحمل مزاج، صابر و شاکر آدمی تھے علاوہ حدیث وفقہ کے باقی وقت تلاوت وعبادت و ریاضت میں صرف کرتے تھے،، یزید بن ہبیرہ گورنر کوفہ مقرر ہو کر آیا اس نے تمام فقہا کو طلب کر کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا امام صاحب کو افسر خزانہ بنانا چاہا" امام صاحب نے انکار کیا گورنر نے حکم دیا کہ روزانہ دس دُرّے لگائے جایا کریں!! مدت تک یہ سزا جاری رہی پھر گورنر نے اپنا حکم منسوخ کر دیا!

خلیفہ منصور عباسی کا دورِ حکومت آیا تو محمد مہدی عرف نفس ذکیہ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن امام حسن نے مدینہ میں خلیفہ کے خلاف خروج کیا امام مالک نے فتویٰ دیا کہ خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے" نفس ذکیہ تو شہید ہو گئے" ان کے بھائی ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا امام ابو حنیفہ نے انکی تائید کی اور مالی امداد دی جب ابراہیم شہید ہو گئے تو خلیفہ نے امام صاحب کو طلب کیا اور عہدہ قضا پر مامور کرنا چاہا۔ امام صاحب نے کہا میں اس قابل نہیں ؎

مقبول جو ذرہ ہو درگاہ میں رب کی
وہ ملتفت اہلِ عظمت نہیں ہوتا

منصور نے کہا تم جھوٹے ہو امام صاحب نے فرمایا اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کیونکہ جھوٹا عہدہ قضا کے قابل نہیں،، خلیفہ نے امام صاحب کو قید خانہ میں بھیجدیا امام صاحب کے طرفداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ خلیفہ کو خطرہ ہوا آخر ۱۵۰ھ میں قید خانہ میں زہر دیکر شہید کیا گیا۔ شیخ حسین عمارۃ امام صاحب کو غسل میت دیا نہلاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے۔ واللہ تم سب سے بڑے فقیہ تھے،، بڑے عابد تھے" بڑے زاہد تھے!! امام صاحب کی وفات پر عالم اسلام میں

عام ماتم ہوا، امام صاحب کے بعض اساتذہ زندہ تھے مثل شعبہ بن الحجاج، ان کو بڑا صدمہ ہوا۔ شیخ ابن جریج محدث نے جب مکہ میں خبر وفات سنی تو کہا، افسوس بڑا عالم جاتا رہا۔ ائمہ اسلام میں امام ابو حنیفہ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اکابر اُمت مثل امام طحاوی امام محمد بن احمد بن شعیب امام عبداللہ بن محمد الحارثی۔ امام ظہیر المرغینانی وغیرہ نے ان کی سوانح عمریاں لکھیں جنکی تعداد چھبیس سے زیادہ ہے اسقدر سوانح عمریاں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔

امام صاحب کے متعلق ائمہ کی رائیں

ابو حنیفہ کان اماماً، ابو حنیفہ امام ہیں (امام ابو داؤد صاحب سنن) شیخ مسعر بن کدام محدث کا قول ہے جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان میں ابو حنیفہ کو قرار دے تو مجھے امید ہے کہ اسکو کوئی خوف نہیں۔ (مناقب الامام امام موفق، مناقب الامام للکردری، تبییض الصحیفہ، خیرات الحسان) امام ذہبی نے امام صاحب کے متعلق بہت تعریف کر کے لکھا ہے۔ اماماً، ورعاً، عالماً، متعبداً، کبیر الشان (تذکرۃ الحفاظ) حافظ ابن حجر مکی نے امام سفیان ثوری کا قول امام ابو حنیفہ کے متعلق نقل کیا ہے (ثقۃ صدوق فی الفقہ والحدیث (خیرات الحسان) ابو حنیفہ اعلم اہل الزمان (خلاصہ تہذیب علامہ صفی الدین احمد خزرجی) امام شعبہ بن الحجاج نے فرمایا ہے، ابو حنیفہ صاحب فہم اور قوی الحفظ تھے جو لوگ ان پر طعن کرتے ہیں قیامت میں اسکا بدلہ پائینگے علم ابو حنیفہ کا جلیس ویار ہے (خیرات الحسان) شیخ عبدالعزیز بن رواد (ترمذی ابوداود و نسائی کے راوی ہیں صحیح بخاری میں بھی تعلیقاً روایت ہے) فرماتے ہیں جو لوگ ابو حنیفہ سے محبت کرتے ہیں اہل سنت ہیں اور جو ان سے عداوت رکھتے ہیں بدعتی ہیں (مناقب موفق) امام ابو حنیفہ کے متعلق کسی نے امام مالک سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا (سبحان اللہ لم ار مثلہ، خیرات الحسان) امیر المومنین فی الحدیث شیخ ابن مبارک کا قول ہے کہ آثار و حدیث کے سمجھنے کے لئے ابو حنیفہ کی ضرورت ہے، علما تفسیر و حدیث ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔ (مناقب امام لکردی و مناقب امام موفق والانتصار) انہی کا دوسرا قول ہے کہ ابو حنیفہ کی رائے مت کہو تفسیر حدیث کہو (حقیقۃ الفقہ) خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے، کہ میں نے شداد بن حکیم سے سنا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی عالم نہیں دیکھا۔ مکی بن ابراہیم کا قول ہے۔ کہ ابو حنیفہ سب سے زیادہ عالم تھے (طحطاوی) امام شعرانی مالکی نے لکھا ہے کہ ابو جعفر شیزاماری نے شقیق بلخی سے

روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ اعلم الناس" اورع الناس" اکرم الناس" اور دین میں بڑی احتیاط کرنیوالے تھے (میزان الکبریٰ) امام ابوحنیفہ کے متعلق امام شعرانی نے لکھا ہے۔ پہلی فصل امام کے کثرت علم پر اماموں کی گواہی دینے میں اور انکے تمام اقوال وافعال وعقائد کے بیان میں جو قرآن و حدیث کے ساتھ مضبوط کئے ہوئے ہیں (میزان کبریٰ)

امام ابوحنیفہ کے متعلق محققین غیر کی رائیں

ڈاکٹر چارلس ہملٹن لکھتے ہیں وہ پہلا شخص یہی ہے جس نے مدلل طریق سے قانون کے پوائنٹ پر بحث کی ہے اور تمام دنیوی معاملات کو اس تحقیق و تفحص سے قانونی رسی میں جکڑ دیا ہے" کہ ایک تعجب معلوم ہوتا ہے (ہدایہ مطبوعہ لندن ۱۸۷۰ء ڈاکٹر ڈیوری آسبرن نے لکھا ہے آپ نے (امام ابوحنیفہ نے) اپنے علم و قانون کی وجہ سے ایک بہت بڑی شہرت حاصل کرلی اور نہایت زیرکی اور تیز فہمی سے اپنے قانون فقہ اور شریعت میں مطابقت کرنے کی کوشش کی (بیاگریفل ڈکشنری جلد ۱)

محمد بن اسحاق بن یسار" انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا اپنے باپ اور اپنے چچا موسی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے جریر بن حازم و ابراہیم بن سعد نے روایت کی ہے انھوں نے مغازی پر کتاب لکھی تھی ۱۵۱ھ میں وفات پائی، امام بخاری نے جزء القراۃ میں ان سے روایت لی ہے،" اُن کی کتاب المغازی کا ترجمہ فارسی میں شیخ سعدیؒ نے ابوبکر سعد زنگی بادشاہ کے حکم سے کیا یہ ترجمہ کتب خانہ الہ آباد میں موجود ہے۔ زہری و قتادہ کے شاگرد ہیں صاحب تصنیف ہیں ان کی کتاب میں دس ہزار حدیثیں تھیں ابن مبارک اُن کے شاگرد ہیں ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

سعد بن ابی عروبہ" امام ابن سیرین و قتادہ کے شاگرد ہیں صاحب تصنیف ہیں یحیٰی بن سعید ان کے شاگرد ہیں ۱۵۶ھ میں وفات پائی

امام اوزاعی" ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد الدمشقی نام شیخ الاسلام لقب ۸۸ھ میں پیدا ہوئے عطا بن رباح کے شاگرد تھے شعبہ اور ابن مبارک انکے شاگرد تھے انکے یہ دونوں شاگرد امیر المومنین فی الحدیث مشہور ہوئے، امام اوزاعی کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے (واصلہ من سبی السند"

ان کی اصل سلدہ کے قیدیوں میں سے تھی) آخر عمر میں بیروت میں قیام تھا ۱۵۷ھ میں وفات پائی "
صاحب مذہب مجتہد تھے ان کا مذہب شام واندلس میں ۲۰۰ھ تک رائج ہوکر معدوم ہوگیا "

زفر۔ زفر بن ہذیل نام ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے تھے صاحب الحدیث لقب تھا امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے (تہذیب اللغات) امام ابوحنیفہ اور شیخ وکیع نے انکی تعریف کی ہے امام احمد انکے شاگرد تھے اور اس پر فخر کیا کرتے تھے جب کوئی حدیث ان سے روایت کرتے تو پہلے کہتے کہ یہ حدیث مجھسے اس شخص نے روایت کی ہے کہ تیری آنکھوں نے اسکی مثل نہ دیکھا ہوگا " (تہذیب الاسماء واللغات) صاحب تصنیف تھے (۲۰) مسائل میں امام ابوحنیفہ نے ان کی رائے قبول کی (رد المحتار) امام ابوحنیفہ نے انکے نکاح کا خطبہ پڑھا تو اس میں فرمایا (ہذا زفر امام من ائمۃ المسلمین وعلم من اعلامہم فی شرفہ وحسبہ ونسبہ) خواجہ داؤد طائی محدث کا قول ہے کہ امام زفر جب امام ابویوسف سے مناظرہ کرتے تو امام ابویوسف مضطر ہو جاتے کیونکہ زفر حدید اللسان تھے ان سے عہدۂ قضا قبول کرنے کے لئے کہا گیا انھوں نے انکار کیا۔ اس پر ان کا مکان منہدم کر دیا گیا۔ انہوں نے پھر تعمیر کرالیا پھر عہدۂ قضا قبول کرنے کی فرمائش ہوئی انہوں نے پھر انکار کر دیا مکان پھر منہدم کر دیا گیا غرض کسیطرح عہدہ قبول نہ کیا ۱۵۸ھ میں وفات پائی "

ابن ابی ذئب " محمد ابن عبد الرحمٰن نام زہری وشعبہ کے شاگرد تھے ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ابن مبارک ویحیٰی قطان اُن کے شاگرد ہیں صاحب تصنیف تھے اُن کی کتاب کا نام موطا تھا ۱۵۹ھ میں وفات پائی

شعبہ بن الحجاج " انھوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا سلمہ بن کہیل وانس بن سیرین کے شاگرد تھے چار سو تابعین سے روایت کرتے تھے دس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں امام ابوحنیفہ سفیان ثوری ابن مبارک ان کے شاگرد تھے انھوں نے اصول روایت و درایت کو وسیع کیا تنقید رجال کیلئے سخت شرائط قائم کیں اس سختی کیوجہ سے اکثر لوگ انکے مخالف ہوگئے امام ابوحنیفہ کو بھی تنقید رجال کے معاملہ میں ان سے کسیقدر اختلاف تھا ۱۶۰ھ میں وفات پائی انھوں نے تفسیر لکھی تھی "

امام سفیان ثوری " سفیان بن سعید نام سید الحفاظ وامیر المومنین فی الحدیث لقب تبع تابعین میں سے تھے امام مالکؒ امام اعظم کے ہمعصر تھے ۹۷ھ میں پیدا ہوئے اسود بن قیس وغیرہ کے شاگرد تھے ابن مبارک

یحییٰ قطان وکیع ان کے شاگرد تھے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے ان کے مذہب نے زیادہ رواج نہیں پایا معدوم ہو گیا سنہ ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے اعمال میں روایت حدیث سے زیادہ کسی عمل کے مواخذہ کا اندیشہ نہیں (تذکرہ ذہبی) سے ہم گنہ کرکے بھی شرمندہ نہیں کیا کرتے تھے وہ لوگ کہ گنہ بھی نہ کئے اور پشیمان رہے۔

امام سفیان ثوری کی تصانیف میں ان کی کتاب الجامع الکبیر فی الفقہ والاختلاف کا تیرہویں صدی ہجری تک موجود ہونا ثابت ہے (حصر الشارد) ایک جامع صغیر ایک کتاب الفرائض یہ بھی تیرہویں صدی ہجری تک موجود تھی شیخ محمد عابد سندھی نے اسکو پڑھا تھا (حصر الشارد) کتاب التفسیر اسکا ذکر صاحب کشف الظنون نے بھی کیا ہے یہ بھی شیخ محمد عابد نے پڑھی تھی (حصر الشارد) یہ تفسیر کتب خانہ رام پور میں موجود ہے دوسری انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں انکے نام سے درج ہیں انکی تصانیف کا تذکرہ رسالہ معارف اعظم گڈھ ستمبر ۱۹۳۵ء میں مفصل ہے۔

ابو ذرعہ، ابن ابی شیبہ سے انھوں نے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں اور اسیقدر ابراہیم بن موسیٰ رازی سے ایک لاکھ انکو اور یاد تھیں ان سے ترمذی ونسائی نے روایت کی ہے سنہ ۲۶۴ھ میں وفات پائی امام احمد حنبل فرمایا کرتے تھے کہ حدیث کے حافظ چار ہیں، خراسان میں ابو ذرعہ رازی محمد بن اسمٰعیل بخاری عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی حسن بن شجاع بلخی۔

حماد بن سلمہ، حمید الطویل وابن ملیکہ سے روایت کرتے تھے ان سے ابن مبارک نے روایت کی صاحب تصنیف تھے دس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں سنہ ۱۶۷ھ میں وفات پائی۔

ابو معشر، نجیح بن عبدالرحمٰن نام حضرت اسامہ بن سہل صحابی کو دیکھا تھا، نافع وابن منکدر کے شاگرد ہیں، محمد بن بکار ان کے شاگرد ہیں، ابو معشر نے مغازی پر تصنیف کی سنہ ۱۷۰ھ میں وفات پائی یہ سندھ کے رہنے والے تھے خلیفہ ہارون رشید نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

محدثین و مصنفین قرن ثانی

لیث بن سعد مصری، عطاء ونافع امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں انکے شاگرد تھے مصر کے امام تھے صاحب تصنیف تھے، اسی برس کی عمر میں سنہ ۱۷۵ھ میں وفات پائے

امام مالک

مالک بن انس مالک بن عامر اصبحی نام ابو عبداللہ کنیت امام دار الہجرۃ وامیر المومنین فی الحدیث لقب، انکے جد عامر اصبحی صحابی ہیں بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ امام صاحب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں اگرچہ مدینہ مولد و مسکن تھا مگر کسی صحابی کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے یہ شرف کیا کم ہے کہ امام دار الہجرۃ تھے حرم محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرس ومفتی تھے (بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است) نافع ربیعہ رائی، امام جعفر صادق، ابو حازم وغیرہ بہت شیوخ سے علم حاصل کیا جنکی تعداد نو سو بیان کی گئی ہے، نافع نے وفات پائی امام صاحب انکے جانشین ہوئے اس وقت سترہ سال کی عمر تھی امام صاحب کی جائے سکونت حضرت عبداللہ بن مسعود کا مکان اور نشست گاہ حضرت عمر کا مکان تھا امام صاحب کی مجلس درس نہایت آراستہ و پیراستہ ہوتی تھی سب لوگ مودب بیٹھے تھے امام صاحب غسل کرکے خوشبو لگا کر عمدہ لباس پہنکر نہایت وقار و متانت سے بیٹھتے تھے خلیفہ ہارون رشید خود حاضر درس ہوتا تھا۔ عالم اسلام شرق سے غرب تک امام صاحب کے آوازۂ شہرت سے گونج اٹھا تھا۔ شیخ عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھکر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں امام صاحب نے ایک لاکھ حدیثیں لکھی تھیں ان کا انتخاب موطا ہے (مقدمہ شرح موطا) امام صاحب سخی و عابد مرتاض تھے اہل علم کی بہت مدد کرتے تھے، امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار دیتے تھے امام صاحب کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے تھے مگر کبھی گھوڑے پر سوار ہوکر مدینہ میں نہ نکلتے تھے فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ جو زمین نبی کریم کے قدم مبارک سے مشرف ہوئی ہو اسکو میں جانوروں کے سموں سے روندوں امام صاحب کے تلامذہ کی تعداد تیرہ سو ہے اُن میں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین اور امرا شامل ہیں مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے عرب اور شمالی افریقہ میں ہیں امام کی بہت سی تصانیف ہیں۔ زیادہ مشہور موطا رسالہ مالک الی رشید احکام القرآن رسالہ مالک الی ابن مطرف کتاب الاقضیہ کتاب المناسک، تفسیر غرایب القرآن تفسیر القرآن، کتاب المسائل ہیں خلیفہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے جن کے متعلق خلیفہ نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے (تزئین الممالک) جس حدیث کا سلسلہ روایت مالک عن نافع عن ابن عمر

عمر ہوگا اُوسکو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں جعفر گورنر مدینہ نے امام صاحب کو حکم[1] دیا کہ آئندہ طلاق (جبری) کا فتویٰ نہ دیا کریں امام صاحب کو کتمان حق گوارا نہوا تعمیل حکم نہ کی جعفر نے غضبناک ہو کر ستر کوڑے لگوائے تمام پیٹھ خون آلودہ ہوگئی دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے عذر کیا اور کہا مجکو آپ کی تعزیر کا علم نہیں میں جعفر کو سزا دونگا امام صاحب نے فرمایا میں نے معاف کیا سنہ ۱۷۹ھ میں وفات پائی ابن مبارک و یحییٰ قطان انکے شاگرد تھے امام صاحب اپنے اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے تھے جمیں انھوں نے ایک حدیث کے مضمون کو لیا ہے:

وخیر امور الدین ما کان سُنّۃ
وشر الامور المحدثات البدائع

محمد مہدی عرف نفس ذکیہ بن عبد اللہ بن امام حسن مثنیٰ نے مدینہ میں خلیفہ کے خلاف خروج کیا تو امام مالک نے فتویٰ دیا کہ خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے نفس ذکیہ شہید ہوگئے تو انکے بھائی ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا۔ امام ابوحنیفہ نے اُن کی تائید کی اور مدد کی۔

ابن ابی الدنیا۔ ابوبکر محمد بن عبد اللہ نام سنہ ۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے سعید بن سلیمان اور علی بن الجعد کے شاگرد تھے۔ خلیفہ معتضد باللہ کے اتالیق تھے حدیث میں صاحب تصنیف تھے ان کی ایک کتاب ذم الملاہی ہے جو ساز و سرود کے عدم جواز کے متعلق ہے۔ حارث بن اسامہ ان کے شاگرد تھے سنہ ۲۸۱ھ میں وفات پائی۔

عبد اللہ بن مبارک۔ سنہ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ہشام بن عروہ و امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے حدیث میں صاحب تصنیف تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین امام بخاری و امام ترمذی انکے شاگرد ہیں ابن مبارک نے اُسّی ہزار درہم تحصیل علم حدیث پر صرف کیے سنہ ۱۸۱ھ میں وفات پائی ابن مہدی کا قول ہے کہ امام چار ہیں مالک، ثوری، حماد، ابن مبارک "کتاب الزہد والرقاق" انکی تصنیف ہے، حافظ نور الدین" ابو عبد اللہ بن محمد رازی نے اس کا انتخاب کیا اور حسین بن فروری اور اسکے شاگرد ابن صاعد نے رائج کیا ابن صاعد نے اس میں اضافہ بھی کیا ہے یہ کتاب کتب خانہ جامع قزوین میں موجود ہے۔

امام ابو یوسف

یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن عبتہ انصاری نام (سعد بن عتبہ انصاری صحابی تھے حضورنے انکے لئے دعا فرمائی تھی) تبع تابعین میں سے ہیں انکے والد نہایت غریب تھے وہ چاہتے تھے کہ یہ کچھ کھائے کمانے کی فکر کریں انکو شوق تحصیل علم دامنگیر تھا امام ابو حنیفہ کو جب انکی تنگدستی کا حال معلوم ہوا تو وہ انکے کفیل ہوگئے: امام ابو یوسف نے تمام مشہور ائمہ حدیث مثل سلیمان تیمی ابو اسحاق شیبانی یحیٰ بن سعید الانصاری ہشام بن عروہ سے علم حدیث حاصل کیا محمد بن اسحاق سے فن مغازی اور محمد بن ابی لیلی سے فقہ حاصل کیا آخر میں امام ابو حنیفہ کی خدمت میں آئے (۲۹) سال رہے یہیں صاحب کمال بنے۔ امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کے متعلق کتابیں تصنیف کیں اور مختلف علوم وفنون پر انکی بہت سی کتابیں ہیں جنکی فہرست ابن الندیم کتاب الفہرست میں ہے خلیفہ مہدی عباسی نے ان کو قاضی بنایا خلیفہ ہارون رشید نے قاضی القضات بنایا۔ ان کے استاد اعمش بھی ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے (ابن خلکان) شیخ ہلال بن یحییٰ کا قول ہے ابو یوسف تفسیر مغازی ایام العرب کے حافظ تھے (ابن خلکان) علامہ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور انکا ترجمہ لکھا ہے شیخ یحیٰی بن معین محدث نے انکو کثیر الحدیث کہا ہے۔

امام ابو یوسف کو بیس ہزار حدیثیں منسوخ یاد تھیں۔ (اصول فقہ اسلام) اور چالیس ہزار موضوع حدیثیں یاد تھیں (تاریخ الفقہ) اب اندازہ کرلیا جائے کہ ناسخ اور صحیح کسقدر یاد ہونگی امام غزالی کا قول ہے۔ حدیث میں ابو یوسف کی متابعت اولیٰ ہے۔ ابن عبد البر نے لکھا ہے ابو یوسف حافظ حدیث تھے۔ (کتاب الانتہائی فضائل ثلثہ القضاء) امام مزنی امام احمد حنبل نے بھی انکی مدح کی ہے شیخ یحیٰ بن معین اور امام احمد حنبل انکے شاگرد تھے امام احمد حنبل کا قول ہے کہ میں نے حدیث کو سب سے پہلے امام ابو یوسف سے لکھا۔ شیخ یحیٰ بن معین کا قول ہے کہ میں نے اہل الرائے میں کسیکو حدیث میں اثبت احفظ، اصح ابو یوسف سے زیادہ نہیں دیکھا۔

شیخ علی بن صالح محدث امام ابو یوسف سے حدیث روایت کرتے تو کہتے افقہ الفقہا سید العلماء قاضی القضاۃ ابو یوسف نے یہ روایت کی ہے۔ انکی بہت سی تصانیف ہیں زیادہ مشہور کتاب النوادر کتاب الامالی کتاب الخراج ہیں کسی خاص عنوان کے متعلق جسقدر احادیث ہوں انکو ایک جگہ جمع کرنا یہ مفید ایجاد

فن حدیث میں امام ابویوسف کی ہے کتاب الخراج۔ اس ہی طرز کی کتاب ہے اس طرز کے دوسرے مصنف امام محمد ہیں انکے بعد امام بخاری نے کتاب القراۃ تصنیف کی پھر امام نسائی نے فضائل علی تصنیف کی امام ابو یوسف نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام موسیٰ کاظم " موسیٰ نام ابوابراہیم کنیت کاظم لقب امام جعفر صادق کے صاحبزادہ تھے ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں ان کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں انکی سند بھی تھی خلیفہ ہارون رشید کو ان سے بیحد محبت تھی درباری حاسدوں نے ۱۸۳ھ میں زہر دیکر شہید کیا

ابواسحاق فرازی " ابراہیم بن محمد بن حارث کے شاگرد ہیں ان سے حمید الطویل اور سفیان ثوری نے روایت کی ہے ۱۸۵ھ میں وفات پائی۔

جریر " جریر بن عبدالحمید نام ملک رے کے محدث تھے حصین بن عبدالرحمٰن کے شاگرد تھے صاحب تصنیف تھے علی بن مدینی انکے شاگرد تھے ۱۸۸ھ میں وفات پائی

امام محمد

محمد بن حسن نام اصل خاندان انکا دمشق میں تھا ان کے والد عراق میں آئے ۱۳۵ھ میں واسط میں امام محمد پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے ہیں کوفہ میں تحصیل علم کے لئے آئے امام سفیان ثوری امام اوزاعی وغیرہ سے علم حاصل کیا آخر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہے امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف سے بھی استفادہ کیا خلیفہ ہارون رشید نے انکو قاضی مقرر کیا ۱۸۹ھ میں رے میں وفات پائی امام شافعی انکے شاگرد ہیں تصانیف کی تعداد (۹۹۹) ہے زیادہ مشہور موطا، مبسوط، جامع کبیر، جامع صغیر، سیر کبیر، سیر صغیر، کتاب الحجج وغیرہ ہیں سیر کبیر و صغیر کی تعریف امام اوزاعی نے بھی کی ہے۔ امام محمد نے دس لاکھ ستر ہزار مسئلے نکالے انکے حلقہ درس میں بڑے بڑے ائمہ و فقہا شریک ہوتے تھے امام شافعی کا قول ہے کہ امام محمد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے اور فرمایا کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا عالم میں نے امام محمد سے بڑھ کر نہیں دیکھا (جواہر المضیئہ) امام احمد حنبل سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ باریک مسائل کہاں سے حاصل کئے۔ کہا امام محمد کی تصانیف سے (تہذیب الاسماء واللغات) علم الخلاف یعنی ابواب فقہیہ کے متعلق مختلف

مخالف احادیث کا جمع کرکے محاکمہ کرنا یہ ان کی ایجاد ہے۔ انکی کتاب الحج اس طرز کی پہلی کتاب ہے۔ ......

ولید بن مسلم دمشقی ۔ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے امام اوزاعی اور ابن جریج کے شاگرد تھے انکی تصانیف کی تعداد (۷۰) ہے ان میں ایک تاریخ بھی ہے امام احمد حنبل انکے شاگرد ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔

محمد بن فضیل بن غزوان ۔ ابو عبدالرحمن کنیت اپنے باپ اور بیان بن بشر کے شاگرد ہیں کتاب الزہد کتاب الدعا، اور چند کتابوں کے مصنف ہیں امام احمد انکے شاگرد ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ ابن وہب ۔ امام مالک کے شاگرد تھے۔ کثیر التصانیف ہیں۔ موطا کبیر، موطا صغیر، جامع کبیر کتاب المغازی وغیرہ انکی زیادہ مشہور تصانیف ہیں ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔

وکیع بن الجراح ۔ ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابوحنیفہ و ہشام بن عروہ کے شاگرد ہیں۔ ابن مبارک و ابن مدینی، یحییٰ بن معین انکے شاگرد ہیں ۱۹۷ھ میں وفات پائی صاحب تصنیف ہیں نوح کا قول ہے کہ میں نے ثوری و معمر و مالک کو بھی حدیث میں وکیع کی برابر نہیں پایا۔ تمام ائمہ صحاح ستہ نے اُن سے روایت کی ہے۔

یحییٰ بن سعید قطان ۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے ہشام بن عروہ و عطا بن السائب سے روایت کرتے تھے ان سے ابن مہدی و عفان نے روایت کی ہے امام بخاری بھی انکے شاگرد ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی تاریخ الرجال پر سب سے پہلے انھوں نے تصنیف کی (میزان الاعتدال) تمام ائمہ حدیث نے ان روایت لی ہے۔

سفیان بن عیینہ ۔ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں عمرو بن دینار اور امام زہری کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی امام حنبل یحییٰ بن معین انکے شاگرد ہیں امام شافعی کا قول ہے سفیان نہ ہوتے تو حجاز سے علم اٹھ جاتا ۱۹۸ھ میں وفات پائی انھوں نے اس پر فخر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے مجکو محدث کہا امام حسن صباح نے کوفہ کی مسجد میں انکو مدرس مقرر کیا تھا۔

ہشیم ۔ ہشیم بن بشیر نام واسط کے رہنے والے تھے ۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے امام زہری کے شاگرد تھے ان سے سفیان نے روایت کی ہے صاحب تصنیف تھے ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

یونس بن بکیر ۔ ہشام بن عروہ کے شاگرد ہیں ان سے ابن معین نے روایت کی ہے انھوں نے مغازی ابن اسحاق کا ذیل لکھا ہے (زرقانی و مواہب) ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔

امام شافعی

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع (شافع نے اپنے عہد جوانی میں رسول کریم کو دیکھا تھا شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد حضرت علی کی خالہ تھیں) بن سائب (سائب جنگ بدر میں کفار مکہ کے علمبردار تھے یہ گرفتار ہو کر آئے فدیہ ادا کر کے رہائی پائی پھر مسلمان ہوگئے۔ سائب کا نسب عبد مناف میں رسول کریم کے نسب سے ملجاتا ہے) امام شافعی کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن امام حسن تھیں۔ امام صاحب کے والد موضع تبالہ (حجاز کا علاقہ) میں رہتے تھے پھر مدینہ میں آکر بسے پھر شام گئے اور عسقلان میں سکونت اختیار کی وہیں وفات پائی امام صاحب غزہ کے صوبہ عسقلان میں امام ابوحنیفہ کی وفات کے دن ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے دو برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا بیوہ ماں انکو لیکر مدینہ آگئیں یہیں پرورش پائی دس برس کی عمر میں قرآن مجید اور موطا امام مالک حفظ یاد کرلی (توالی التاسیس) بادیہ میں ہذیل سے، جو افصح العرب تھے علم ادب حاصل کیا پھر مکہ چلے گئے فقیہہ الحرم مسلم بن خالد الزنجی سے فقہ حاصل کیا شیخ موصوف نے بعد تکمیل انکو مجاز فتوی کردیا (توالی التاسیس) اس وقت امام صاحب کی عمر پندرہ ۱۵ سال تھی شیخ الحرم سے سفارشی خط امام مالک کے نام لیکر مدینہ آئے اور انکے درس میں شریک رہے اکیاسی ۸۱ شیوخ سے علم حاصل کیا (تاریخ الخلفاء) سیدہ نفیسہ زوجہ اسحاق بن امام جعفر صادق بنت حسن بن زید بن امام حسن سے بھی حدیث حاصل کی امام مالک سفیان بن عیینہ وغیرہ سے روایت کرتے تھے ان سے امام احمد حنبل و ابوثور و امام مزنی نے روایت کی ہے۔ امام صاحب کی تصانیف اصول دین میں چودہ ۱۴ اور فروع میں ستر سے زیادہ ہیں کتاب الام زیادہ مشہور ہے خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں نجران کے والی بنائے گئے یہاں لوگوں سے موافقت نہ ہوئی سادات سے سازش کرنے کا الزام لگایا گیا گرفتار کر کے رقہ لائے گئے خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے فضل بن ربیع حاجب کی سعی سے خلیفہ نے رہا کیا اور انعام دیا اس کے بعد امام محمد کے پاس آئے اور فقہ حنفی حاصل کیا امام ابوحنیفہ کی کتاب اوسط امام محمد سے لیکر ایک رات دن میں حفظ کرلی وہاں سے مکہ آئے ۱۹۵ھ تک یہاں افادہ و استفادہ کرتے رہے اسی سال خلیفہ ہارون رشید کا انتقال ہوا اور امین خلیفہ ہوا اس زمانہ میں یہ دوبارہ عراق گئے یہاں بہت سے علماء ان کے مقلد ہوگئے یہاں کئی کتابیں املا کرائیں دو سال قیام کر کے پھر حجاز آگئے ۱۹۸ھ

میں تیسری بار عراق پہونچے اور چند مہینے قیام کر کے فسطاط چلے گئے۔ یہاں کئی کتابیں املا کرائیں ۲۰۴ھ
میں یہیں وفات پائی بمقام قرافہ صغیرہ (مصر) مدفون ہوئے اہل مصر انکو ناصر السنت کہا کرتے تھے۔ فن اصول
فقہ کو ایجاد تو امام ابو حنیفہ نے کیا لیکن اسکو وسعت اور فن کی صورت امام شافعی سے حاصل ہوئی۔ امام شافعی
کے مقلد مصر، شمالی افریقہ، ملایا میں ہیں عرب و ہند میں بھی ہیں بمبئی کی ایک جماعت بواہیر شافعی ہے
امام شافعی کا قیام آخر میں چونکہ مصر میں رہا اس لئے ان کا مذہب مصر میں زیادہ رائج ہوا اشہب بن القاسم
وابن المواز نے امام صاحب سے فقہ سیکھا پھر حرث بن مسکین نے فقہ شافعی کی خدمت کی کچھ عرصہ کے بعد مصر
میں شیعہ حکومت قایم ہوگئی اور فقہ شیعی رائج ہوگیا۔ فقہ شافعی معدوم ہوگیا سلطان صلاح الدین ایوبی
نے جب مصر میں عبیدیوں کی سلطنت کو برباد کر کے اپنی سلطنت قائم کی تو پھر فقہ شافعی کو رواج دیا۔

شام میں شیخ محی الدین نووی و شیخ عز الدین بن عبد السلام نے اس مذہب کی خدمت کی سلاطین ایوبیہ
انکے نام رہے۔ مصر میں شیخ ابن الرافعہ اور انکے بعد شیخ تقی الدین دقیق و شیخ تقی الدین سبکی نے اس مذہب
کو خوب فروغ دیا۔ اصمعی مشہور فصیح و بلیغ امام صاحب کا شاگرد تھا اور انکی شاگردی پر فخر کیا کرتا تھا۔ "
(توالی التاسیس) لیکن بعض لوگوں نے امام صاحب کی لغت دانی پر اعتراضات کئے ہیں حمیدہ بنت نافع بن عتبہ
بن عمر بن عثمان امام صاحب کی زوجہ تھیں۔ دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں بڑا لڑکا ابو عثمان محمد حلب کا قاضی ہوا
چھوٹا لڑکا ابو الحسن محمد صغر سنی میں فوت ہوگیا۔ لڑکیوں کے نام فاطمہ، و زینب، تھے۔ امام صاحب کے
شاگردوں میں سے (۲۴) سے بخاری نے (۱۷) سے مسلم نے (۱۴) سے ابو داؤد نے (۷) سے ترمذی نے (۹) سے
نسائی نے (۶) سے ابن ماجہ نے اور (۸۳) سے دیگر ائمہ حدیث نے روایات لی ہیں۔ مسند شافعی امام صاحب
کے شاگرد ربیع بن سلیمان اور ابو جعفر محمد بن مطر نے جمع کر کے رائج کیا۔

ابو داؤد طیالسی، تبع تابعین میں سے ہیں ایک ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا۔ شعبہ سے روایت کرتے
تھے ان سے امام حنبل نے روایت کی ہے انکی مسند میں چالیس ہزار حدیثیں ہیں۔ اسی برس کی عمر میں ۲۰۴ھ میں وفات پائی

روح بن عبادہ۔ ابن ابی عروبہ سے روایت کرتے تھے ان سے بشر بن موسیٰ نے روایت کی ہے صاحب
تصنیف تھے انکو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں دس ہزار اپنی تصنیف میں لکھیں ۲۰۵ھ میں وفات پائی۔

عبد الرزاق بن ہمام" اوزاعی وابن جریح وثوری سے روایت کرتے تھے صاحب تصنیف تھے انکی ثلاثیات بہت ہیں ان سے ابن معین واحمد حنبل نے روایت کی ہے ۲۱۱ھ میں وفات پائی مصنف عبد الرزاق کی ایک جلد مدینہ میں ہے۔

اسد بن موسیٰ" اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن ولید بن عبد الملک بن مروان بن حکم نام اسد السنتہ لقب ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ شعبہ وشیبان سے روایت کرتے تھے اُن سے احمد بن صالح نے روایت کی ہے صاحب تصنیف تھے ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

اسمٰعیل" اسمٰعیل بن حماد بن امام اعظم نام اپنے باپ اور امام قاسم سے علم حاصل کیا بڑے زاہد اور فقیہہ تھے۔ بغداد وبصرہ، ورقہ میں قاضی رہے۔ شیخ محمد بن عبد اللہ الانصاری کا قول ہے۔ کہ حضرت عمر کے زمانے سے آجتک کوئی ایسا ذی علم قاضی مقرر نہیں ہوا ان سے سہل بن عثمان عسکری وعبد المومن بن علی الرازی نے روایت کی ہے۔ اُن کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں زیادہ مشہور کتاب جامع فقہ میں ہے۔ ایک فرقہ قدریہ کے رد میں ہے۔ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

مکی بن ابراہیم" امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاد تھے ان سے ابن معین نے بھی روایت کی ہے۔ ساٹھ حج کئے تھے ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے ۲۱۵ھ میں بلخ میں وفات پائی سترہ تابعون سے علم حاصل کیا ہے۔

حمیدی بخاری" فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں بخاری و ذہلی کے استاد ہیں صاحب مسند ہیں ۲۱۹ھ میں وفات پائی امام احمد حنبل کا قول ہے۔ (الحمیدی عندنا امام)

محدثین مصنفین قرن ثالث

المتقن" ابوجعفر محمد بن الصباح البزار، صاحب سنن ہیں اسمٰعیل بن ذکریا سے روایت کرتے تھے اُن سے ابراہیم الحربی نے روایت کی ہے ۲۲۷ھ میں وفات پائی۔

امام ابوالولید ازرقی" تاریخ مکہ اُن کی تصنیف ہے ۲۲۳ھ وفات پائی نام ابوالولید محمد بن عبد الکریم ازرقی تھا۔

نعیم" ابوعبد اللہ نعیم بن حماد خزاعی نام ابراہیم طہمان کے شاگرد تھے۔ صاحب تصنیف تھے ۲۲۸ھ میں وفات پائی

مسدد بن سرہد بصری، صاحب تصنیف تھے زید بن حماد کے شاگرد تھے ابوزرعہ انکے شاگرد ہیں ۲۲۸ھ میں وفات پائی۔"

ابن سعد، محمد بن سعد نام، واقدی کے کاتب تھے سفیان بن عیینہ اور ولید بن مسلم سے روایت کرتے تھے ان سے ابن ابی الدنیا احمد بن یحییٰ بلاذری نے روایت کی ہے طبقات کبیر طبقات صغیر ان کی تصنیف ہے ۲۳۰ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ ابن معین، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں امام بخاری کے استاد ہیں ۲۳۳ھ میں وفات پائی امام بخاری نے صحیح بخاری بغرض استصواب انکے سامنے پیش کی تھی ابن عقبہ کا قول ہے۔ کہ محدثین نے بارہ لاکھ حدیثیں یحییٰ بن معین سے لکھیں علی بن مدینی نے کہا ہے مجھے معلوم نہیں کہ محدثین میں سے کسی نے یحییٰ بن معین کی برابر حدیثیں لکھی ہوں (تہذیب الاسماء واللغات) اُن کی ایک تاریخ بھی ہے۔

علی بن مدینی، شیخ وکیع کے شاگرد ہیں ہشیم بن عتبہ وغیرہ سے بھی روایت کرتے تھے ان سے امام ذہلی نے روایت کی ہے امام بخاری کے استاد ہیں امام بخاری نے صحیح بخاری بغرض استصواب انکے سامنے پیش کی تھی ۱۶۱ھ میں پیدا ہوئے ۲۳۴ھ میں وفات پائی امام بخاری کا قول ہے ما استصغرت نفسی الا عند "میں نے علی مدینی کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں پایا۔ تقریب"

ابن ابی شیبہ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ نام، عبداللہ بن مبارک سے روایت کرتے ہیں اُن سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے صاحب مسند ہیں ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

سعید بن منصور، امام مالک و امام لیث کے شاگرد ہیں صاحب سنن ہیں (۸۵) برس کی عمر میں ۲۲۷ھ میں وفات پائی انھوں نے اپنی یاد سے دس ہزار حدیثیں لکھائیں۔

ابن راہویہ، اسحاق بن ابراہیم راہویہ نام شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضیل بن دکین کے شاگرد تھے ابن مبارک سے روایت کرتے ہیں ان سے ابن معین نے روایت کی ہے صاحب تصنیف ہیں۔ (۷۷) سال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد حنبل رح

۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں یتیم ہوگئے تھے پندرہ برس کی عمر میں حدیث شروع کی تحصیل علم کے لئے بصرہ، شام، عراق، مکہ، مدینہ، کے سفر کئے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر سے علم حاصل کیا ۱۹۵ھ میں امام شافعی

کے پاس پہنچے۔ اصول فقہ اور فقہ کی تعلیم حاصل کی کچھ دنوں کے بعد خود درس دینے لگے امام بخاری، امام مسلم
امام ابوداؤد بھی آپکے حلقہ درس میں شریک تھے آپکی پندرہ تصانیف کے نام تو والد ماجد نے تاریخ الفقہ
میں لکھے ہیں زیادہ مشہور مسند ہے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے احمد حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے
ہیں۔ امام شافعی مصر میں تھے کہ ان سے خواب میں رسول کریم نے فرمایا کہ احمد حنبل سے کہدو کہ خداوند کریم اس
کو قرآن کے بارے میں آزمایش میں ڈالیگا امام شافعی نے یہ خواب خط میں لکھ کر ربیع بن سلیمان کی معرفت امام احمد
کو بھیجدیا۔ فتنۂ عقیدۂ خلق قرآن ۲۱۲ھ سے شروع ہوا خلیفہ مامون نے شیخ یحیٰی بن اکثم محدث کو عہدۂ قاضی
القضات سے معزول کرکے ۔ احمد بن داؤد معتزلی کو قاضی القضات بنایا اسکے مشورہ سے بہت علما قید
قتل کئے گئے ۲۱۸ھ میں خلیفہ نے صوبوں میں حکم بھیجا کہ محدثین و قضات سے اس مسئلہ میں جواب لیا جائے۔ بغداد
میں محدثین نے اسکی مخالفت کی تو خلیفہ نے اسحاق بن ابراہیم گورنر بغداد کو لکھا۔ کہ سات محدثین کو روانہ کرد
یہ سات محدثین آئے۔ انھوں نے مرعوب ہوکر خلق قرآن کا اقرار کرلیا۔ امام احمد حنبل نے مخالفت کی گورنر نے انکو قید کردیا
پھر ہتکڑیاں لگاکر خلیفہ کے حضور میں "طرطوس" روانہ کیا جب یہ "اذنہ" کے قریب پہنچے تو خبر آئی کہ مامون مرگیا یہ
رقہ کے قید خانہ میں قید کردئے گئے معتصم خلیفہ ہوا اس کے زمانہ میں امام صاحب کو قید خانہ میں سخت اذیتیں
دی گئیں۔ اور اسّی درے مارے گئے آخر رہا کردئے گئے۔ امام صاحب نے درس جاری کردیا ۲۲۷ھ میں معتصم
مرگیا۔ واثق خلیفہ ہوا الحسن بن علی الجود نے جو بدعتی تھا خلیفہ سے امام صاحب کی شکایت کی لیکن امام صاحب
نے قبل ازیں کہ کوئی کارروائی ہو درس بند کردیا۔ ۲۳۱ھ میں خلیفہ نے مسئلہ خلق قرآن کے متعلق پھر
صوبجات میں احکام نافذ کئے امام احمد بن نصر شاگرد امام مالک و شیخ یحیٰی بن معین محدث نے انکار کیا یہ دونوں
شہید کردئے گئے ۲۳۲ھ میں واثق مرا اس نے مرنے سے قبل از عقیدہ سے توبہ کرلی تھی ۔

اب متوکل خلیفہ ہوا یہ بدعت کا دشمن اور سنت کا حامی تھا اُس نے امام صاحب کی بڑی قدر و منزلت
کی۔ ابراہیم گورنر کو حکم دیا کہ امام صاحب سے معافی چاہے۔ امام صاحب نے معاف کردیا یکم ربیع الاول ۲۴۱ھ
کو امام صاحب علیل ہوئے۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو بغداد بعمر (۷۷) سال وفات پائی امام صاحب
امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے مشہور تھے حنبلی مذہب کے پیرو نجد و حضرموت اور مغرب کے

خاص خاص حصوں میں ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں محدثین میں سب سے بڑی شان والے اور زیادہ روایت والے اور حدیث کے مراتب زیادہ پہچاننے والے۔ اور معانی مخصوص خوب سمجھنے والے !! احمد حنبل اور اسحاق بن راہویہ ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ) امام احمد حنبل کی کتاب العلل و الرجال کتب خانہ ایا صوفیہ قسطنطنیہ میں ہے۔

عبد بن حمید، صاحب مسند کبیر و تفسیر ہیں یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے عمر ابن بجیر نے روایت کی ہے ۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن" یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے۔ ان سے امام مسلم نے روایت کی ہے۔ صاحب مسند و تفسیر ہیں ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

امام بخاری

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، امیرالمومنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ و ناشر المواریث المحمدیہ لقب۔ !!!
سلسلہ نسب ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بر ذریہ (طبقات کبریٰ) بر ذریہ فارسی الاصل تھا اور اپنے آبائی مذہب پر تھا۔ مغیرہ یمان جعفی (جعفی یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے) حاکم بخاریٰ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ امام بخاری کے والد اسمٰعیل محدث تھے امام مالک کے شاگرد تھے۔ حماد بن زید اور ابومعاویہ سے بھی روایت کرتے تھے۔ (کتاب الثقات) شیخ ابن مبارک سے بھی استفادہ کیا تھا نصر ابن الحسین شیخ اسمٰعیل کے شاگرد تھے۔ امام بخاری ۱۳ شوال بعد نماز جمعہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ انکی والدہ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا دس برس سے کم عمر تھی۔ جو حدیثیں یاد کرنی شروع کردیں (مقدمہ فتح الباری) علامہ داخلی کے درس میں جایا کرتے تھے گیارہ برس کا سن تھا۔ ایک دن علامہ سے سند بیان کرنے میں غلطی ہوگئی، انہوں نے ٹوک دیا جب سند کی تصحیح ہوئی۔

محمد بن سلام بیکندی (عبداللہ بن مبارک و ابن عیینہ کے شاگرد تھے۔ علوم دین کی تحصیل و اشاعت میں اسی ہزار درہم صرف کئے ۲۲۵ھ میں وفات پائی امام احمد حنبل فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابن سلام سے صرف پانچ ہزار حدیثیں موضوع یاد کیں) و محمد بن یوسف بیکندی و عبداللہ بن محمد سندی (شیخ فضیل بن عیاض کے

شاگرد تھے ۲۲۹ھ میں وفات پائی) وابراہیم بن الاشعث (بخارا کے رہنے والے تھے فضیل بن عیاض کے شاگرد تھے۔ ابن حمید صاحب مسند بھی انکے شاگرد ہیں) وعلی بن عباس امام لیث کے شاگرد ہیں ۲۰۸ھ میں وفات پائی۔) وعبداللہ بن موسیٰ (ہشام بن عروہ کے شاگرد تھے ۲۱۳ھ میں وفات پائی) وعصام بن خالد الحمص (حریز بن عثمان کے شاگرد تھے ۲۱۴ھ میں وفات پائی) وفضل بن دکین اعمش کے شاگرد تھے ۲۱۹ھ میں وفات پائی۔ وخلاد بن یحییٰ السلمی (مسعر کے شاگرد تھے ۲۱۳ھ میں وفات پائی) اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا۔ سولہ سال کی عمر تک شیخ وکیع اور شیخ ابن مبارک کی کتابیں حفظ کرلیں تھیں۔

سب سے پہلے ۲۱۰ھ میں سفر کیا مکہ پہنچے ۲۱۲ھ میں مدینہ پہونچے حجاز میں چھ برس رہے پھر بصرہ، کوفہ (کوفہ میں کئی بار گئے) بغداد (آٹھ دفعہ گئے) مصر جزیرہ مرو، رے، ہرات نیشاپور، خراسان، سمرقند، تاشقند، تمام ممالک میں جاکر علم حاصل کیا۔ امام بخاری کے تمام شیوخ کی تعداد ایک ہزار بیان کی گئی ہر ہر حدیث کو معہ سند یاد رکھتے تھے۔ (مقدمہ فتح الباری) ایک سفر میں ایک کشتی میں سوار ہوئے انکے پاس ہمیانی میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں ایک شخص نے دوست بنکر انکی پونجی کا حال معلوم کرلیا۔ صبح اٹھ کر اس نے غل مچایا کہ میری ایک ہزار اشرفی کی ہمیانی کسی نے چرالی امام بخاری نے یہ سنتے ہی ہمیانی دریا میں پھینک دی ملاحوں نے سبکی تلاشی لی ہمیانی برآمد نہ ہوئی اس شخص نے پھر ان سے دریافت کیا انھوں نے کہا دریا میں پھینکدی۔ اُس نے کہا کیوں تمہارے پاس نکلتی تم کہتے میری ہے انھوں نے کہا یہ جھگڑا ضرور ہوتا۔ ہمیانی خواہ مجھی کو ملجاتی مگر پھر میری حدیث صحیح نہ سمجھی جاتی (الفوائد الدراری علامہ عجلونی) امام صاحب مضاربت کے ذریعہ سے تجارت کرتے تھے بخارا میں کچھ آدمی مخالف ہوگئے انھوں نے حاکم بخارا کے کان بھردئے اور اس سے کہا یہ فتویٰ دینے کی قابل نہیں انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی ایک ہی بکری کا دودھ پئیں تو رضاعت ثابت ہوجائے گی حاکم نے حکم جاری کردیا کہ یہ فتویٰ نہ دیا کریں۔

پھر مشہور کیا گیا کہ الفاظ قرآنی کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں آخر حاکم نے انکو خارج البلد کردیا بخارا سے نکلکر بیکند پہونچے یہاں بھی یہی شہرت تھی اسلئے نہ ٹھہر سکے سمرقند والوں نے درخواست کی کہ آپ یہاں آکر درس قایم کریں امام صاحب روانہ ہوئے راستہ میں موضع خرتنگ میں قیام کیا شب عید الفطر

میں بعد نماز عشاء سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ ابو عاصم نے ان کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ (حطہ مصنفہ نواب صدیق حسن خاں) علامہ ابوالحسن بن العراقی نے حنابلہ میں شمار کیا ہے بعض نے امام صاحب کی صرفی غلطیاں نکالی ہیں بعض نے جرح بھی کی ہے۔ امام صاحب کی پچیس تصانیف کے نام تو میں نے ایک کتاب میں دیکھے ہیں۔ سب سے پہلی تصنیف قضایا صحابہ و التابعین ہے "ایک تاریخ کبیر ہے (طبع نہیں ہوئی اسکا ناقص نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے) سب سے زیادہ مشہور صحیح بخاری ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے امام بخاری کو ۵ لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور چالیس ہزار غیر صحیح حدیثیں یاد تھیں۔ قتیبہ بن سعد کا قول ہے کہ میں نے امام بخاری کا مثل نہیں دیکھا۔ (مقدمہ فتح الباری) انکی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اول نمبر کی کتاب ہے۔ یہ ائمہ ستہ میں سے ہیں، صحیح بخاری باعتبار طبقات کتب حدیث طبقہ اول کی کتاب ہے۔ انکی تاریخ صغیر اور کتاب الضعفاء والصغیر مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہے اور تاریخ کبیر کا ایک جزو کتب خانہ پیر جھنڈا میں ہے۔

ربیع بن صبیح، حمید الطویل و یزید رقاشی وغیرہ سے روایت کرتے تھے ابن مہدی اور ابوداؤد طیالسی ان کے شاگرد ہیں۔ خلیفہ مہدی نے جو فوج ہندوستان پر سنہ ۱۵۹ھ میں بھیجی تھی اُس لشکر کے ساتھ یہ بھی ہندوستان آئے تھے (طبقات ابن سعد و تاریخ گجرات) صاحب تصنیف تھے سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی

محدثین و مصنفین عہد خلافت فی سنہ ۲۶ھ سے سنہ ۳۱۱ھ تک

امام مسلم

ابوالحسین کنیت عساکر الدین لقب، مسلم بن حجاج بن دردین کوشاذ نام سلسلہ نسب قبیلہ قشیری سے ملتا ہے اسلئے قشیری مشہور ہیں اصل وطن نیشاپور ہے۔ عراق، حجاز، شام، مصر کے سفر تحصیل علم کے لئے کئے۔ بغداد کئی بار گئے بغداد میں درس بھی دیا امام احمد حنبل، یحیٰ بن یحیٰ نیشاپوری ان کے خاص اُستاد ہیں ابو حاتم رازی، امام ترمذی، ابوبکر بن خزیمہ، ابوعوانہ انکے شاگرد ہیں؛ نیشاپور میں ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں وفات پائی (۵۵) سال کی عمر ہوئی اُن کی پچیس تصانیف کے نام مختلف کتب میں دیکھے گئے ہیں زیادہ مشہور

صحیح مسلم ہے ان کے پاس تین لاکھ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں شافعی المذہب تھے ائمہ ستہ میں سے ہیں انکی کتاب
صحیح مسلم صحاح ستہ میں دوسرے نمبر کی کتاب ہے۔ صحیح مسلم باعتبار طبقات کتب حدیث طبقہ اول کی کتاب ہے

خصاف ،، امام محمد کے شاگرد تھے کتاب الوصایا ان کی تصنیف ہے۔ ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔

عمر بن شبیہ ابن عبیدہ ،، یحیٰی قطان سے روایت کرتے ہیں ابن ماجہ اور ابن صاعد نے ان سے روایت کی ہے علم سیر و مغازی کے امام تھے تاریخ مدینہ و تاریخ بصرہ ان کی تصنیف ہے۔ ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابی مسلم الکشی ،، صاحب سنن ہیں ان کی ثلاثیات بہت ہیں ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔

یعقوب ابن شیبہ ابن صلت ،، یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے ان سے محمد ابن احمد نے روایت کی ہے صاحب مسند کبیر ہیں ۲۶۲ھ میں وفات پائی۔

ابن ماجہ ،، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ائمہ ستہ میں سے ہیں امام ترمذی کے شاگرد تھے انکی ثلاثیات بہت ہیں ۲۷۳ھ میں وفات پائی ایک تاریخ اور چند کتابیں انکی تصنیف ہیں ان کی سنن زیادہ مشہور ہے جو صحاح ستہ میں چھٹے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے۔

المزنی ،، ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحیٰی ۱۷۵ھ میں پیدا ہوئے ۲۶۴ھ میں وفات پائی کثیر التصانیف تھے شافعی المذہب تھے۔

ابو داؤد ،، سلیمان بن الاشعث سجستانی ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے امام احمد حنبل سے علم حاصل کیا شافعی المذہب تھے بعض نے حنبلی لکھا ہے (حط) ائمہ ستہ میں سے ہیں انکو پانچ لاکھ حدیثیں یاد تھیں ۲۷۵ھ میں وفات پائی ان کی کتاب سنن ابو داؤد صحاح ستہ میں چوتھے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے

ابو حاتم رازی ،، ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے فن جرح و تعدیل کے امام تھے تلاش حدیث میں پیادہ سفر کرتے تھے بحرین۔ رملہ ،، مصر ، طرسوس ،، وغیرہ گئے ایک ہزار کوس کا سفر کیا امام بخاری سے بھی استفادہ کیا ۲۷۷ھ میں وفات پائی انکی کتاب الجرح والتعدیل ،، تین جلدیں کتب خانہ پیر جھنڈا میں ہیں۔

امام ترمذی ،، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ۔ ان کا سلسلہ نسب بنی سلیم سے ملتا ہے جو بنی غیلان

کی ایک شاخ ہے اُن کے دادا مروزی الاصل تھے کسی وجہ سے موضع بوغ (ترمذ کے قریب چھ کوس پر) میں آباد ہوگئے تھے۔ امام ترمذی نے علم امام بخاری و امام مسلم سے حاصل کیا بصرہ کوفہ، واسط، رے، خراسان، حجاز وغیرہ کے سفر تحصیل علم کے لئے کئے۔ ۲۷۹ھ میں وفات پائی کثیر التصانیف تھے زیادہ مشہور جامع ترمذی و شمائل ترمذی و کتاب العلل ہے شافعی المذہب تھے ائمہ ستہ میں سے ہیں ان کی کتاب جامع ترمذی صحاح ستہ میں تیسرے نمبر کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔

دارمی ،، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل سمرقندی الدارمی، قبیلہ دارم سے تھے ۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے امام ابن ماجہ کے شاگرد تھے ان سے امام ترمذی نے بھی روایت کی ہے ۲۵۵ھ میں وفات پائی صاحب سنن ہیں انکی سنن میں (۳۵۵۷) حدیثیں ہیں انکی تصنیف سے ایک کتاب التفسیر ایک الجامع ہے۔

المقری ،، ابوبکر محمد بن ابراہیم ابن علی نام ابو یعلی موصلی کے شاگرد تھے۔ ابو شیخ بن حبان اُنکے شاگرد تھے ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ اصفہان کے محدث تھے معجم الکبیر اور اربعین انکی تصنیف ہے۔

حارث بن اسامہ ،، ابو محمد حارث بن اسامہ نام اسامہ انکے دادا کا نام تھا محمد ان کے باپ کا نام تھا۔ دادا کے نام سے مشہور ہوئے قبیلہ بنی غنم سے تھے بغداد میں رہتے تھے یزید بن ہارون سے روایت کرتے تھے (۹۷) سال کی عمر میں ۲۸۲ھ میں وفات پائی انھوں نے اپنا مسند شیوخ پر مرتب کیا۔ اس لئے معجم کہنا چاہیے مگر مشہور مسند ہے۔

محمد ابن سندی ،، محمد بن محمد بن رجا بن سندی ان کی تصنیف سے ایک صحیح ہے امام احمد حنبل کے شاگرد تھے ابو حامد ابن الشرقی ان کے شاگرد تھے ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

ابن ابی عاصم ،، الحافظ الکبیر لقب ظاہری المذہب تھے۔ (امام داؤد ظاہری کے مقلد ظاہری کہلاتے تھے یہ مذہب معدوم ہوگیا۔) اصبہان کے قاضی تھے نشتر ہزار حدیثیں زبانی روایت کرتے تھے ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے ۲۸۷ھ میں وفات پائی۔ ابو موسیٰ مدینی نے ان کی سوانح عمری لکھی ہے۔

عبدالرحمٰن ،، عبدالرحمٰن بن محمد بن اسلم نام جامع اصفہان کے امام تھے۔ صاحب مسند و تفسیر تھے ابو یحییٰ رازی سے روایت کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔

بزار ،، ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالخالق نام (بزار باعتبار پیشہ کہا گیا ہے پنساری کو کہتے ہیں۔)

حسن بن علی بن راشد کے شاگرد تھے ان سے ابوالشیخ وطبرانی نے روایت کی ہے۔ صاحب مسند ہیں ہے ۔
مسند میں اکثر غلطیاں ہیں ۲۹۲ھ میں وفات پائی۔

عبدان ۔ عبدان بن محمد بن عیسیٰ نام مرو کے مفتی تھے ۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۹۳ھ میں وفات
پائی ابو محمد مروزی سے روایت کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ اُن کی تصنیف کا نام موطا ہے اور
اور کتابیں تھیں ۔

ابو اسحاق ۔ ابواسحاق ابراہیم ابن اسحاق نیشاپوری اسحاق بن راہویہ سے روایت کرتے تھے
ان سے ابن الشرقی نے روایت کی ہے انکی تصنیف تفسیر کبیر ہے ۳۰۳ھ میں وفات پائی ۔

نسائی ۔ ابو عبدالرحمن نام موضع نسار (متصل خراسان) کے باشندے تھے ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے
ابوداؤد کے شاگرد تھے شافعی المذہب تھے (حطہ فی ذکر صحاح ستہ نواب صدیق حسن خان) ائمہ ستہ میں سے
ہیں ان کی تصنیف سنن نسائی صحاح ستہ میں نمبر پانچ کی کتاب ہے اور باعتبار طبقات کتب حدیث طبقہ دوم
کی ۳۰۳ھ میں وفات پائی ان کی ایک کتاب **الضعفاء والمتروکین** ۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی
کے کتب خانہ میں ہے ۔

ابو یعلی موصلی ۔ احمد بن علی نام موصل کے باشندہ تھے یحییٰ بن معین سے روایت کرتے تھے ان سے
حاتم ابن حبان نے روایت کی ہے صاحب مسند کبیر ۳۰۷ھ میں وفات پائی ۔

ابن جریر طبری ۔ ابوجعفر ابن جریر نام ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے اسمٰعیل بن موسی سدی سے روایت
کرتے تھے ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے اُن کا مذہب ۳۵۰ھ تک چلکر معدوم ہو گیا
کثیر التصانیف اور مشہور مصنف ہیں صاحب تفسیر و تاریخ ہیں سنا ہے کہ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری
مشہور رہے وہ انکے مذہب پر ہے ایک جریر طبری شیعی بھی گذرے ہیں اُن کا اور انکا نام و ولدیت لقب و طن وغیرہ
سب ایک ہے ۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ وغیرہ ہیں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے بعض کہتے ہیں
کہ وہ فرقہ انکی طرف منسوب ہے (واللہ اعلم بالصواب) ۳۱۰ھ میں وفات پائی ۔

الدولابی ابوبشیر محمد بن احمد نام احمد بن شریح کے شاگرد تھے ۔ ۳۱۰ھ میں وفات پائی

محدثین و مصنفین قرون ثلاثہ کے بعد

ابو حفص ،، عمر ابن محمد بن بجیر الہمدانی محدث ماوراء النہر ۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے ۳۱۱ھ میں وفات پائی عیسیٰ بن حماد سے روایت کرتے تھے ان سے محمد بن ابوبکر دینوری نے روایت کی ہے۔ صاحب تفسیر ہیں

ابن خزیمہ ،، ابو عبداللہ محمد بن اسحاق نام ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام بخاری کے شاگرد تھے حاکم اور دارقطنی انکے شاگرد تھے صاحب صحیح ہیں ۳۱۱ھ میں وفات پائی اُن کی تصانیف کی تعداد (۱۴۴) ہے اور سو جز مقدار فتاویٰ ہے۔

ابو عوانہ ،، یعقوب بن اسحاق نام احمد ابن ازہر سے روایت کرتے تھے ان سے احمد بن علی رازی نے روایت کی ہے صاحب صحیح و مسند ہیں ۳۱۶ھ وفات پائی۔

طحاوی ،، ابو جعفر احمد بن محمد نام موضع طحا ، (قریب مصر) کے رہنے والے تھے امام مزنی کے شاگرد اور بھانجے تھے ۲۳۹ھ میں پیدا ہوئے ۳۲۱ھ میں وفات پائی ان سے طبرانی نے روایت کی ہے کہ مذہب حنفی کے مجتہد منتسب تھے۔ کثیر التصانیف اور مشہور مصنف ہیں معانی الآثار شرح جامع کبیر شرح جامع صغیر وغیرہ انکی تصانیف ہیں انکا ایک رسالہ بیان السنۃ المعروف عقیدۃ الطحاوی ہے اُس کا اردو میں ترجمہ والد ماجد نے کر کے اظہار النعمہ نام رکھا ہے۔

ابو جعفر ،، ابو جعفر محمد بن ابی حاتم وراق نام امام بخاری کے شاگرد اور کاتب تھے دارقطنی اور طبرانی انکے شاگرد تھے انکے درس میں دس ہزار طالب علم شریک ہوتے تھے ۳۲۳ھ میں وفات پائی۔

ابن سکن ،، ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن ،، ابوالقاسم لغوی کے شاگرد تھے ان سے عبدالغنی بن سعید نے روایت کی ہے صحیح منتقی ان کی تصنیف ہے ۳۵۲ھ میں وفات پائی۔

ابن حبان ،، ابو حاتم محمد بن حبان نام ابو خلیفہ سے روایت کرتے تھے ان سے حاکم نے روایت کی ہے۔ صحیح اور تاریخ اور کتاب الضعفا انکی تصنیف ہے۔ ۳۵۴ھ میں وفات پائی انکی مصنفہ کتاب الثقات کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے اور انکی صحیح کا ناقص نسخہ کتب خانہ رامپور میں ہے۔ اور ایک نسخہ جرمن کے کتب خانہ میں ہے

کتاب الثقات کی چار جلدیں کتب خانہ پیر جھنڈا سندہ میں ہیں ۔۔۔۔
طبرانی ۔۔ ابو القاسم سلیمان بن احمد نام، ہزار شیوخ سے روایت کرتے تھے معجم صغیر معجم اوسط معجم کبیر وغیرہ ان کی تصانیف ہیں انھوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا موت نے پورا نہ ہونے دیا۔ شیخ ابو عوانہ سے بھی روایت کرتے تھے ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے ۳۶۰ھ میں وفات پائی انکے معجم حروف تہجی اور شیوخ کے اعتبار سے مرتب تھے یہ اس سہولت کے موجد ہیں ابو نعیم نے ان سے روایت کی ہے یہ ابن حبان کے بھی شاگرد تھے ان کے تینوں معجم جرمن کے کتب خانہ میں ہیں!
ابن مندہ ۔۔ ایکہزار سات سو شیوخ سے روایت کرتے تھے صاحب تصنیف ہیں ۳۹۵ھ میں وفات پائی۔ ان کی کتاب علی الاتفاق کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں ہے۔
حاکم ۔۔ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم دو ہزار شیوخ سے روایت کرتے تھے۔ دارقطنی اور بیہقی نے اُن سے روایت کی ہے۔ ان کی تصانیف میں سے مستدرک اور المدخل الی علوم الحدیث بہت مشہور ہیں ۴۰۵ھ وفات پائی۔
رامہرمزی ۔۔ ابو محمد حسن بن عبد الرحمٰن رامہرمزی، کثیر التصانیف تھے انھوں نے ایک کتاب المحدث الفاصل ایسی تصنیف کی کہ جو علم اصول حدیث کی بنیاد قرار پائی ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔۔
ابو نعیم اصفہانی ۔۔ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کثیر التصانیف ہیں ایک معجم بھی تھا۔ اسماء الرجال پر بھی انکی تصانیف ہیں۔ انکی تصنیف سے حلیۃ الاولیاء بہت مشہور ہے طبرانی کے شاگرد تھے ۴۳۰ھ میں وفات پائی انکی ایک کتاب تاریخ اصفہان کتب خانہ رام پور میں ہے۔ اور کتب خانہ جرمن میں بھی ہے۔
الخلیلی ۔۔ قاضی ابو یعلی الخلیل ابن عبد اللہ ابن احمد قزوینی، محمد بن اسحاق کسائی سے روایت کرتے تھے ان سے ابو بکر بن لال نے روایت کی ہے ۴۴۶ھ میں وفات پائی۔
بیہقی ۔۔ ابو بکر احمد بن حسین البیہقی ایکہزار کتابوں کے مصنف ہیں شافعی المذہب تھے تمام طرق حدیث کو انھوں نے جمع کرنے کی کوشش کی سنن کبریٰ انکی مشہور تصنیف ہے اور بہت سے تصانیف

یں ۳۵۵ھ میں وفات پائی ۔

دارقطنی ،، ابوالحسن علی بن عمر الدارالقطنی ان کی سنن مشہور ہے ایک کتاب علل حدیث پر ہے اور بہت سی تصانیف ہیں ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔

خطیب ،، ابوبکر احمد بن علی الخطیب بغدادی انکی تصانیف کی تعداد ننو ہے۔ حدیث کے ہر فن کے متعلق ان کی قابل دید و داد، تصانیف ہیں۔ محدثین نے اعتراف کیا ہو کہ خطیب کے بعد کے محدثین گویا خطیب کے عیال ہیں انکی تاریخ بغداد ایک مشہور ضخیم کتاب ہے بیہقی کے شاگرد تھے ۴۶۳ھ میں وفات پائی ۔ ،،

الزنجانی ،، امام سعد بن علی بن محمد بن الحسین الزنجانی نام، آخر عمر میں حرم شریف میں متوطن ہوئے اور شیخ الحرم خطاب پایا ! ابا عبداللہ محمد بن الفضل بن نظیف الفراء کے شاگرد تھے ابوالمظفر منصور بن عبدالجبار سمعانی انکے شاگرد تھے ۔ امام محمد بن طاہر کا قول ہے ۔ (ما رأیت مثل الزنجانی ۔ میں نے زنجانی کا مثل نہیں دیکھا) ۴۷۱ھ میں وفات پائی امام ذہبی نے انکا مفصل تذکرہ اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے اور ان کی کرامات اور علمی فضائل کی بہت مدح کی ہے۔ صاحب مسند تھے خطیب اگرچہ ان سے بڑے تھے مگر ان سے بھی حدیث حاصل کی اور روایت کی ۔

خاکسار مصنف کتاب ہذا کے جد اعلےٰ قاضی حسن زنجانی اسی ہی سلسلہ سے تھے ۔

حافظ عبدالغنی ،، عبدالغنی بن سعید ازدی المصری مشہور مصنف اور کثیر التصانیف ہیں ۴۰۹ھ میں وفات پائی انکی دو کتابیں، کتاب المؤتلف والمختلف فی اسماء نقلۃ الحدیث و کتاب المشتبہ النسبہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کے کتب خانہ میں ہیں ۔

حکیم ترمذی ،، ابی عبداللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر المؤذن الحکیم الترمذی ۲۵۵ھ میں وفات پائی انکی تصنیف کا نام نوادر الاصول ہے ۔ اس میں موضوعات بہت ہیں بعض لوگ ترمذی لفظ سے دھوکہ کھا کر نوادر الاصول کو امام ترمذی کی تصنیف سمجھ لیتے ہیں یہ روایت کرتے تھے قتیبہ بن سعد سے اور ان سے یحییٰ بن منصور نے روایت کی ہے۔

رزین ،، ابوالحسن رزین بن معاویۃ العبدری المتوفی نے موطا اور صحاح ستہ کی احادیث کو جو اصول مشہور ہیں ایک جگہ جمع کیا مگر اس میں کچھ اضافہ بھی کر دیا یہ اضافہ اصول کے ہمپایہ نہ تھا اس کتاب کی ترتیب سانید صحابہ پر تھی ۵۲۰ھ میں وفات پائی۔

فردوس دیلمی ،، فردوس شبرویہ بن شہردار بن شیرویہ نام ہمدان کے رہنے والے تھے فیروز دیلمی صحابی کی اولاد سے تھے انکی کتاب کا نام فردوس الاخبار المعروف مسند الدیلمی ہے احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب سے لکھا ہے یعنی جو حرف اول حدیث کا ہو ایہ اس ترتیب کے موجد ہیں اس کتاب میں موضوعات بہت ہیں تاریخ ہمدان بھی ان کی تصنیف ہے۔ یوسف بن محمد بن یوسف کے شاگرد تھے حافظ ابو موسیٰ مدائنی نے ان سے روایت کی ہے۔ ۵۰۹ھ میں وفات پائی۔

ابن عساکر ،، ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ شافعی المذہب تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ان کی تاریخ دمشق اسی جلدوں میں ہے ۵۷۱ھ میں وفات پائی ان کے جنازہ میں سلطان صلاح الدین نے شرکت کی۔

ابن جوزی ،، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن ابی الحسن علی بن محمد البغدادی قصبہ فرضۃ الجوز کے رہنے والے تھے مشہور محدث اور کثیر التصانیف ہیں انھوں نے یہ جدت کی کہ موضوعات کو علیحدہ جمع کر دیا مگر اسمیں ایسی شدت کی کہ بعض حسن حدیثوں کو بھی موضوع کہہ گئے اور بڑے بڑوں پر ہاتھ صاف کر گئے اس لئے ائمہ اور علما نے انکی تردید میں کتابیں لکھیں ۵۹۷ھ میں وفات پائی۔

دمیاطی ،، ابو محمد عبدالمومن بن خلف ۶۱۳ھ میں پیدا ہوئے شافعی مذہب تھے دمیاط (مصر کا ایک قصبہ) کے رہنے والے تھے حافظ زکی الدین کے شاگرد تھے ابوالفتح ابن سید الناس صاحب سیرۃ و شیخ تقی الدین سبکی انکے شاگرد تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ انکا معجم بہ ترتیب شیوخ ہے اس میں تیرہ سو شیوخ کی حدیثیں ہیں ۷۰۵ھ میں وفات پائی۔

حافظ ذہبی ،، شمس الدین ابوعبداللہ محمد نام ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے ابن عساکر کے شاگرد تھے بارہ سو ۱۲۰۰ شیوخ سے علم حاصل کیا۔ قراء و حفاظ حدیث کے حالات میں کتابیں لکھیں "سیر النبلاء" ان کی

عظیم الشان تصنیف ہے تذکرۃ الحفاظ بہت مشہور اور کار آمد ہے سب سے بہتر کام حدیث کے متعلق انھوں نے یہ کیا کہ مستدرک حاکم کو مختصر کیا اور اس میں اکثر احادیث کے مراتب ظاہر کر دیے ۷۴۸ھ میں وفات پائی

ابن حجر عسقلانی ،، ابو الفضل شہاب الدین بن احمد نام شافعی المذہب تھے انکے اجداد میں ایک شخص کا نام حجر تھا اس لیے ابن حجر مشہور ہوئے ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی کے شاگرد تھے فتح الباری و نخبۃ الفکر انکی مشہور و مستند تصانیف ہیں کل تصانیف کی تعداد (۱۵۰) سے زیادہ ہے ۸۵۲ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ جب انکا جنازہ اٹھایا گیا سب سے پہلے بادشاہ مصر نے کندھا دیا۔

امام سیوطی ،، جلال الدین نام انکی تصانیف کی تعداد پانسو تیرہ ہے (۸۹) کتابیں صرف فن حدیث میں ہیں انھوں نے جامع صغیر اور زوائد اور جمع الجوامع میں تمام احادیث کو جمع کرنے کا قصد کیا تھا عمر نے دفا نہ کی ان کی تصانیف سے اسقدر معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ دوسرے مصنف کی تصانیف سے ممکن نہیں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔

ابن حجر مکی ،، ابو العباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر نام الشیخ شمس الدین محمد شنادی کے شاگرد تھے صاحب تصانیف کثیرہ ہیں ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔

علی متقی ،، اصل باشندے جونپور کے تھے انکے والد برہانپور آگئے تھے ۸۸۵ھ میں برہانپور میں پیدا ہوئے شیخ حسام الدین متقی حافظ ابن حجر مکی شیخ ابو الحسن بکری سے علم حاصل کیا امام سیوطی کی جمع کردہ احادیث کو باعتبار حروف تہجی مرتب کر کے کنز العمال نام رکھا۔ اور بھی تصانیف ہیں ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔

علی قاری ،، نور الدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام، یہ تصانیف میں امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

میں نے یہ کہیں جگہ لکھا ہے کہ تمام محدثین و مصنفین کا تذکرہ اس کتاب میں ممکن نہیں اب اسکو ختم کرنے کے بعد میں اندازہ کرتا ہوں کہ میں فیصدی دس کا بھی تذکرہ نہیں کرسکا۔ اور بہت سے بڑے بڑے محدثین و مصنفین کا بیان رہ گیا ہے۔ مجکو ان بزرگوں کی اسم نویسی و اسم شماری بھی مشکل ہے۔ بعض بزرگوں کے نام اس لیے لکھتا ہوں کہ ناظرین کو یہ اندازہ ہو جائے کہ کیسی کیسی عظیم الشان ہستیاں ذکر کرنے سے باقی رہ گئیں

خداوند ذوالجلال اگر اپنے کسی مقبول بندے کو تاریخ حدیث لکھنے کی توفیق عطا فرمائے تو یہ تحریر بطور یادداشت انکے پیش نظر رہے!!

مسروق ابن الاجدع المتوفی ٦٣ھ ابن ابی لیلی المتوفی ٨٣ھ اسود بن یزید النخعی ٩٥ھ سعید بن مسیب ١٠١ھ سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق ١٠٦ھ قتادہ بن دعامة ١١٧ھ مسعر بن کدام ١٥٥ھ ضربس ٢٠٢ھ احمد بن منیع ٢٤٤ھ ابواسحاق ابراہیم طوسی ٢٩٠ھ ابوسلیمان داؤد بن علی، امام اہل ظواہر المتوفی ٢٧٠ھ ابواحمد عبداللہ ابن عدی صاحب الکامل ٣٦٥ھ ابوالشیخ اصفہانی ٣٦٩ھ الجوزقی ابوبکر محمد بن عبداللہ ٣٨٨ھ ابن مردویہ ٤١٦ھ ثعلبی ٤٢٧ھ ابوعمر یوسف ابن عبدالبر ٤٦٣ھ ابن ماکولا ٤٨٦ھ زمخشری ٥١١ھ حضرت غوث پاک ٥٦١ھ مجدالدین صاحب جمع الفوائد ٦٠٦ھ حافظ تقی الدین ابوعمرو عثمان بن الصلاح ٦٤٣ھ محی الدین نووی ٦٧٦ھ قاضی بیضاوی ٦٨٥ھ ابن تیمیہ ٧٢٨ھ حافظ ابن قیم ٧٥١ھ تقی سبکی ٧٥٦ھ تاج سبکی ٧٧١ھ سید علی ہمدانی ٧٨٦ھ سید محمد ہمدانی ٨١٨ھ بدرالدین عینی ٨٥٥ھ علامہ سخاوی ٩٠٢ھ علامہ قسطلانی ٩٢٢ھ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی ٩٧٣ھ خداوند ذوالجلال ان تمام بزرگوں پر جنہوں نے نصرت علم دین میں سعی کی اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق فرمائے۔ آمین

علما، کرام کو اسکا صحیح اندازہ ہو گا کہ یہ جدید و مفید کام کیسی سخت کد و کاوش سے سرانجام ہوا ہے، میں خداوند ذوالجلال کا کس منہ سے شکر ادا کروں کہ اُس نے اپنے حبیب پاک کے مقدس علم کی ایک اہم اور ضروری خدمت مجھ ہیچمیرز عاصی سے لی۔"

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم ٭ منت ازو شمر کہ بخدمت بداشتت

حضرت والد ماجد مدظلہ نے اور میں نے دو سال محنت کرکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے خدا کے فضل و کرم سے آج ۲۷ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ ہجری میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آچکی منزل پہ مسافت میری

بندہ بشری معمول چوک اسکے خمیر میں ہے اگرچہ بہت احتیاط سے کام کیا ہے۔ مگر ممکن ہے کہ غلطی ہو گئی ہو، اگر کسی بزرگ کو کوئی غلطی یا کمی محسوس ہو تو مطلع فرمائیں۔ عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہونگے مجکو اپنی بے بضاعتی کا خوب احساس ہے اس لئے غلطی پر مصر نہوں گا۔ بلکہ دوسری اشاعت میں شکریہ کے ساتھ اس اصلاح کا ذکر دونگا۔

رب کریم بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔ اور اعلیحضرت ولی النعمت سلطان العلوم میر عثمان علی خان بہادر شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے عمر و صحت و اقبال ملک و مال و اولاد و آل اور اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے۔ اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قایم رکھتے ہوئے دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے آمین۔ اللھم اھدنا فیمن ھدیت و عافنا فی من عافیت و

بارك لنا فيما اعطيت وتولنا في من توليت وقنا شرّ ما قضيت فانك تقضي ولا يقضى عليك وانه لا يذل من واليت ولا يعزّ من عاديت تبارکت ربّنا وتعاليت نستغفرك ونتوب اليك وصلّى اللّٰہ علی النبی وسلّم۔

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما　　باشد نگین نام تو مُہر دہان ما

اشتہار کتب مصنّف

نام کتاب	قیمت	کیفیت
اربعین اعظم	۲؍	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی چالیس کثیر النفع روایات۔
ضروری کہانیاں	۶	اس میں ایسے حکایات و واقعات تاریخی جمع کئے گئے جنسے اقوام ہند میں حب وطن و محبت کے جذبات پیدا ہوں نامور پروفیسروں نے پسند کیا ہے
سودیشی اردو	۴	سررشتہ تعلیم کی مروجہ کتابوں کے طرز پر ایسی اردو میں لکھی گئی ہے جسمیں کوئی فارسی، عربی لفظ نہیں آیا مشہور انشاپردازوں اور پروفیسروں نے اس کمال کی داد دی ہے
محمود اور فردوسی	۸؍	غیر مسلم مورخین نے سلطان محمود غزنوی پر الزام لگایا کہ سلطان نے فردوسی شاعر سے بدعہدی کی۔ اس اعتراض کی قابل دید داد تردید کی گئی ہے۔ فن تاریخ کے پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔

۳۰۰

نگارستانِ کشمیر	عہ	ملک کشمیر کی مکمل تاریخ و جغرافیہ غیر مسلم مورخین کے اعتراضات کا جواب اور بہت سے تاریخی اور دیگر معرکۃ الآرا مسائل کی تحقیق یہ کتاب مصنف کے والد کی تصنیف ہے لیکن اس کے اکثر ابواب مصنف نے لکھے ہیں موقر جرائد نے اس پر زبردست ریویو کیے ہیں
الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون	۲ر	سورہ ماعون کی قابل دید تفسیر ہے۔

المشتہر

مولوی محمد ادریس میرٹھی۔ مکتبہ شرقیہ دہلی

و

قاسم المعارف دیوبند ضلع سہارنپور، مکتبہ ابراہیمیہ

حیدرآباد دکن